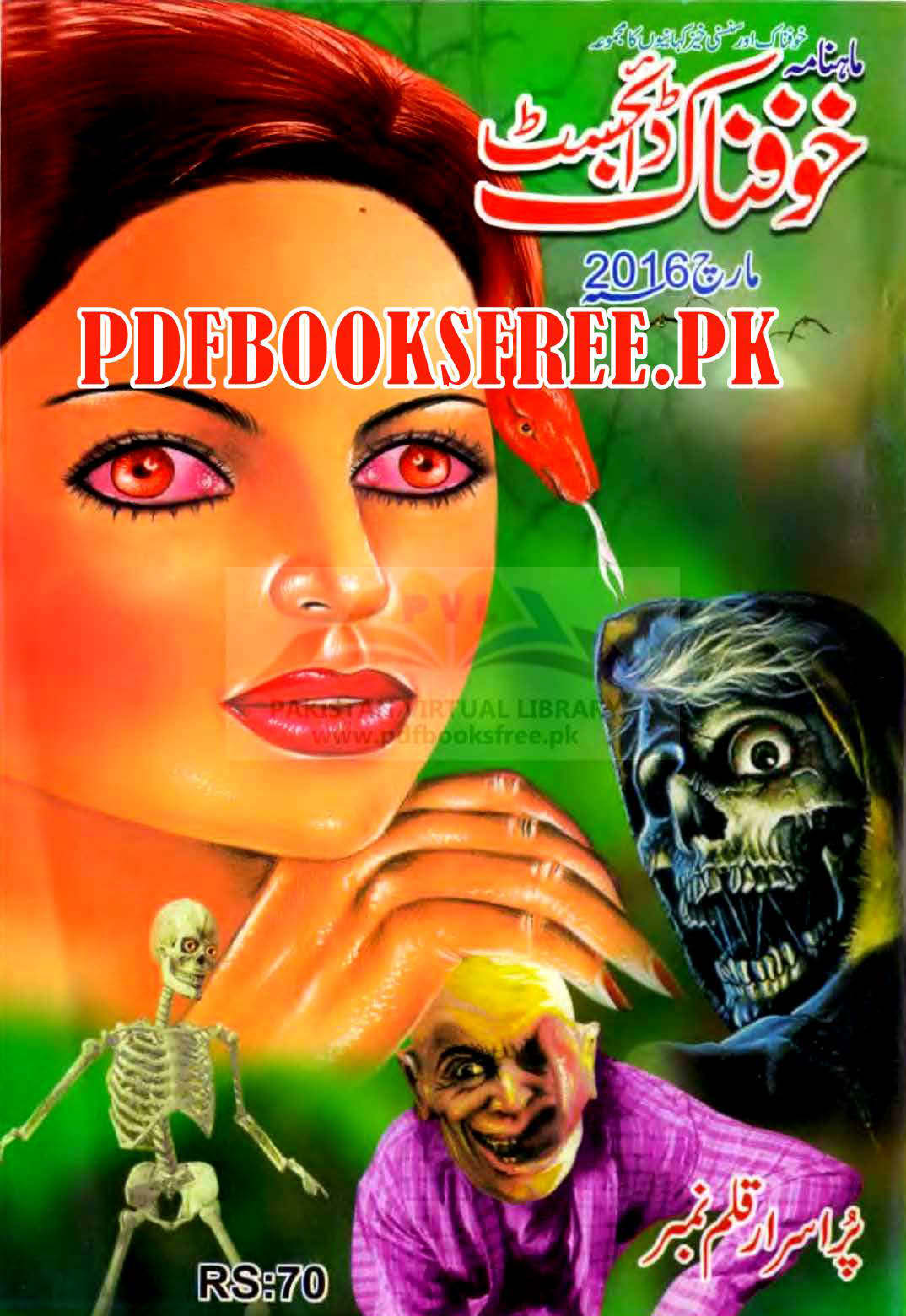

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

CPL No.219

ماہنامہ لاہور

خوفناک ڈائجسٹ

جلد نمبر 19 شمارہ نمبر 9

مارچ 2016

پراسرار قلم نمبر

قیمت /70 روپے

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور

پوسٹ بکس نمبر 3202، غالب مارکیٹ، گلبرگ لاہور

بانی۔ شہزادہ عالمگیر

نگران اعلیٰ۔ شہلا عالمگیر

چیف ایگزیکٹو۔ شہزادہ التمش

جنرل مینجر۔ شہزادہ فیصل

سرکولیشن مینجر۔ جمال الدین

موبائل۔ 0333.4302601

آفس مینجر۔ ریاض احمد

موبائل۔ 0341.4178875

مارکیٹنگ انچارج۔ کرن۔ ماہ نور۔ زارا۔ فاطمہ۔ رابعہ۔ سارا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہیں ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور تبدیل کر دیے جاتے ہیں جس سے حالات میں کسی مماثلت پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر۔ رائٹر۔ ادارہ۔ پبلشیر ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشر شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر زاہد بشیر۔ ریٹی گن روڈ لاہور)

سرائے لہو
عنبر معاویہ وٹو
103

پراسرار کمرہ
[illegible]
130

اجنبی مسیحا
انعم شہزادی
[illegible]

خوفناک عاشق
عاصم اعوان
[illegible]

انتقام
محمد ابوہریرہ بلوچ
118

خونی چمگادڑیں
ندیم عباس میواتی
138

آتما کا شکار
گلاب خان سولنگی
148

میرا بھوت
عامر شہزادہ اینڈ علی خان
158

پراسرار قلم نمبر

قیمت: 70 روپے

خوفناک ڈائجسٹ مارچ 2016 کے شمارے پراسرار قلم نمبر کی جھلکیاں

ڈر
ابناس سعادت
6

خونی ڈائن
ندا علی عباس
68

غلطی
آستر کراچی
28

ڈر کے آگے جیت
آرائے ریحان
170

بدروح کی جیت
ملک این اے کاوش
30

پراسرار قلم
انعم حویلیاں
94

نقاب پوش لڑکی
مسز طاہر سلیم قمر نشاد
40

کالا جادو
نمل سحر میانوالی
92

اسلامی صفحہ

بھوت بنگلہ
قیصر جمیل پروانہ
48

خونی بیوی
مجید احمد جائی
96

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اسلامی صفحہ

غیبت

ہم میں سے شاید ہی کوئی غیبت کے گناہ سے بچا ہو غیبت ایسا گناہ ہے جس سے بچنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سختی سے حکم دیا ہے لیکن پھر بھی ہم سب چھوٹے بڑے اس میں مبتلا ہیں فرمان الٰہی ہے (ترجمہ) اور تم میں سے کوئی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے پس تم اسے ناپسند کرتے ہو غیبت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں ایسی بات کہنا جو اگر اس کے سامنے کی جائے تو اسے ناگوار گزرے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کا کوئی ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں موجود نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بھی غیبت ہے اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں تو وہ بہتان ہے جب رسول اللہ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے آپ کا گزر ایسی جگہ پر سے ہوا جہاں لوگ کچھ لوگوں کے ناخن تانبے کے تھے وہ لوگ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے جبرائیل علیہ اسلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کا گوشت کھاتے ہیں اور ایک دوسرے کی آبرو بگاڑتے ہیں یعنی غیبت کرتے ہیں آپ ﷺ نے غیبت کی بہت مزمت کی ہے اس سے معاشرے میں بگاڑ اور انتشار پیدا ہوتا ہے لوگوں کے دلوں میں رنجش پیدا ہوتی ہے اس کے علاوہ لوگوں کی چھپی ہوئی برائیاں منظر عام پر آجاتی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشیدہ کا حکم دیا ہے اور لوگوں کے عیب اچھالنے سے منع کیا ہے بعض اوقات اس سے برائی کی ترغیب ملتی ہے لیکن چند صورتوں میں غیبت قابل قبول کی گئی ہے مثلاً مظلوم کے حق میں آواز اٹھانے کے لیے کسی کے مکرو فریب سے آگاہ کرنے کے لیے اگر اس میں اصلاح کا پہلو نکلتا ہو۔

خلیل احمد ملک۔شیدانی شریف۔

اے اللہ رب العزت

اے اللہ۔تو اپنے علم غیب اور مخلوق پر اپنی قدرت کی بدولت مجھے زندہ رکھ جب تک تو سمجھتا ہے کہ میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہے اور اے اللہ اور غیب اور حاضر میں تجھ سے ڈرتے رہنے کا سوال کرتا ہوں رضامندی اور غضب کی حالت حق بات کہنے کی توفیق چاہتا ہوں محتاجی اور غنی میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں نہ ختم ہونے والی نعمت مانگتا ہوں نہ منقطع ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک مانگتا ہوں تقدیر کے فیصلے پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں موت کے بعد اچھی زندگی کا طلب گار ہوں تیرے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت کا آرزومند ہوں ملاقات کا شوق رکھتا ہوں بغیر کسی نقصان پہنچانے والی تکلیف کے اور بغیر گمراہ کرنیوالے فتنہ کے اور اے اللہ تو ہم کو ایمان کی زینت نصیب فرمادے اور ہم کو ہدایت یافتہ لوگوں کا رہنما بنادے۔آمین۔

ضیاقت علی۔کوٹلی چوکی مونگ

ماں کی یاد میں

دنیا میں ایک ضرب المثال ہے اس نے اتنا حسین چہرہ دیکھا کہ اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اس ضرب المثال کی صداقت ماں اور اس کی شخصیت پر پوری اترتی ہے آپ اپنے منہ سے ماں کو پکاریں تو اس کا منہ کھلے کا کھلا رہے جائے گا کیونکہ ماں ہے ہی ایک ایسی ہستی جو ہر زاویے سے اپنے آپ کو اور اپنی محبت کو منوا سکتی ہے یوں تو سب کی مائیں اللہ تعالیٰ نے بہت ہی اچھی بنائی ہیں مگر میں نے اپنی ماں کو سب سے نرالا پایا ہے وہ صبر شکر کا ایک پیکر تھیں حالات اچھے ہوں یا برے ان کا خاموش اسلوبی سے مقابلہ کرنا تو کوئی ان سے سیکھتا مفلسی اور تنگدستی میں اپنے بچوں کا محبت اور خلوص صبر کے کھانے سے پیٹ بھرنے میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا میری ماں گھر کی صرف زینت ہی نہیں بلکہ روح تھیں اس نے اپنی بساط سے بڑھ کر مجھے محبت دی اور اپنے کندھوں پر میرے لاڈ پیار کا بوجھ اٹھایا اور اپنی بھی اولاد کو یکساں پیار دیا جو کسی کو بتانے کا نہیں وہ اتنا رحمدل تھیں کہ بڑی سے بڑی لغزش پر بھی اپنی اولاد سے کبھی غفلت یا نفرت کا اظہار نہیں کیا تھا میری ماں کے اوصاف دیکھ کر اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ ماں کے قدموں میں جنت کیوں رکھی گئی ہے اور مائیں کیسی ہونی چاہئے اولاد کی تربیت کرتے ہوئے دیکھ کر وہ شیک پیئر کا وہ قول یاد آجاتا ہے جس میں انہوں نے کہا۔آپ مجھے اچھی مائیں دیں میں آپ کو اچھی قوم دوں گا واقعی میری ماں نے اپنی اچھی قوم والی خوبیاں اجاگر کی ہیں جب میرے لیے اپنے پیار کی خوشبو بکھیرتی تھیں تو مجھے ماں اور پھول میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا ان کے چہرے کی نورانی مسکراہٹ کسی ولی اللہ سے کم نہ تھی وہ بے حد وسیع القلب۔وسیع الخیال تھیں اس جیسی بے حد نیک مروت راست گو اور نیک خصلت مائیں بہت کم ملتی ہیں انہوں نے اپنی پوری زندگی کو اپنی اولاد کی تعلیم تربیت کو ایک مقدس فریضہ سمجھ کر پورا کیا ایسی ماؤں کی خدمت کرنا اولاد کے لیے ایسے مفید ہے جیسے کھیت کی پانی لگانا مفید ہوتا ہے جب میں اپنی ماں کی قبر پر جاتا ہوں تو میرے بہتے ہوئے آنسو ماں سے محبت کی ترجمانی کر رہے ہوتے ہیں میری بدنصیبی ہے کہ آج وہ میرے پاس نہیں ہیں میں آج جوان ہوں تمہیں زمانے بھر کی خوشیاں دینا چاہتا ہوں جو تمہاری نیلی نیلی آنکھوں میں موتیوں کی طرح چمک اٹھیں اور تمہارے سارے دکھ لینا چاہتا ہوں جنہیں اپنا کر سکون میں کھو جاؤں میں تمہارے غم اور دکھ کے بیچ جینا چاہتا ہوں تم میں گم ہو کر اپنا لمحہ لمحہ تمہاری زندگی میں شامل کرنے کا تمنائی ہوں آج تمہارے سب خواب پورے ہوئے ہیں مگر خدا کو پیاری ہوگئی ہیں تمہارے خیالوں سے میری روح تک مہک اٹھی ہے ہر شام تمہاری یاد کا دیا جلاتا ہوں تمہارے پیار کی خوشبو آج بھی مجھے سنوا دیتی ہے---------

خلیل احمد ملک شیدانی شریف

ماں ایسا لفظ ہے جس کی گہرائی بہت بلکہ سمندر سے بھی زیادہ گہری ہے ہاں جب ہم ماں کہتے ہیں لفظ ماں دل کی گہرائی سے ادا ہوتا ہے اور ماں مان ہوتا ہے ہر انسان کو ماں تو عظیم ہوتی ہے لفظ ماں اتنا میٹھا ہے کہ دل کو مٹھاس اور سکون ملتا ہے تو ذرا سوچئے جب ہمارے سامنے ماں ہو تو کیسے ہمیں سکون نہیں ملے گا۔۔۔عافیہ گوندل

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

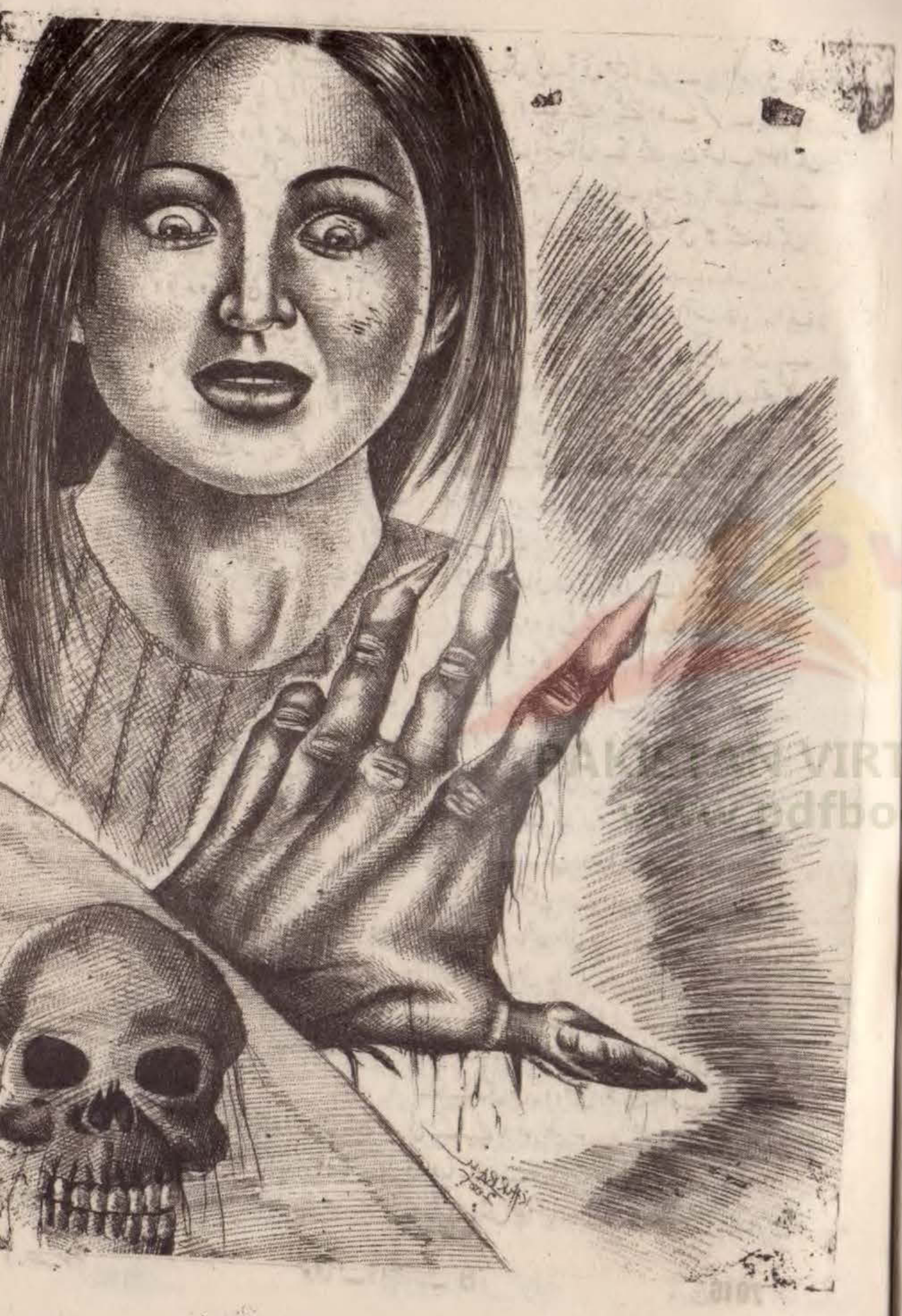

ڈر

---تحریر: ابناس سعادت۔ گوجرانوالہ۔ حصہ سوئم--

ایک دن دوپہر کا وقت تھا یہ جامن توڑنے درخت پر چڑھ گئی کچھ دیر بعد اس کی چیخوں سے پورا گھر گونج اٹھا سب باہر کی طرف دوڑے کھ دیر بعد اسے تیز بخار نے آن گھیرا سب پریشان تھے کہ اچھی بھلی تھی اسے کیا ہو گیا ہے بعد میں اس نے بتایا کہ جامنوں والے درخت پر میں نے ایک بزرگ کو دیکھا ہے جو مجھے جامن توڑنے سے منع کر رہے تھے ہم سب ڈر گئے کہ شاید اس نے کس کو دیکھ لیا اب اکثر ایسا ہونے لگا وہ بیٹھے بٹھائے چیخیں مارنے لگتی نمرہ کا کمرہ بھی جامن کے درخت کے ساتھ تھا۔ اور درخت کی طرف کھڑکی کھلتی تھی اب جب یہ روز ہونے لگا تو ہم پریشان ہو گئے اور عامل سے رابطہ کیا گیا عامل نے جامن کے درخت کے گرد سفید اور سبز رنگ ڈال کر چلہ کاٹا اور بعد میں بتایا کہا۔ اس درخت پر مسلمان جنوں کا ڈیرہ ہے جو کہ کہیں سے آ کر آپ کے درخت پر قابض ہو گئے ہیں وہ سامنے نہ آتے مگر اس بچی نے ان کے آرام میں خلل ڈالا ہے جس کی وجہ سے وہ اسے منع کر رہے تھے شکر کریں کہ یہ مسلمان ہیں ورنہ مشکل ہو سکتی تھی جب وہ آپ کو تنگ نہیں کرتے تو آپ بھی انہیں تنگ نہ کیا کریں عامل تو یہ بات بتا کر پیسے لے کر در کھول کر چلا گیا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

ہمیں آئے ہوئے تین ماہ سے بھی زیادہ کا عرصہ ہو چکا تھا پر اللہ جانتا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی دل سے ایک لمحہ بھی سکون سے یا خوش رہا ہو مجھے مام کی باتیں یاد آئی جو انہوں نے مجھ سے غیر واضح الفاظ میں کہیں تھیں کہ اپنی دعا میں پاکستان جانے کے ساتھ دلی خوشی اور سکون بھی مانگا کرو پر اپنے بڑوں کا کہنا نہ مانو تو رب بھی اس کی سزا دیتا ہے مجھے میرا پاکستان میرے اپنے تو مل گئے پر خوشی اور سکون مکمل طور پر کہیں بہت دور کہیں کھو گیا ہفتے میں دو بار تو لڑائی کا ہونا ضروری تھا جو کہ ہمیشہ ان کی طرف سے شروع ہوتی اور الزام ہم پر پہنچ کر بات ختم ہوتی ایک دن آپو نمرہ جو کہ مجھے یہ کہنے میں کوئی جیلسی نہیں کہ وہ کھانا واقعی بہت مزے کا پکاتی ہے نے اپنی آنٹی بختاور کی تمام فیملی انکل سمیت کے لیے رات کا کھانا پکایا جو کہ آلو گوشت اور نمکین چاول تھے ہماری فیملی نے چاول کھائے تو اس میں نمک زیادہ تھا آلو گوشت میں بھی تیز تھا۔

میں نے سوچا کہ انہیں بتا دوں تا کہ یہ انہیں ٹھیک کر لیں یا پھر ساتھ میں دہی رکھ لیں تا کہ نمک زیادہ محسوس نہ ہو کیونکہ انٹی بختاور کے شوہر اونچا بول کر اپنے داماد ہونے کا حق اکثر ادا کرتے رہتے ہیں خیر میں انہیں بتانے گئی تو سوائے مہمانوں کے سارے گھر والے کھانا کھا رہے تھے مہمانوں نے کہا۔

ہمارے لیے نکال دو ہم بعد میں کھا لیں گے انٹی ممتاز دتائی اور نمرہ تینوں کچن میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور کھانے کی تعریف میں زمیں آسمان

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ایک کر رہے تھے میں بولتے بولتے چپ کر گئی میرے ذہن میں آیا کہ اگر میں نے کہا کہ نمک زیادہ ہے تو نمرہ کو میرے خلاف ایک اور موقع مل جائے گا ویسے بھی یہ سارے تو نمک تیز کھاتے تھے مگر ہم اور مہمان نارمل تو میں نے مہمانوں کی وجہ سے کہ جن کے لے پکایا ہے انہیں ہی پسند نہ آیا تو فائدہ یہ سوچ کر تو بتانے آئی تھی مگر پھر نمرہ کو میرے خلاف بولنے مل جائے گا یہ سوچ کر واپس چلی گئی اور یہ ہی کھانا جب مہمانوں نے کھایا تو کھانے سے انکار کر دیا اور انکل تو بہت غصہ ہوئے اور کہنے لگے کہ پتہ بھی ہے کہ ہم کم نمک کھاتے ہیں پھر بھی کھانا بچانے کو اتنا تیز نمک ڈال دیا جس کے لیے بچایا تھا اب اسی کو کھلاؤ میری بدبختی کہ میں بول پڑی میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ ان دونوں میں نمک تیز ہے بس یہ کہنے کی دیر تھی کہ سب میرے پیچھے پڑ گئے کہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ نمک تیز ہے تم نے جان بوجھ کر نمرہ کی بے عزتی کے لیے کچھ نہیں کہا۔ میں نے گھبرا کر جلدی سے اپنی صفائی پیش کی کہ میں بتانے آئی تھی پر آپ سب کھانے کی بہت تعریف کر رہے تھے میں نے سوچا کہ اگر میں بتاؤں گی تو آپ سب نے کہنا ہے کہ میں جان بوجھ کر جیلسی میں اتنے اچھے کھانے کی بدتعریفی کر رہی ہوں کیونکہ یہ ہی کھانا تب آپ سب کو بہت اچھا لگ رہا تھا نمرہ نجانے کہاں سے اتنی آنکھوں میں آنسو لاکر سب کے سامنے مجھ سے اونچی آواز میں بولی۔

پتہ نہیں کیوں تم مجھ سے پہلے دن ہی سے جیلسی ہو اس بات سے کوئی انکار نہیں کرتا ہے یہ کہہ کر وہ زور سے دروازہ بند کر کے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ آنٹی ممتاز چہرے پر افسردگی ظاہر کرتی ہوئے مجھے دیکھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں جبکہ تائی نے مجھے بے حساب صلواتیں سنائیں جو کہ پورا ایک ہفتہ ہر آئے گئے کے سامنے میری نمرہ سے شدید جیلسی کو قصے سناتیں

دادا جی نے مجھے ایک سچا قصہ سنایا کہ ایک دفعہ تمہاری دادی اپنی سرکاری کوٹھی میں بنے بڑے سے باغ میں نوکروں کی بیویوں کیساتھ ٹہل رہی تھی کہ ان میں سے ایک چیخی بھاگو بھاگو بلا۔ اس زمانے میں سانپ کو بلا کہتے تھے بیگم صاحبہ بھاگیں اور سب نے بھاگنے میں ہی عافیت جانی میرے کہنے پر نوکروں نے ہر طرف دیکھا پر انہیں کہیں بھی کھائی نہ دی انہوں نے کہا۔

شاید وہ باغ میں بنے کیاریوں میں سے باہر نکل گیا ہو گا کیونکہ ہم نے پوری کوٹھی چھان ماری ہے پر وہ نہیں ملا۔ اب ہم محفوظ ہیں پھر رات ہو گئی نوکروں نے پانی کا چھڑکاؤ کر کے چار پائیاں ڈال دیں تو دادی جی بتاتے ہیں میں ایک چار پائی پر آکر لیٹ گیا کہ تمہاری دادی نے میرے پاس آکر کہا کہ میں دوسری والی چار پائی پر جا لیٹو اور پنی والی انہیں دے دوں میں نے بغیر جوتی پہنے اٹھا اور ساتھ والی چار پائی پر جا لیٹا تمہاری دادی ساتھ والی چار پائی پر لیٹنے لگی تو لیٹتے سے پہلے اس نے لالٹین کو ہلکا کر کے چار پائی کے ساتھ رکھنا چاہا کہ یکا یک اس کی نظر میری چار پائی کے نیچے چلی گئی۔ وہ چیخی رحمت بلا آپ کی چار پائی کے نیچے بلا اور بغیر سوچے سمجھے میری جوتی اٹھائی اور اسے دے ماری سانپ وہاں سے رینگتا ہوا جھاڑیوں میں چلا گیا جو کہ بعد میں نوکروں نے مار

کر دفنا دیا اگلی صبح میں اٹھا اپنی جوتی چار پائی کے نیچے سے نکالی پہنی اور واش روم میں چلا گیا۔ باہر آیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کہ مجھے چکر آرہے ہوں اور ساتھ میں متلی بھی آرہی ہو میں بیت الخلا گیا وہاں کافی دیر کھڑا رہا پر متلی نہ آئی تو واپس آ گیا اب کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہ تھی اس لیے باہر آیا جوتی اتاری اور ایک چار پائی جو کہ نوکر اٹھا رہا تھا اسے اٹھانے سے منع کیا اور اس پر لیٹ گیا پانچ دس منٹ بعد مجھے سکون ملا تو میں نے سوچا کہ اب جبکہ طبیعت ٹھیک ہو چکی ہے تو کام پر چلا جاتا ہوں یہ سوچ کر پھر سے اٹھا جوتی پہن کر واش روم تک کپڑے تبدیل کرنے آیا کہ پھر سے مجھے چکر آنے لگے اور ابکائی پھر سے آتے آتے رہ گئی میں نے اپنی چھٹی کا نوکر کو بتا کر ایک چٹھی خط اسے دی اور پھر سے لیٹ گیا لیٹا تو پھر سکون ملا یعنی میں ٹھیک ہو گیا میں سوچ میں پڑ گیا کہ جب جوتا اتار کر لیٹتا ہوں تو ٹھیک ہو جاتا ہوں پہنتا ہوں تو پھر بیمار محسوس کرتا ہوں اپنے آپ کو یہ کیا ماجرہ ہے میرے دادا جی حافظ جو کہ حافظ قرآن بھی تھے جس کی وجہ سے ان کا نام ہی دادا جی حافظ پڑ گیا سب چھوٹے بڑے انہیں دادا جی حافظ ہی کہتے تھے میرے دادا جی حافظ میرے پاس رہنے کو آئے ہوئے تھے یہ آنکھوں سے نابینا تھے میں نے انہیں ساری بات بتائی تو انہوں نے مجھے بہت ڈانٹا اور کہا کہ بہو نے جو جوتی بلا سانپ کو ماری تھی اس جوتی پر بلا کا زہر لگ گیا تھا جس کی وجہ سے اسے پہن کر تمہاری طبیعت خراب ہو جاتی تھی جوتی کو بہترین طریقے سے دھو اور خود نمک اور لیموں چاٹو میں نے ایسا ہی کیا تو پھر میری طبیعت ٹھیک ہو گئی۔

ایک ان آنٹی رخسانہ کا شانہ رحمت اللہ میں رہنے آئیں ان کی چھوٹی بیٹی موہل جو کہ مجھ سے صرف تین سال بڑی ہے سے میری اچھی دوستی ہو گئی ایک دن موہل اور نمرہ بازار جا رہے تھے کہ موہل نے مجھے بھی ساتھ چلنے کو کہا میں خوش ہو گئی کہ شاید پھر سے وہ دن واپس آ گئے جب میں اپنی دوستوں کے ساتھ گھومنے جایا کرتی تھی وہ وہ دن کتنا مزہ آتا تھا میں فورا راضی ہوئی۔ مام سے پوچھا تو مام کہنے لگیں۔ موہل تو پھر بھی ٹھیک ہے پر نمرہ تو بالکل بھی نہیں پر میں نے انہیں راضی کر لیا اور میں انکے ساتھ بازار چلی آئی نمرہ نے چہرہ ڈھانپ رکھا تھا میں نے بڑی سی کالی چادر جبکہ موہل نے دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔ موہل کی ہائٹ چار فٹ اور گیارہ انچ ہے اور نمرہ کی پانچ تین اور میری پانچ فٹ اور پانچ انچ جس کی وجہ سے میں ان سے لمبی اور بڑی لگتی ہم بازار میں داخل ہوئے تو تھوڑی دیر بعد نمرہ اور موہل کسی بات پر اونچا ہنسنے لگیں اور ہنستے ہوئے نمرہ کا نقاب اتر گیا تو بجائے دوبارہ نقاب ٹھیک کرنے کے اس نے نقاب ہی اتار دیا اور چادر ٹھیک سے لے لی اب وہ دونوں آگے اور میں پیچھے مجھے عجیب تو لگا کہ کیا یہ دونوں مجھے بھول گئی ہیں۔ اور موہل وہ بھی پر نمرہ کبھی کبھی میری طرف دیکھتی اور پھر آہستہ سے موہل کے کان میں کچھ کہتی اور وہ دونوں ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگتیں۔ مجھے شرمندگی اور بے چینی نے آن گھیرا تھا کہ یہ موہل سے میرے خلاف کیا بات کر رہی ہے میری یہاں ایک ہی تو دوست ہے اس کو بھی میرے خلاف کر رہی ہے ویسے بھی یہ تہذیب کے خلاف اور بری بات ہے کہ ایک

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ساتھ تینوں گھر سے نکلیں اور بعد میں دو ایک ہو جائیں گے اور تیسرے فرد کو درمیان میں سے نکال دیا جائے میں کچھ دیر سے محسوس کر رہی تھی کہ ایک لڑکا ہمارا پیچھا کر رہا ہے مجھے ٹھنڈے پسینے آنے لگے ۔۔ یہ سوچ کر کہ اگر انہوں نے بھی محسوس کر لیا کہ کوئی لڑکا ہمارا پیچھا کر رہا ہے تو نجانے یہ گھر جا کر کس انداز میں بتائیں گی کہ یہ دونوں تو صاف بچ کر نکل جائیں اور میں پھنس جاؤں ۔۔ میں گھبرا کر زبردستی انکے ساتھ جا ملی کہ وہ لڑکا یہ نہ سمجھے کہ میں اکیلی ہوں یہ دونوں پھر کسی بات پر زور سے ہنسی تو آس پاس کے لوگوں نے تعجب سے ہمیں دیکھا میں باہر کی عادی تھی کہ اگر کوئی سر راہ مر بھی رہا ہو تو کوئی اس کی طرف نہیں دیکھے گا ہر ایک اپنے کام سے کام رکھتا پر یہاں تو ہر ایک دوسرے کی ٹوہ میں ایسے لگا ہوتا ہے جیسے کہ کسی دشمنی کا حساب چکانا ہو خیر مجھے ایسا لگا کہ میں غلط کر رہی ہوں ہنس تو یہ دونوں رہی ہیں پر لوگ تو ہم تینوں کو دیکھ رہے ہیں میں جان بوجھ کر ان سے پھر سے فاصلہ پر چلنے لگی کہ وہ لڑکا نجانے پھر سے کہاں سے نکل آیا اور ان دونوں کے ساتھ چلتے ہوئے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کچھ کہنے لگا اس لڑکے نے میری طرف بھی اشارہ کیا میری جان نکل گئی اور اب میری خیر نہیں پکا میری خیر نہیں یہ بات نمرہ اور موبل کی زبانی گھر آنے کے بعد معلوم ہو چکی تھی کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اس اللہ کی گائے سے آپ دونوں کی ناراضگی ہے اسے بھی ساتھ رکھو ورنہ بازار کی اس بھیڑ میں گم ہو جائے گی ۔ تب تو تھوڑا فاصلہ و بنے کی وجہ سے مجھے سمجھ نہ آیا تھا کہ وہ لڑکا کیا بول رہا تھا یہ بعد میں نمرہ اور موبل نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے اس

ابناس کی طرف اشارہ بھی کیا تھا کہ پوچھ لیں ابناس سے اب اللہ جانے کہ اس لڑکے نے یہ ہی بات کہی تھی یا یہ دونوں اپنے پاس سے کہہ رہی تھیں اوئے زیادہ فری نہ ہو اپنے کام سے کام رکھو شوخا اور ابناس تم کیا جان بوجھ کر پیچھے چل رہی ہو آگے آؤ مجھے اپنے آپ پر شدید غصہ آیا دل چاہا اپنے آپ کو شوٹ کر لوں میں ان کے ساتھ کیوں آئی مجھے مام نے منع بھی نہیں کیا تھا میں نے ان کی بات کیوں نہیں مانی میری آنکھوں میں اپنی بے توقیری اور مام کی بات یاد کر کے کہ انہوں نے منع کیا تھا میں کیوں نہ مان گئی آنسو آ گئے تو وہ لڑکا جو کافی دیر سے ان دونوں کے ساتھ چل رہا تھا اور کبھی کبھی کوئی بات بھی ان دونوں سے کر لیتا تھا جن کا جواب بھی ان میں سے کوئی ایک ہنس کر دیتا اب تو وہ کوئی گانا بھی گا رہا تھا جس کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہ آیا میں نے آس پاس دیکھے بغیر نمرہ سے کہنے لگی ۔ مجھے گھر جانا ہے ابھی اور اسی وقتو پھر اگر راستہ آتا ہے تو اکیلی چلی جاؤ ۔ مجھے اس وقت گھر کا راستہ زبانی نہیں آتا تھا ابھی چلتے ہیں یہ کہہ کر وہ پھر سے کسی سوٹ پر بحث کرنے لگیں جو کسی دکان کے باہر لٹکا تھا میں نیا نہیں اتنا تنگ کیا کہ وہ دونون مجھے بے نقط سناتی گھر آ گئیں ۔ کچھ کھانے بھی نہیں دیا آوارہ کو اپنے پیچھے لگا لیا لڑکے کو کچھ خرید ابھی نہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب کہتے ہم گھر پہنچ گئے میں بغیر کسی سے کوئی بات کیے اپنے کمرے میں آ گئی اور مام کو سب بتا دیا مام نے مجھے جتنا ڈانٹا اس کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں میں مام کی ڈانٹ پر اور آنے والے وقت پر رو رہی تھی کہ اب پتہ نہیں وہ دونوں کیا بتائیں گی اور پتہ نہیں بتائیں گی کہ خاموش رہیں

گی کہ چھوٹا بھائی صابر آ گیا ۔ آپو مجھے میرے سارے بہن بھائی بلکہ مام بھی آپو ہی کہتی ہیں آپ کو ڈیڈی جی دادا جی بلا رہے ہیں میرا رنگ اڑ گیا پتہ نہیں کیا وہ گا میں دادا جی کے پاس باہر کی طرف گئی تو دادا جی نے مجھے بالکل بھی نہیں ڈانٹا بس اتنا کہا ۔ آئندہ تم نے کبھی بازار جانا ہو تو چہرے پر نقاب ڈال لیا کرو جیسے نمرہ ڈالتی ہے ۔ اور اپنی ماں کے ساتھ جایا کرو یہ کہہ کر وہ اپنے اندر کمرے کی طرف چلے گئے یہ ان کا شدید ناراضگی کا اظہار تھا میں نمرہ کو دیکھ کر رہ گئی یہ کیا کرتی ہے ہر کام اس کا الٹ ہوتا ہے پھر بھی سب اس کی سائیڈ لیتے ہیں اور میں جو ٹھیک ہوتی ہوں پھر بھی سب کی نظر میں غلط نمرہ کی طرح نقاب کیا کروں میری تو سوئی اب تک وہی اٹکی ہوئی تھی ۔ نمرہ نقاب کرتی کہاں تھی دادا جی خود تو اندر چلے گئے بعد میں آنٹی ممتاز نے اندر سے مام کو بلایا اور کہا ۔

کتنے شرم کی بات ہے کہ تمہاری لڑکی بازار میں اونچا ہنستی ہے جس کی وجہ سے لڑکے پیچھے لگ جاتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ باہر ایسا ماحول ہو گا آزادانہ میل ملاپ پر یہ پاکستان ہے یہاں ایسا نہیں چلے گا اور وہ گندے جملے اور باتیں جو وہ منحوس لڑکا اس سے کر رہا تھا ان دونوں نے مجھے بتائیں ہیں پر میں کیا بولتے ہوئے اچھی لگوں گی پوپھو یہ چھوٹی ہے ابھی تو باہر سے آئی ہے سمجھ جائے گی میں بڑی بہنوں کی طرح سمجھا دوں گی وغیرہ نمرہ درمیان میں ایسے جملے بار بار بول رہی تھی جیسے کہ اس سے زیادہ سگا میرا اور کوئی نہ ہوا اگر اتنی ہی اپنی ہوتی تو چپ رہتی کوئی بھی بات نہ بتاتی پر یہ سب دکھاوا اور ڈرامہ تھا ۔ آنٹی نے مجھ سے کہا تم سن رہی ہو یہ تمہیں کتنا بچا رہی ہے اور تم ہو کہ اس سے نفرت کرتی ہو پتہ نہیں کیوں پھر دوبارہ مام سے بولیں یہ دونوں ان کا اشارہ نمرہ اور موبل کی طرف تھا شروع سے یہیں پلی بڑھی ہیں آج تک ایسا سننے میں نہیں آیا اور آج اور خیر بس آئندہ دھیان رکھنا امی کا سر بہت نیچے تھا میں سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ انکے کیا تاثرات تھی آنٹی نے بات ختم کی تو مام نے جی اچھا اسے سمجھا دوں گی کہہ کر انہیں تو ان کی ناک رونے کی وجہ سے یا پھر برداشت کی حد پار ہونے کی وجہ سے سرخ تھی میں جو مسلسل روئے جا رہی تھی اب اتنی بھی چھوٹی نہیں تھی میں کہ اس نازک مسئلہ کو نہ سمجھتی اپنا رونا بھول گئی اور آنٹی سے بولی ۔

یہ دونوں جھوٹ بول رہی ہیں اس لڑکے سے یہ دونوں ہنس کر باتیں کر رہی تھیں میں نے باہر رہ کر ایسا کوئی کام نہیں کیا جہاں پر ٹیبل پر جوڑا بیٹھا ہوتا ہے تو یہاں ایسا کیوں کروں گی ۔

چپ کر جاؤ بڑوں کے آگے زبان نہیں چلاتے مام نے مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا ۔ پر مام یہ دونوں جھوٹ بول رہی ہیں ہاں بی بی تم سچی ہو باقی ساری دنیا جھوٹی ہے میں مام کے ساتھ اندر جا رہی تھی جب میں نے آنٹی کی طنز بھری آواز سنی تو بدتمیز و بدلحاظ نہ کسی بڑے کا ادب نہ کسی کا لحاظ اور باتیں سنو اس کی مجھے آنٹی کی آوازیں سنائیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں اور قارئین میں یہ سوچ رہی تھی کہ کیا یہ وہی پاکستان ہے کیا یہ وہ ہی میرے اپنے ہیں جن سے ملنے کو مجھ جیسی بے وقوف پاگل لڑکی رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتی رہی تھی ۔

یہ واقعہ سناتے ہوئے دادا جی نے بتایا کہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تمہاری دادی اپنے بچوں کے لیے ہر ماں کی طرح بہت زیادہ حساس تھی ایک دفعہ تمہاری میری چھوٹی آنٹی رخسانہ چارپائی پر سوئی ہوئی تھیں اس وقت اس کی عمر دو یا تین سال ہوگی کہ ایک نوکرانی چیختی چلاتی ہوئی آئی بیگم صاحبہ بی بی آنٹی رخسانہ کے سیرہاں ے سانپ بیٹھا ہے سب گھبرا گئے تمہاری دادی بھاگتے ہوئے آئی اور سب کے منع کرنے کے باوجود کسی کی نہ مانی جا کر دیکھا تو وہ درمیانے سائز کا چھوٹا سا سانپ تھا ہمارے منع کرنے کے باوجود کہ سانپ یا سنپنی دیکھ نہ رہے ہو انتقام میں نہ آ جائیں پر انہوں نے بڑا اور موٹا ڈنڈا اٹھایا اور اس سانپ پر بے شمار برسایا جو کہ دائیں بائیں جھول رہا تھا جس کی وجہ سے زیادہ ڈر تھا کہ اس نے جو پھن نکال رکھا ہے اس کے سانپ کے جھولنے کی وجہ سے رخسانہ کو نہ لگ جائے اسے سانپ کے بچے کو اتنا مارا کہ وہ مر گیا۔ اور وہ آنٹی کو اٹھائے اندر آ گئی اس طرح دو اور سانپ کے بچے تھے جو کہ دادی نے پکی اینٹ سے مارے تھے میری مام نے ایک بار بہت سی اڑتی چیلوں کو دیکھ کر مجھے بتایا تھا کہ تمہاری دادی ماں کو چیلوں سے بہت ڈر لگتا تھا وہ انہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتیں چاہے یہ چیلیں کتنی بھی دور کیوں نہ ہوں جس کے لیے انہوں نے کچھ ورد تھے جو کہ انہیں کسی بزرگ نے دیئے تھے کہ جب بھی انہیں آسمان پر بہت زیادہ چیلیں نظر آئیں تو وہ شہادت کی انگلی ان کی طرف کر کے وہ ورد پڑھتی جاتی جب تک کہ آسمان ان اڑتی ہوئی چیلوں سے صاف نہ ہو جاتا نہ جانے یہ چیلیں کس سمت کو پرواز کر جاتی اور پھر اسی طرح یہ طاقت دادی ماں نے اپنی بیٹی رخسانہ کو بخش دی ہے اب اگر کبھی آسمان پر بہت سی چیلیں ہوں تو آنٹی رخسانہ بھی شہادت کی انگلی انکی طرف کر کے وہ دادی اماں کا بتایا ہوا ورد پڑھتی جاتی ہیں اور وہ چیلیں کسی اور سمت پرواز کر جاتی ہیں یا پھر غائب ہو جاتی ہیں یہ کوئی نہیں جانتا بس آسمان منٹوں میں صاف ہو جاتا ہے میں نے موہل سے اس بات کی تصدیق چاہی تو موہل نے بتایا کہ یہ سچ ہے میں نے بھی شوق میں آ کر امی سے کہا تھا۔

مجھے بھی وہ ورد سکھائیں مگر موہل کی زبانی کہ امی آنٹی رخسانہ نہیں مانیں گی اور کہنے لگی یہ کوئی عام ورد یا آیت نہیں ہے اس میں بہت طاقت اور جرات ہے کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ تم میں موہل میں نہیں ہے میرے کہنے پر بھی انہوں نے یہ ہی جواب دیا تھا اور تب سے یہ طاقت آنٹی ہی کے پاس ہے جو کہ انہوں نے اب تک کسی کو نہیں بخشی ایک دفعہ ڈیڈ نے بتایا کہ مام اپنے گھر یعنی اپنے میکے رہنے گئی ہوئی تھیں ڈیڈ مام کو واپس لینے کے لیے گئے کیونکہ ایک دن بعد مام ڈیڈ کی واپسی تھی یوا ے ای کے لیے سب سے ملنے کے بعد ہم باہر نکل رہے تھے کہ بہت زور سے آندھی آ گئی ہر طرف گرد و غبار کا طوفان چھا گیا کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا ڈیڈ بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا ہوگا نانا ابو سے ڈیڈ یہ باتیں پریشانی میں بتا رہے تھے کہ نانا جان کچھ سوچ کر اٹھے اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر شہادت کی انگلی سے گول گول دائرہ بنانے لگے ہوا میں اور مجھے حیرت کا جھٹکا لگا یہ دیکھ کر گرد و غبار بھی دائرے کی شکل اختیار کرنے لگے اور پھر چھوٹا سا ہو کر نانا جان نے یکدم اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو مکے کی طرح بند کر کے فوراً کھول دیا تو وہ چھوٹا سا گرد و غبار کا دائرہ بھی ہاتھ

کی انگلیاں کھولتے ہی فنا ہو گیا اور پھر ہم گھر آ گئے۔ جب بھی مام اور ڈیڈ میں جھگڑا ہوتا تو ڈیڈ غصہ میں مام سے کہتے جادوگر کی بیٹی اور مام بھی خراب موڈ میں کہتی آپ جوگی پشتی پیر صاحب ہیں اپنی والدہ ماجدہ کا حال سنایئے وہ کیا کرتی تھیں چیلوں والی بات تو ڈیڈ آئیں بائیں شائیں کرتے دو تین بار یہ بات دونوں کی طرف سے دہرائی جاتی اور پھر دونوں ہنس پڑتے میں انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر سوچتی ابھی تو یہ دونوں لڑ رہے تھے اور اب۔۔۔

میرا اور میری چھوٹی بہن ظفیرہ کا گورنمنٹ کے سکول میں داخلہ ہو گیا ہم جو سکول جانے کے لیے بہت ایکسائٹڈ تھے سکول کی حالت ٹیچرز اور بچے دیکھ کر ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے ظفیرہ جو کہ چوتھی کلاس میں تھی کو رونا آ گیا مام سے بولی مام یہ سکول ہے یا مچھلی بازار مام ہمیں پرائیویٹ انگلش میڈیم سکول میں داخل کروانا چاہتی تھی پر دادا جی کہنے لگے۔ انہیں اردو پڑھنے اور لکھنے میں اب بھی تھوڑی پریشانی ہوتی ہے بے شک پہلے سے کافی بہتر ہیں پر یہاں کے بچوں جتنا تیز نہیں ہیں پہلے انہیں گورنمنٹ کے سکول میں داخل کرواؤ تا کہ وہاں جا کر اردو میں مہارت حاصل کر سکیں پھر بے شک کسی بھی اچھے انگلش میڈیم میں ڈال دینا امی کو دادا جی کی بات مناسب لگی یوں ہم دونوں گورنمنٹ کے سکول میں داخل کرا دیئے گئے ہم سکول میں داخل ہوئے تو وہاں دروازے پر موٹی سی آنٹی جن کا پیٹ لٹک رہا تھا کرسی پر بیٹھی تھیں ان کے ہاتھ میں موٹا سا راڈ ڈنڈا تھا شاید وہ چوکیدار تھیں اگر بھاگنا پڑے تو یہ کیسے بھاگے گی چوکیدار کے ہاتھ میں تو الیکٹرک شاکر یا پھر پسٹل ہونی چاہیے تو پھر اس نے یہ ڈنڈا کیوں پکڑا ہے آنٹی ممتاز مام ظفیرہ اور میں سکول گئے تھے میرا دہم میں داخلہ ہونا تھا اور ظفیرہ کا چوتھی میں پر ہیڈ مسٹریس کہنے لگیں۔

پاکستان میں نہم اور دہم کا امتحان ایک ساتھ ہوتا ہے تو ہم اسے ڈائریکٹ دہم میں نہیں بٹھا سکتے ہیڈ مسٹریس کا خیال تھا کہ اچھے نمبروں کے حصول کے لیے مجھے نہم کو ریپیٹ کرنا چاہیے پر مام کہنے لگیں کہ اس طرح میرا سال مارا جائے گا بجائے آگے جانے کے میں پیچھے آ جاؤں گی اتنے میں آنٹی کہنے لگیں کہ آپ اس کا ٹیسٹ لے لیں۔ ماشاءاللہ بچے باہر سے آئے ہیں بہت لائق ہیں ہیڈ مسٹریس کہنے لگیں۔ ہاں وہ تو میں دیکھ کر ہی سمجھ گئی تھی پر ٹیسٹ تو لینا پڑے گا ہم ان کا انگلش سائنس اور معاشرتی علوم کا ٹیسٹ لیں گے اگر یہ اس میں اچھے نمبر لے لیتی ہے تو پھر دیکھا جائے گا میں نے مام کی طرف دیکھا اور ان کے مجھے دیکھنے پر ان سے پوچھا یہ معاشرتی علوم کیا ہے یہ تو مجھے نہیں آتی مام ہلکا سا مسکرائی اور کہنے لگیں۔ معاشرتی علوم سوشل اسٹڈیز کو کہتے ہیں میں ریلکس ہو گئی میں سمجھی پتہ نہیں یہ کون سا سبجیکٹ ہے اگر اس میں میرے نمبر کم آئے تو پھر مجھے کہیں دوبارہ سے نائنتھ نہ کرنی پڑ جائے جبکہ میری چھوٹی بہن ظفیرہ ان سب بکھیروں سے الگ سکول کے نام پر کھڑی اس بلڈنگ کے احاطے میں بنے ٹوٹے ہوئے جھول پر اس کی نظر تھی اب ظفیرہ ماشاءاللہ سے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے انگلش کر رہی ہے۔ بلکہ جبکہ آپ یہ آپ بیتی پڑھ رہے ہوں گے تب تک وہ ایم اے کمپلیٹ بھی کر چکی ہوگی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کیونکہ اب وہ ایم اے انگلش پارٹ ٹو کے فائنل پیپرز کی تیاریوں میں مصروف ہے مجھ میں اور ظفیرہ میں بہنیں ہونے کے باوجود بہت واضح فرق ہے وہ وری چٹی جبکہ میں صاف رنگت کی حامل وہ شروع سے ہی کاؤ بوائے رہی ہے اسے جھولے جھلانا درختوں پر چڑھنا سائیکل چلانا ون ویلنگ کرنا موٹر سائیکل چلانا غرض ہر لڑکوں والے کام اس میں تھے اس نے کبھی بھی ایک جگہ چین سے بیٹھنا نہیں سیکھا تھا لڑکوں کو دوست بنانا لڑکوں کی طرف بوائے کٹ بال رکھنا بغیر کسی لحاظ کے جو دل میں ہے منہ پر دے مارنا اس کا مطلب اس کا بدتمیز ہونا نہیں یہ اس کی نیچر ہے ہمیشہ کہتی ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گی پھر کوئی بھی بات بری لگے سامنے والے کے منہ پر ہی کہہ دیتی ہے اور بعد میں کہتی ہے میں نے ایسا کہہ دیا میں بائے میرے اللہ مجھے تو معلوم ہی نہیں چلا اسے اگر کسی پر غصہ آئے تو اس کے دل میں اس فرد کے لیے گرہ سی پڑ جاتی ہے چاہے لاکھ وہ بندہ معافیاں مانگتا پھرے یہ جانوروں کو دور سے ہی دیکھتی ہے اور کبھی ہاتھ نہیں لگاتی ہے کہتی ہے یہ گندے ہوتے ہیں یا پھر اسے ان سے ڈر لگتا ہے مرغی کا بچہ چوچو اسے نہیں پکڑتی اگر اسے زبردستی پکڑاؤ تو چیخیں مارتی ہے یا پھر حقیقت میں رونے لگتی ہے لاابالی پن پر بہت سمجھدار اس سب باتوں کے باوجود میری اس کی دوستی مثالی ہے جبکہ میں اپنے کام سے کام رکھنا کسی کو تنگ نہ کرنا دوسروں کی مدد کو ہر دم تیار رہنا جانوروں سے حد سے زیادہ پیار کرنا سردیوں میں انہیں اپنے بیڈ اور رضائی میں سلانا بعد میں مام سے بہت ڈانٹ پڑتی پر پھر سے وہی کچھ گھومنے پھرنے کی اور کھانا پکانے کی شوقین یہ الگ بات کہ مام پہلے کچن میں داخل ہونے نہیں دیتی تھی اور اب کچن ہے ہی میرے سپرد۔ ہارر اور ایکشن موویز کی دلدادہ میرے بال پیٹھ سے نیچے جاتے لمبے کالے موٹے اور سلکی بال مجھے غصہ بہت جلدی آتا ہے عقرب ہوں ناں پر یقین جانیئے بہت جلد شاید دس منٹ میں اتر بھی جاتا ہے میں ابناس دوسروں سے بہت جلدی فری ہو جاتی ہوں اگر کوئی مجھ سے ناراض ہو جائے چاہے میری غلطی نہ بھی ہو تب بھی اسے میں ہی مناتی ہوں۔ میں یہ بات سوچتی ہوں کہ کوئی اگر کسی سے ناراض ہوا ہے تو وہ یہ سوچ رکھتا ہے کہ مجھے میرا دوست منائے گا اگر پھر بھی ناراض دوست کو نہ مناؤ تو یہ بہت بری بات ہے میں کسی کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی چاہے وہ میرا دشمن ہی کیوں نہ ہو میں جانتی ہوں کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے کوئی مجھ سے بات نہ کرے تو میں اس سے کہوں کہ تم بھاڑ میں جاؤ پر میں ایسا نہیں کر سکتی میں جانتی ہوں یہ میرا ایک واحیات عمل ہے۔ جو کہ اکثر میرا ستیاناس کر دیتا ہے پر میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہوں میں جانتی ہوں کہ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ سٹار عقرب ہے اور یہ۔۔ پر یہ ضروری تو نہیں کہ جو کچھ آپ کے سٹار میں درج ہو وہ ہی سو فیصد آپ میں موجود ہو اور میری تو اپنے سٹار سے تقریباً ہر بات ہی الگ ہے موبل کہتی ہے تم تو سوائے اپنے غصہ کے عقرب لگتی ہی نہیں خیر آپ کہتے ہوں گے اپنی تعریفوں میں زمیں آسمان ایک کر رہی ہے پر یقین جانئے میرے دوست گھر والے اور میرا اللہ جانتا ہے میں سو فیصد نہیں ہزار فیصد ایسی ہی ہوں بے وقوف دوستوں پر جان اور مال لٹانے والی پر

ہمیشہ آخر میں زیادہ تر خالی ہاتھ رہ جاتی ہوں اسی لیے میں چاہتی ہوں کہ میں بھی ظفیرہ کی طرح ہو جاؤں اندر سے نرم پر اوپر سے بروں کے ساتھ بدلحاظ اور سخت ہم نے پھر ٹیسٹ دیا جس میں ہم دونوں کہ بہت اچھے نمبر آئے جس کی وجہ سے ہیڈ مسٹریس نے یہ تجویز دی کہ ابناس تین ماہ میں نہم کا سارا کورس کور کر کے دہم میں بیٹھ سکتی ہے جبکہ ظفیرہ کو فورتھ سے سکس کلاس میں پروموٹ کر دیا گیا ہم کل سے سکول روٹین سے جانے کے لیے گھر لوٹ آئے۔

میرے دادا جی کے دادا جی حافظ قرآن تھے حافظ دادا جی کے چھوٹے چاچا تھے میرے دادا جی رحمت اللہ کے سب بہ میرے ڈیڈ سمیت انہیں حافظ دادا صاحب کہتے تھے اور ہیں کیونکہ میرے دادا جی کے والد محترم میرے دادا جی کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے جس وقت انکی میرے دادا جی عمر آٹھ یا دس سال رہی ہو گی تو اپنے بھتیجے بھتیجیوں کی بہت کفالت کے لیے انہوں نے شادی نہیں کی کہ نجانے آنے والی تم لوگوں کو برداشت کرے گی یا نہیں پھر انہوں نے باپ بن کر ہماری کفالت کی دو سال بعد دادا جی کی والدہ بھی وفات پا گئی پھر دادا جی حافظ نے ان سب کو ماں اور باپ بن کر پالا جب تک ان کی دادا جی چھوٹی بہن قابل نہ ہو گی کہ سلائی کڑھائی کر کے اپنے باقی بہن بھائیوں کی کفالت کر سکتی حافظ دادا جی جب بھی کوئی جنازہ پڑھا کر واپس آتے تو ہمیشہ آنکھوں میں آنسو بھر کر ان سب بہن بھائیوں کی طرف دیکھتے اور کہتے میں نے تم سب کے لیے اپنی ہر خوشی واردی پر دیکھو بڑے ہو کر میرے مرنے کے بعد تم جب بھی نماز میں دعا کرو گے یا پھر ویسے دعا کرو گے تو مجھے بھول جاؤ گے اور کہو گے میرے والدین کو بخش دے یا اللہ مغفرت کے لیے ہمیشہ اپنے والدین کو یاد کرو گے میرا نام تو کبھی یاد آنے پر ہی لو اس لیے میں نے ہمیشہ اپنے ڈیڈ کو اپنی والدہ میری دادی مرحومہ سے پہلے حافظ دادا جی کی مغفرت کرتے سنا ہے اللہ تعالیٰ حافظ دادا جی کی قبر پر اپنی بے حساب رحمتیں نازل کرے آمین حافظ دادا جی چونکہ حافظ قرآن تھے تو وہ دوپہر کے وقت بچوں کو ظہر کی نماز کے بعد قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے یہ اس زمانے کی بات ہے جب میرے دادا جی کی والدہ حیات تھیں۔ ایک دن جب حافظ صاحب بچوں کو قرآن پاک پڑھانے جانے لگے تو میرے دادا جی کی والدہ نے حافظ دادا جی سے کہا۔ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے آتے ہوئے مرچیں لے آنا میں اسی کی چٹنی بنا لوں گی پھر کہنے لگیں ایسا کریں کہ مجھے پہلے مرچیں دے جانا پھر مدرسہ جانا پتہ نہیں واپسی میں میں آپ کو کتنی دیر ہو جائے حافظ دادا جی نے سر کو اثبات میں ہلایا اور گھر سے نکلنے راستے میں بھول گئے کہ بھابھی نے کیا کہا تھا جب انہوں نے بچوں کو قرآن پاک پڑھانا شروع کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ ان کا ذہن ترین ساگرد عبدالسمیع آج نہیں آیا آپ اس کے منتظر تھے ایسا کبھی نہ ہوا تھا کہ اس نے چھٹی کی ہو آپ اس کے متعلق کسی سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ کوئی بھی اسے نہیں جانتا تھا وہ زیادہ تر خاموش رہتا اور کسی سے قطعاً بات نہ کرتا پر وہ سب سے زیادہ آپ کو قریب تھا۔ کچھ دیر بعد مدرسہ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ عبدالسمیع اندر آیا اس نے اندر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

آ کر سب کو مشترکہ سلام کیا اور قرآن پاک پڑھنے لگا قرآن پڑھنے کے بعد آپ نے اس سے دیر سے آنے کی بات دریافت کیا جس پر اس نے بتایا کہ اس کی دور پار کی رشتے میں بہن لگتی ہے ہم اس کی شادی پر گئے تھے تو وہ علاقہ کافی دور ہے تو وہاں سے آنے میں دیر ہو گی تو حافظ دادا جی حسب معمول گھر کی طرف لوٹ آئے گھر میں داخل ہو کر دروازہ کو بند کرنے کے لیے جیسے ہی مڑے تو سامنے اپنی بھابھی کی بڑ بڑاہٹیں سنائی دیں تو انہیں یاد آیا کہ انہوں نے کیا لانے کو کہا تھا اس سے پہلے کہ بھابھی مرچوں کے بارے میں سوال کرتیں حافظ دادا جی دبے قدموں واپس باہر نکلنے ہی والے تھے کہ دروازے پر زور سے دستک ہوئی بھابھی نے دستک کی آواز سنی ہو گی تو جب ہی مڑ کر دیکھا ہو گا تو تبھی کہنے لگیں میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں مرچیں لائیں آپ نے دستک کی آواز کو جو کہ دوبارہ سے ہو رہی تھی غنیمت جانا۔ اور بغیر کوئی جواب دیئے باہر جانے کو دروازہ کھولا تو سامنے عبدالسمیع کو کھڑے پایا وہ مسکرا رہا تھا حافظ صاحب نے اس سے یہاں آنے کا سبب پوچھا عبدالسمیع نے دائیں بائیں ایسے دیکھا جیسے کسی ذی روح کے نہ ہونے کا یقین کرنا چاہتا ہو جب اسے کسی کے بھی نہ ہونے کا یقین ہو گیا تو اس نے اپنا ہاتھ ہوا میں لہرایا جو بھی کیا تو اس کے ہاتھ میں درمیانے سائز کا درخت مرچوں کا بہت سا سبز دھنیا اور بڑے بڑے موٹے بینگن تھے عبدالسمیع نے مجھے یہ ساری چیزیں دیں اور مجھے خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔ کچھ دیر تو مجھے اس کے قدموں کی آواز سنائی دیتی رہی پھر شاید وہ غائب ہو گیا ہو گا میں واپس اندر آیا بھابھی کو یہ چیزیں دیں تو وہ کچھ حیرانگی اور بہت زیادہ خوشی سے پوچھنے لگیں۔ حافظ جی ابھی تو آپ یہاں تھے تو پھر اتنی جلدی اور اتنا سامان کہاں سے لائے حافظ جی بتاتے ہیں میں نے انہیں پھر سے کوئی جواب نہ دیا اور آتا ہوں کہہ کر پھر سے دروازے سے باہر نکل گیا۔ حافظ جی بتاتے ہیں کہ جب عبدالسمیع پہلی بار میرے پاس قرآن پاک پڑھنے آیا تو مجھے اس میں عام بچوں کی نسبت مختلف لگا نابینا افراد میں عام انسانوں کی نسبت زیادہ سمجھداری پائی جاتی ہے کیونکہ رب کی طرف سے زندگی گزارنے کے لیے ان کی مختلف حسیں بہت زیادہ تیز ہوتی ہیں چونکہ حافظ دادا جی بھی نابینا تھے پر دادا جی بتاتے ہیں حافظ جی اکثر کام ایسے کر جاتے کہ ہم دنگ رہ جاتے کہ کیا واقعی یہ حقیقت میں نابینا ہیں پر اتنا عرصہ ساتھ رہ کر یہ تو ہمیں پتہ تھا کہ وہ حقیقت میں نابینا تھے دادا جی کہ بقول حافظ دادا جی بھی کہتے تھے کہ میں سب کچھ ایسے محسوس کرتا ہوں جیسے کہ دیکھ رہا ہوں حافظ جی بتاتے ہیں کہ سمیع عام بچوں سے مختلف تھا وہ نہ بولنے کے برابر بولتا تھا سب سے پہلے آتا وقت پر واپس جاتا ہمارے علاقے میں دور دور تک کوئی اسے نہیں جانتا تھا مجھے وہم ہونے لگا کہ شاید یہ ہماری طرح انسانوں کے زمرے میں نہیں آتا میں اکثر اس سے پوچھنا چاہا پر ہمت نہ ہوئی ایک دفعہ جب چھٹی ہوئی سب بچے گھروں کو چلے گئے سمیع تو سب سے پہلے جا چکا تھا میں مسجد کی کنڈی لگا کر باہر نکلنے لگا تھا کہ مجھے سمیع کی موجودگی کا احساس ہوا میں نے پوچھا۔

عبدالسمیع کیا تم یہاں ہو اس نے ہاتھ سے تالی بجائے میں سمجھ گیا کہ وہ کوئی خاص بات کرنا

چاہتا ہے اس نے عزت سے مجھے مخاطب کیا حافظ صاحب آپ ٹھیک سوچتے ہیں میں انسان نہیں ہو جنوں کی بستی سے ہوں حافظ جی کی زبانی میں ڈر گیا پر سمیع نے مجھے ہمت دیتے ہوئے بتایا کہ میں جنوں کے فلاں علاقے کے سردار کا بیٹا ہوں آپ یہ بات کسی کو مت بتائیے گا۔ کسی کو پتہ نہ لگنے کی شرط پر ہی مجھے آپ کے پاس پڑھنے کی اجازت ملی ہے آپ مجھے لے کر پریشان تھے آپ کی پریشانی دور کرنے کو بتا رہا ہوں تب سے لے کر آج تک کسی کو یہ بات پتہ نہیں تھی پھر وہ پورا قرآن پاک پڑھ کر چلا گیا۔ پھر وہ کبھی بھی مجھ سے ملنے آتا۔ اور بہت سی چیزیں لاتا اب تو کافی سال ہو گئے وہ نہیں آیا نہ وہ آیا ورنہ ہی وہ مجھے بھولتا ہے اتنے سالوں بعد جب کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں چل بھی نہیں سکتا ہوں تو آج اس کی یاد آئی تو رہا نہ گیا اور آپ سب سے اس کا ذکر کر بیٹھا ویسے بھی وعدہ کسی کو نہ بتانے کا سمیع کے بارے میں تب تک تھا جب تک وہ میرے پاس قرآن پڑھتا تھا اب تو یہ کہانی مجھے میرے حافظ دادا جی نے سنائی تھی جو کہ مجھے یاد تھی تو اس لیے تمہیں سنا رہا ہوں میرے پوچھنے پر کہ آپکو یہ کہانی کب اور کس نے سنائی کے جواب میں دادا جی نے مجھے بتایا۔

آج میرا اور ظفیرہ کا سکول میں پہلا دن تھا ہم ٹائم پر آٹھ بجے سکول کے اندر تھے ظفیرہ نے خالی سکول دیکھ کر مجھ سے کہا آپو آج سکول میں چھٹی تو نہیں ہے کیونکہ پورے سکول میں تین یا چار لڑکیاں تھیں کسی سے پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی یہ بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکیاں تو تقریباً نو بجے تک آ رہی تھیں لیٹ آتی جاتی ہیں دس روپے جرمانے دیتیں اور آرام سے کلاس میں آ بیٹھتی سکول میں اسمبلی کے دوران سب ہمیں اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے ہم کسی سیارے سے آئے ہوں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جب کوئی آپ کو بار بار سر سے پاؤں تک دیکھے اور پھر اپنے ساتھی کے کان میں کوئی بات کر کے ہنسنے لگے تو آپ اپنے آپ میں سمٹ جاتے ہیں اگر ورڈ محسوس کرتے ہو اور شرمندگی آپ کو گھیر لیتی ہے کہ شاید میں صحیح نہیں لگ رہی میرا لباس کہیں سے خراب یا پھٹا ہوا ہے اسمبلی ختم ہوئی تو میں ظفیرہ کے ساتھ ہیڈ مسٹریس کے آفس میں چلی گئی انہوں نے ہمیں اس موٹی سی عورت کے ساتھ کلاس میں بھیج دیا وہ موٹی عورت اتنا بول رہی تھی کہ جواب دے دے کر میرا منہ تھک گیا شکر ہے کہ ظفیرہ کی کلاس آ گئی اس نے ظفیرہ کو اندر بھیج دیا۔ اور پھر مجھے چھوڑ کر چلی گئی میں کلاس میں داخل ہوئی تو چکرا گئی چھوٹی سی کلاس اندر ستر یا اسی لڑکیاں اور پسینے کی سمل ٹیچر نے میرا نام پوچھا اور اس کا اندراج کر کے مجھے بیٹھنے کو کہا مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کس طرح اور کہاں بیٹھوں کیونکہ کلاس میں بہت زیادہ لڑکیاں ہونے کی وجہ سے جگہ نہیں تھی اور دوسرا کلاس میں کرسی کی بجائے سب زمین پر چادروں پر بیٹھے تھے۔

یہ 2005 کی بات ہے ایک سال بعد کرسیاں آ گئی تھیں پہلے چادروں پر سارے بیٹھتے تھے ٹیچر نے کلاس کی ایک لڑکی جو کہ مانیٹر تھی سے کہا اسے کہیں بٹھاؤ۔ عمارہ۔ عمارہ نے مجھے لے کر اپنے ساتھ بیٹھا لیا میں نے کالے رنگ کی جینز پہنی ہوئی تھی اس میں زمین پر بیٹھنا مشکل تھا پر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سب میری ہی طرف دیکھ رہی تھیں اس لیے جلدی سے بیٹھ گئی ٹیچر کا پیریڈ تبدیل ہو گیا۔ وہ چلی گئی تو سب لڑکیاں شاید اسی انتظار میں تھیں کہ میرے اردگرد جمع ہو گئیں ایک نے پوچھا۔

تم کون سے ملک سے آئی ہو یہاں کی نہیں لگتی ہو۔ میں نے بتایا کہ یو اے ای کے شہر شارجہ سے وہاں تو عربی بولی جاتی ہے عربی بولنا آتی ہے میں نے ہاں میں سر ہلایا اب ہر لڑکی اپنے سوال کا جواب جاننا چاہ رہی تھی عربی آتی ہے انگلش بولنا آتی ہے عربی اور انگلش بول کر سناؤ کوئی گانا سناؤ واپس باہر کب جانا ہے یہاں کیوں آ گئے اس سکول میں کیوں آئی ہو پرائیویٹ میں کیوں نہیں گئی۔ وہاں تمہارے کتنے لڑکے دوست تھے تمہارے سکول کا نام اور لباس کیا تھا کیا ایجوکیشن تھا کیا باہر کا ملک ویسا ہی ہے جس طرح ہم ٹی وی پر دیکھتے ہیں منگنی ہو چکی ہے یا نہیں کسی کو پسند کرتی ہو میں منہ کھولے ان کے عجیب و غریب سوالات سن رہی تھی میں ایک سوال کا پورا جواب بھی نہ دے پاتی کہ دوسری میرا منہ اپنی طرف کر لیتی ان سب کو تھوڑے وقت میں سب کچھ جان لینے کی خواہش تھی کیونکہ ٹیچر کسی وقت بھی آ سکتی تھی اور میں ٹیچر کے کلاس میں جلدی سے آنے کی دل ہی دل میں دعا میں کر رہی تھی پر جس کلاس میں ٹیچر ہی اپنی مرضی سے آئے اس کلاس کا تو ان سب میں سے صرف ایک لڑکی تھی جو کہ کونے میں بیٹھی ہوئی تھی اس کے چہرے سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا اور وہ سب کو غصہ سے دیکھ رہی تھی مجھے اس سے خوف محسوس ہو رہا تھا میں کبھی کبھی چپکے سے اس کی طرف دیکھ لیتی تھی اور جب بھی میں اس کی طرف دیکھتی وہ میری ہی طرف غصہ سے دیکھ رہی ہوتی مجھے سب لڑکیاں تنگ کر رہی تھیں تنگ میں اس لیے لکھ رہی ہوں کیونکہ جس سوال کا میں انہیں جواب دیتی وہ سب مل کر ایک آواز میں اسے دہراتیں اور پھر سب ہنسنے لگتیں مجھے جو محفلوں میں جانے سے یا پھر بھیڑ والی جگہ پر گھبراہٹ ہوتی تھی میرا دل زور سے دھڑکنے لگا مجھے سب سے وحشت ہونے لگی شاید کمرے میں موجود حبس میرے دماغ کو چڑھ رہا تھا میں اٹھ کر باہر جانے لگی مجھے ظفیرہ کا بھی خیال تھا۔ کہ وہ کس حال میں ہو گی کیا اس کے ساتھ بھی یہ ہی سب ہو رہا ہو گا پر اس بات کا بھی سہارا تھا کہ کوئی اس سے ایک سوال پوچھے تو وہ اس ایک سوال کے بدلے پوچھنے والے سے دس سوال پوچھتی ہے۔ وہ خود پریشان ہونے کے بجائے دوسروں کے ساتھ پورا آتی ہے میں پھر بھی ایک بار ظفیرہ کو خود سے دیکھ لینا چاہتی تھی اس خیال سے میں اٹھ کر باہر جانے لگی کہ ہیڈ گرل عمارہ میرے آگے آ گئی اور کہنے لگی۔ تم باہر نہیں جا سکتی میں منت بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی کہ مجھے جانے دو عمارہ سمجھی کہ میں اس کی بات نہیں سمجھی تو وہ ٹوٹی پھوٹی انگلش میں مجھ سے بولی تم باہر نہیں جا سکتی ٹیچر کسی بھی وقت آتی ہو گی مجھے پریشانی میں بھی اس کی انگلش سن کر ہنسی آ گئی اور پوری کلاس میں سناٹا پھیل گیا۔ میں ڈر گئی کہ مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی کیونکہ عمارہ کے چہرے پر سختی آ گئی تھی وہ مجھے کندھے پر ہاتھ سے پیچھے دھکیلتی ہوئی بولی تم ہو کیا ذرا باہر سے کیا آ گئی ہو تو سر پر نہ چڑھو۔ مجھے سر پر بیٹھوں کو نیچے پھینکنا آتا ہے اور اپنے یہ بھولپن کے مظاہرے چھوڑو اور کل سے یونیفارم میں آنا وہ غصہ میں ہونے کی وجہ سے اردو جلدی

جلدی بول رہی تھی جس کا مجھے آدھا لفظ سمجھ آتا باقی گزر جاتا ہم اردو بول لکھ اور سمجھ لیتے تھے پر اگر آرام سے بولا جائے تو وہ پھر غصہ سے پکاری۔ تم ہوتی کون ہو میرے آگے زبان چلانے والی مجھے رونا آنے لگا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ تو یہ اتنے غصہ میں آ گئی ہے اگر کچھ بولوں گی تو پھر میرا کیا بنے گا ویسے بھی مام نے ہمیں صبح ہی سمجھایا تھا کہ اب ہم نے اسی سکول میں جانا ہے تو سب سے بنا کر رکھنا یہاں کے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ میں آ جاتے ہیں اور کبھی بڑی سے بڑی بات پر بھی ہنس دیتے ہیں مام سمجھا تو یہ بات ظفیرہ کو رہی تھیں پر میں بھی پاس ہی تھی کیونکہ مام کو پتہ تھا کہ ظفیرہ کو کوئی ایک سنائے تو وہ دس سنا کر آتی ہے کلاس روم کا شور گندی بو ظفیرہ کا کیا حال ہو گا یہ مجھے کیوں نہیں جانے دے رہی ان سب سوچوں کی وجہ سے مجھے ایسا لگا جیسے مجھے چکر آ رہے ہو کیونکہ صبح سکول آنے کی خوشی میں بریک فاسٹ بھی نہیں کیا تھا کہ اللہ نے میرے لیے ایک فرشتہ بھیج دیا عمارہ تم اسے باہر جانے سے نہیں روک سکتی وہ اس کلاس میں نئی آئی ہے اسے تھوڑا وقت دو وہ سمجھ جائے گی وہ کالی اور چھوٹے قد والی لڑکی جس کے چہرے پر شاید چیچک کے داغ تھے جو آخر میں بیٹھی ہم سب کی طرف غصہ سے دیکھ رہی تھی عمارہ سے میرے لیے لڑنے لگی عمارہ مجھے جانے نہیں دے رہی تھی اور وہ لڑکی مجھے لے جانے پر بضد تھی عمارہ اسے جانے دو اس لڑکی نے پھر سے کہا عمارہ دروازہ کے درمیان بازو حائل کر کے کھڑی ہو گئی تمہیں نہیں پتہ ٹیچر کلاس میں نہیں ہیں جب وہ آئیں گے تو ان سے پوچھ کر جانا کیوں تمہاری جو آوارہ دوستیں سارے سکول میں لور لو پھرتی ہیں ٹیچر سے پوچھ کر جاتی ہیں آخری بار کہہ رہی ہوں جانے دو ورنہ ورنہ کیا۔ اس لڑکی نے میرا کانپتا ہوا ہاتھ پکڑا عمارہ کو دھکا دیا وہ جو اس کے لیے تیار نہ تھی لڑکھڑا گئی اور وہ لڑکی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے باہر لے آئی نادیہ رکو آج تو تمہاری خیر نہیں ٹیچر کو دس لگا کر بتاؤں گی عمارہ کے نعرے عروج پر تھے پر وہ لڑکی جس کا نام شاید نادیہ تھا مجھے ظفیرہ کے کمرے میں لے گئی۔ نادیہ کے پوچھنے پر میں نے اسے بتایا تھا کہ چھوٹی بہن سکس میں پڑھتی ہے میں ظفیرہ کے روم میں آئی جہاں وہ دیوار سے ٹیک لگا کر نارمل انداز میں کسی لڑکی سے باتیں کر رہی تھی مجھے دیکھا تو خوش ہو کر اپنی دوست کو مجھ سے ملوانے لے آئی۔

اس لڑکی نے مجھے بڑی جل کر سلام کیا تو میں نادیہ کی طرف دیکھ کر شرمندہ سے انداز میں اسے جواب دیا کہ تم جو مجھے بڑا سمجھ کر سلام کر رہی ہو تمہیں کیا پتہ کہ ابھی کلاس میں میری کیا درگت بنی ہے خیر پھر میں اور نادیہ واپس کلاس میں آ گئے ابھی بیٹھے نہ تھے کہ بیل بج گئی یہ کینٹین کی بیل تھی ہم پھر سے باہر آ گئے نادیہ مجھے ایک بہت ہی زیادہ بھیڑ والی جگہ پر لے گئی وہاں پر ایک کمرہ تھا جس کے اوپر کینٹین لکھا تھا میں سمجھ گئی کہ یہ یہاں کی یہ یہاں کی ٹک شاپ ہے جہاں پر بہت سی لڑکیاں ایک دوسرے کو روندھنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھیں۔ جلد سے جلد کینٹین سے اپنی مطلوبہ چیز حاصل کرنا چاہتی تھی انکی لڑائی جھگڑے، دھکم پیل پہلے مجھے جانے دو کی ملی جلی اونچی آوازیں یہ سب دیکھ کر مجھے ایسا لگا جیسے یہ جیل سے چھوٹے قیدی ہوں۔ جو جلد سے جلد جیل کا دروازہ پار کرنا چاہتا ہو انہیں دیکھ کر مجھ پر گھبراہٹ سوار ہونے لگی میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یہاں سے جلد سے جلد چلی جانا چاہتی تھی پر نادیہ کو چھوڑ کر بھی چلے جانا غیر اخلاقی حرکت تھی میں نے اسے بہت سی لڑکیوں کو پیچھے کر کے باہر نکلتے ہوئے دیکھا اس کے گھنگریالے بال ہوا میں اس طرح کھڑے تھے جیسے کہ انہیں جل لگا کر سیدھا کیا ہوا اس کا ادھا دوپٹہ اس کے شانے پر تھا اور باقی آدھا اس نے کھینچ کر لڑکیوں کی بھیڑ میں سے نکالا اور اپنے بال سیٹ کرتی ہوئی وہ مسکراتی ہوئی میری طرف آئی مجھے خوشی ہوئی کہ اب ہم اپنی کلاس میں جا کر بیٹھیں گے پر نادیہ کا ایسا کوئی موڈ نہ تھا اتنی زیادہ بھیڑ میں تم کیسے ریلکس بیٹھی ہو۔ میرے چہرے پر گھبراہٹ دیکھ کر وہ پھر آرام سے چپس کھانے لگی پھر اسے میری طرف بڑھایا اور پھر بولی۔ تم ان لڑکیوں سے کیوں گھبرا رہی ہو اگر کوئی بھی لڑکی تمہاری طرف ایک منٹ دیکھے تو تم اسے تین منٹ گھورو تم یقین کرو وہ تمہاری طرف دیکھنے سے گریز کریں گی تم جتنا بھی گھبرائی لگ رہی ہو تم جتنا بھی گھبرائی ہو۔ دوسرا تمہیں اور کنفیوز کرتا ہے اس کی بات سن کر مجھے لگا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے پر۔۔ ہم جہاں کھڑے تھے ہم سے تھوڑے فاصلہ پر تین لڑکیاں کافی دیر سے ہم دونوں پر کمنٹس پاس کر رہی تھی ایک تو میرے لانگ شوز کی طرف دیکھ کر اتنا ہنس رہی تھی کہ اس کے سارے دانت نظر آرہے تھے اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ میں غلطی سے اپنے بجائے ڈیڈ کے تو شوز نہیں پہن آئی ان کا تو میں دماغ ٹھیک کرتی ہوں بیٹا جی اپنے ان بٹنوں کو سنبھالو دیکھتے ہی دیکھتے کہیں باہر نہ گر پڑیں اور تم۔۔ تمہیں بہت ہنسی آرہی ہے یہ جو جوتے اس نے پہن رکھے ہیں اسی کے ہیں اس کے ابو نے اسے لے کر دیئے ہیں تمہارے ابا کے نہیں چرا کر آئی جو دیکھ دیکھ کر باولی ہوئی جا رہی ہو اور جتنا زور سے تم ہنس رہی ہو ناں۔ اتنی ہی شدت سے تمہاری بتیسی باہر آگرے گی دانت سنبھالو اپنے ورنہ توڑ دوں گی سارے کے سارے پھر ڈھونڈتی رہنا بڑی بدتمیز باجی ہے اس سے بچ کر رہو ان تین لڑکیوں میں سے ایک نے دوسری کے کان میں کہا۔ ناجی باجی آپ تو ایویں ہم سے لڑنے آ گئی ہو۔ ہم تو اپنی کسی بات پر ہنس رہے تھے آپ تو ایویں ہمیں ڈانٹ رہی ہو اب وہ تینوں وہاں سے کھسکنے کے موڈ میں تھیں اور پھر وہ تینوں وہاں سے چلی بھی گئیں بیل کی آواز پر ہم دونوں کلاس روم میں آ گئے وہاں آ کر جو ہنگامہ کیا عمارہ نے وہ ایک الگ بات ہے اب بھی عمارہ سے نادیہ ہی پوری آرہی تھی اس دن میں نے ایک بات سیکھی کہ کمزور کی کوئی نہیں سنتا اگر یہاں رہنا ہے تو ڈنکے کی چوٹ پر رہو کوئی آپ کو ایک سنائے تو آپ اسے دس تو ہی آپ کی جیت ہے ورنہ۔۔۔ پر میں ایسا صرف سوچ سکتی ہوں کر نہیں سکتی میری بھلائی اسی میں ہے کہ اس لڑکی سے بنا کر رکھوں میں سوچ رہی تھی کہ نادیہ ہے تو بہت بدتمیز پر اس سے بڑا کچھ سیکھنے کو ملے گا کیا سیکھنے کو ملے گا یہ مجھے نہیں پتا تھا یہ سوچتی ہوئی ہم دونوں کلاس میں سے باہر آ گئے کیونکہ چھٹی کا ہارن بج رہا تھا۔

دادا جی نے مجھے ایک سچی کہانی سنائی جو کہ میری تائی کی والدہ مرحومہ کے متعلق تھی دادا جی نے کہانی کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ کہ تمہاری تائی تو بہت لڑتی ہے ناں مجھے ہنسی آئی کہ دادا جی بھی جانتے ہیں کہ تائی کتنی لڑاکی ہے پر اس کی

ماں اللہ جنت نصیب کرے۔ بہت ہی معصوم فطرت کی نمازیں عورت تھی جس کو اس کے امیر فیشن ایبل شوہر یعنی تائی کے والد نے یہ کہہ کر طلاق دے دی کہ یہ بے وقوف عورت میرے قابل نہیں ہے پارٹنرز اور مکس گیدرنگ میں یہ مس فٹ ہوتی ہے تو گھر میں شوپیس بنا کر کیوں رکھوں ۔ مجھے کسی ایسی کی ضرورت ہے جو میرے ساتھ قدم ملا کر چل سکے تائی کے والد نے ایک بوسیدہ گھر جو کہ کرائے کا تھا اسمیں ان کی والدہ کو شفٹ کر دیا اور سال کا کرایا دے کر پھر کبھی مڑ کر نہیں دیکھا وہ اللہ کی سادہ بندی اس عنایت پر بھی خوش تھی تائی کے والد کا شکر یہ ادا نہ کرتے تھکتی تائی کی والدہ کا بس ایک ہی مطالبہ تھا طلاق سے پہلے کہ بے شک میری شکل بھی مت دیکھنا بس اپنے بچوں کی خبر گیری رکھنا تائی کی والدہ کو جب طلاق ہوئی تو اس وقت تائی کی عمر گیارہ سال تھی اور اگلے ہی سال تائی کے والد نے دوسری شادی کر لی وہ عورت جسے میری تائی تائی بلاتی تھی بہت ہی فیشن ایبل الٹرا ماڈرن اور تیز طرار تھیں سارا گھر تو کرول پر چلتا تھا تائی کبھی ماں اور کبھی باپ کے پاس رہتی لیکن تائی کی ماں کی خواہش تھی کہ تائی اور اس کا ایک ہی بھائی تھا دونوں زیادہ تر باپ کے پاس رہیں تاکہ زندگی کی ہر سہولت اور خوشی انہیں میسر رہے جو کہ تائی کی والدہ کے پاس ناپید تھیں ماں کے بار بار سمجھانے پر تائی اپنے باپ کے ساتھ ہی رہتی باپ نے تائی اور اس کے بھائی کو سکول میں داخل کروا دیا جس کی وجہ سے تائی اپنی ماں سے بہت کم ملنے لگی جب بھی تائی اپنی ماں سے ملنے جاتی تو اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے کہ ماں اپنے کمرے میں تنہا ہونے کے باوجود کسی سے باتیں کرتی ہے مگر یہ اس نے اپنا شک جانا کچھ سال بعد تائی کی شادی ہو گئی تائی کی شادی کے تین سال بعد تائی کی والدہ بہت بوڑھی اور تقریباً نابینا ہو چکی تھیں انہیں بہت ہی کم دکھائی دیتا تائی کا کہنا تھا کہ وہ اپنی ماں سے ملنے اس نیت سے اپنے چھوٹے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ گئی کہ ماں کو منا کر اپنے ساتھ لے آؤں گی کہ میرے ساتھ رہو اس لیے جب وہ ماں کے گھر میں داخل ہوئیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ پورا گھر صاف ستھرا تھا اور ماں کے سرہانے تازہ بھاپ اڑاتا ہوا کھانا پڑا تھا تائی نے پوچھا۔

آپ تو ٹھیک سے دیکھ بھی نہیں سکتی تو پھر صفائی کس نے کی اور کھانا کس نے پکایا بس کچھ خود کر لیتی ہوں اور کچھ اللہ مدد کر دیتا ہے امی آپ کام والی رکھ لو میرا سارا دھیان آپ ہی کی طرف رہتا ہے تائی نے اپنی والدہ کو منایا پر وہ نہیں مانی کہنے لگیں اس کی ضرورت نہیں ہے اللہ کا شکر ہے میرا کام ہو جاتا ہے ویسے بھی میرا کام ہوا ہی کتنا ہے اکیلی جان ہو گزارا ہو جاتا ہے میری فکر نہ کیا کرو تائی واپس آ گئی چھوٹی عید کا ذکر کرتے ہوئے دادا جی نے بتایا کہ ایک بار چھوٹی عید پر تائی اپنے تینوں بچوں کے ساتھ اپنی ماں کے گھر گئی تو سب نانی سے عید ملنے کے بعد عیدی کا تقاضا کرنے لگے تائی بچوں کو ڈانٹنے ہی لگی تھی کہ نانی کے پاس کہاں سے آئے یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ انکی والدہ نے تکیہ کے نیچے سے نوٹوں کی نئی گڈی نکالی ۔ اور سب بچوں میں پیسے تقسیم کیے تائی حیران رہ گئی ماں سے پوچھا۔

اتنے پیسے وہ بھی نئے کہاں سے لیے ماں کہنے لگی بس کیا بتاؤں پھر بھی کچھ تو بتائیں کیا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بتاؤں وہ مجھے دے جاتے ہیں۔کون امی ۔بس ہیں کوئی تم اپنے کام سے کام رکھو تائی کہنے لگیں۔ کہ میں سمجھی شاید ابو دے جاتے ہیں اور وہ ان کا نام نہیں لینا چاہتی اس لیے میں نے مزید نہیں کریدا کہ چلو اپنی بات ہے باپ کو کچھ تو خیال آیا تائی کہتی ہیں اسی عید والے دن ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ دیر بعد ساتھ والے کمرے سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کہ کوئی لڑ رہا ہو تائی کہتی ہیں کہ وہ عجیب سی آوازیں تھیں اس سے پہلے کہ میں امی سے کچھ پوچھتی امی خود ہی بول پڑی بس بھی کر جاؤ تم دونوں کی تو لڑائیاں ہی ختم نہیں ہوی چپ کر جاؤ میں امی سے بولی۔

امی وہاں تو کوئی نہیں ہے پر یہ عجیب آواز یں کہاں سے آرہی ہیں میں اندر آتے ہوئے خود سنتی لگا کر آئی تھی دروازے کی کوئی اندر بھی نہیں آ سکتا تھا۔ پھر یہ ساتھ والے کمرے میں بھی کوئی نہیں ہے پھر آپ کس سے بات کر رہی ہیں امی نے ہاتھ بے زاری سے سر پر مارے ہوئے آرام سے لہجے میں کہا۔

یہ اللہ والوں جنات کے بچے ہیں میں اپنی کرسی سے اچھل پڑی سارا دن لڑنے مرنے اور مجھے تنگ کرنے کے علاوہ انہیں اور کوئی کام نہیں ہے۔جتنی میری مدد کرتے ہیں اس سے زیادہ تنگ کرتے ہیں پر چلو مجھ بڈھی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مدد کر جاتے ہیں انکی ماں بہت نیک اور اچھی عورت ہے کبھی کبھی میرے پاس آ بیٹھتی ہے جب بھی یہ مجھے تنگ کرتے ہیں تو یہ انہیں ڈانٹتی ہے یہ دونوں بچے کبھی میری تسبیح گما دیتے ہیں کبھی وضو والا لوٹا تو کبھی جوتی ہر مہینے ان کی ماں مجھے نیا جوتا لا کر دیتی ہے اور یہ ہر ماہ گما دیتے ہیں ان کی ماں انہیں مجھے تنگ کرنے منع کرتی ہے اور ساتھ مجھے بھی کہتی ہے کہ ا[illegible] باپ سے ان کی شکایت نہ کرنا وہ بہت غصہ [illegible] ہے کیا اوپری چیزوں کی ماؤں مین بھی محبت جذبے پائے جاتے ہیں اپنی والاد کے لیے جو [illegible] ہے ماں ہے ہی عظیم شے ان کا باپ بھی کبھی مجھ سے ملنے آجاتا ہے اور ساتھ میں انکی ماں آتی ہے اور جب تک ان کا باپ بیٹھا رہتا ماں ان بچوں کو میری ہی طرف دیکھتی رہتی [illegible] کہیں میں ان کے باپ کو ان کی شکایت [illegible] لگادوں بس ماں اچھی ہے ان بچوں کی اس [illegible] انہیں برداشت کرتی ہوں تائی بتاتی ہے میں [illegible] کھولے یہ ساری یقین نہ آنے والی حقیقت [illegible] رہی تھی اور ان حقیقت سے جڑے بہت سے [illegible] بھی اب غور کرنے پر مجھے اندازہ ہوا [illegible] انسانوں کی نہیں غراہٹوں کی آوازیں تھیں [illegible] اب بڑھ رہی تھیں جس کی وجہ سے گھر گونج [illegible] میرے بچے ڈر کر رونے لگے او میں امی [illegible] رہی تھی جو کہ پرسکون بیٹھی اور سر پر ہاتھ [illegible] انہیں کوسنے دے رہی تھیں جیسے کہ وہ جنات [illegible] نہیں انسانوں کے بچے ہوں اور امی کا یہ ہر [illegible] کام ہو پھر ڈر کے مارے میں وہاں سے [illegible] لوٹ آئی تائی والدہ کی وفات کو اٹھارہ سال [illegible] والد کو فوت ہوئے ایک سال ہو گیا ہے پچھلے [illegible] دو ہزار چودہ میں ان کی وفات ہوئی۔

میری اور نادیہ کی مشترکہ کلاس فیلو جو [illegible] کی تایا زاد بھی ہے۔جس کا نام امبر ہے امبر کی [illegible] ماں بہت بیمار تھیں جو کہ اب وفات پا چکی ہیں [illegible] مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں ان کا کہنا تھا [illegible] ے اب پاس کے کوئی میرے پاس نہیں بیٹھتا میری باتیں نہیں سنتا تو میں ان کا حال پوچھنے گئی گھر سے اجازت کس طرح لی وہ الگ مسئلہ تھا۔ مام کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو گھر والوں نے کہا نمرہ بڑی ہے اسے لے جاؤ میں نمرہ کے ساتھ چلی گئی انکے گھر گئی تو وہ سب ناراض تھے کہ دادی اتنی بیمار ہیں اور تم اب آرہی ہو اچھی تم نادیہ کی دوست ہو دادی ہزار بار تمہارا پوچھ چکی ہیں۔تو میرے صفائی میں کچھ کہنے سے پہلے ہی نمرہ میری طرف دیکھ کر بولی میرے گھر والے تو مجھے کچھ نہیں کہتے جہاں جانا ہے چلی جاتی ہوں پر اسے تو بڑی مشکلوں سے اجازت ملتی ۔ہے اسے اس کے ابو کہیں نہیں جانے دیتے مجھے بہت غصہ آیا بھلا کیا تک بنتی ہے ایسی فضول بات اس وقت اور اس موقع پر کرنے کی میں نے بات کو سنبھالتے ہوئے امبر سے کہنے لگی وہ اصل میں ڈیڈ پچھلے تیس سالوں سے باہر کے ملک میں ہوتے ہیں ڈیڈ کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ کہاں جانا بہتر ہے اور کہاں نہیں تو دادا جی اور تمہاری آنٹیاں تو شروع کی یہیں کی رہنے والے ہیں۔تو جو انہیں بہتر لگے وہی کرو اگر دادا جی کی طرف سے کسی بھی کام کی اجازت ملے تو سمجھ جاؤ میری بھی طرف سے اجازت ہے اگر ان کی طرف سے انکار ہو تو پھر ظاہر بات ہے ان کا انکار تو میرا بھی انکار امبر کی دادی جو کہ میری باتیں سن رہی تھیں اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے آمین کہنے لگیں۔

تیرا ابا بڑا سیانا ہے جو اس نے ایسا فیصلہ کیا ہے ویسے بھی بڑے جو کہتے ہیں اور سمجھاتے ہیں سوچ سمجھ کر بہتری کے لیے ہی کرتے ہیں انکی باتوں کو برا نہیں ماننا چاہیے میری طرف داری ہوتے دیکھ کر نمرہ کا منہ بن گیا مجھے بہت خوشی ہوئی اب گھر والے نمرہ کا رشتہ دیکھ رہے تھے یہ ہمارے لیے خوش کن عمل تھا ہم یہ سب پہلی بار دیکھ رہے تھے کہ طرح طرح کے لوگ آرہے تھے اور نمرہ ان کے سامنے تیار ہو کر جاتی ایکدن نمرہ کو دیکھنے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے میں جو ڈائنگ روم میں چائے کا سامان رکھ رہی تھی تو اپنی دھن میں چلی آرہی تھی مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ جو عورت رشتہ دیکھنے آئی ہے یہ پورا گھر دیکھے گی۔ کیونکہ پہلے بھی آتے تھے ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھ کر وہیں سے واپس چلے جاتے پر یہ آنٹی پورا گھر دیکھ رہی تھیں میں نے انہیں دیکھا تو ہاتھ میں تھامے ٹرے سمیت سٹور روم میں جا چھپی تو وہ آنٹی بھی وہاں آگئی اور مسکرا کر کہنے لگی۔ مجھے پتہ تھا کہ آپ یہاں چھپی ہو۔ میں نے کہا نہیں میں تو یہاں کسی کام سے آئی تھی انہوں نے میرا نام پوچھا بڑے پیار سے مجھے گلے لگایا اور مجھے گڑبڑ کا احساس ہوا اور واقعی گڑبڑ تو ہو چکی تھی وہ نمرہ کے بجائے مجھے پسند کر گئی سب نے مجھے بہت ڈانٹا تم سامنے کیوں گئی تھی ۔ میں سب کو بتا بتا کر تھک گئی کہ میں سامنے نہیں گئی تھی بلکہ میں تو اپنی طرف سے اس سے سٹور روم میں چھپ گئی تھی میرے بار بار کہنے کے باوجود بھی سب کا ایک ہی کہنا تھا کہ تم جان بوجھ کر گئی تھی اس دن میں نے ایک نئی بات سیکھی جس نے آپ کی بات ماننی ہے وہ ایک بار کہنے سے ہی مان جائے گا آپ پر اعتبار کریگا پر جس نے آپ پر یقین نہیں کرنا ہے تو آپ جتنے بھی دلائل دیں بے کار ہیں

گرمیوں کی چھٹیوں میں آنٹی ریحانہ اپنے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بچوں کے ساتھ کاشانہ رحمت اللہ میں رہنے آ گئیں ایک دن رات کونو بجے جب لائٹ گئی ہوئی تھی تو ہم چارپائیاں صحن میں ڈال کر لیٹ گئے میں بھی ایک چارپائی پر اکیلی لیٹی ہوئی تھی ہوا تو نہیں چل رہی تھی پر اچھا موسم تھا کہ آنٹی ریحانہ میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں۔

اندر ہو جاؤ پگلی سی تو ہو میں پوری آ جاؤں گی میں تھوڑا آگے سرک گئی آنٹی میرے ساتھ لیٹ گئی آنٹی کو پتہ تھا کہ موہل کی طرح مجھے بھی خوفناک کہانیاں سننے اور پڑھنے کا شوق ہے تو آنٹی مجھے ایک کہانی سنانے لگیں یہ اس وقت کی بات ہے جب یہ ہمارا گھر کاشانہ رحمت اللہ بالکل نیا بنا تھا اس وقت تمہارے چاچا سلمان قبرستان سے ایک پودا لے کر آئے قبرستان ہمارے گھر سے پندرہ منٹ کے فاصلہ پر ہے چھ دنوں بعد وہ ایک اور پودا لے آئے اب دو پودے ایک جامن اور دوسرا کھجور کا تھا وہ انہوں نے تمہاری دادی کے بہت منع کرنے کے باوجود صحن میں لگا دیئے دادی کا خیال تھا کہ بچہ ہے لگا کر بھول جائے گا اور بعد میں پودا خود ہی مرجھا جائے گا پر چاچو نے ان پودوں کا بہت خیال رکھا اور سال بعد تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا جس پر بہت سے پھل بھی لگتے تھے یعنی جامن اور کھجوریں تمہاری دادی کا خیال تھا کہ یہ پودے قبرستان سے لائے ہوئے ہیں۔ بعد میں کوئی مصیبت نہ پڑ جائے پر بچے کا پیار ان پودوں سے دیکھ کر چپ کر گئیں آنٹی نے بتایا کہ چھوٹے ہوتے جب نمرہ دس سال کی اور موہل تین سال کی تھی تو نمرہ کو ہر بچے کی طرح بڑا شوق تھا درخت پر چڑھ کر موٹے جامن توڑنے کا گھر کے بڑے منع کرتے کہ تم لڑکی ہو اچھا نہیں لگتا۔ درختوں پر چڑھنا پر وہ نہیں مانتی تھی ایک دن دوپہر کا وقت تھا یہ جامن توڑنے درخت پر چڑھ گئی کچھ دیر بعد اس کی چیخوں سے پورا گھر گونج اٹھا سب باہر کی طرف دوڑے کچھ دیر بعد اسے تیز بخار نے آن گھیرا سب پریشان تھے کہ اچھی بھلی تھی اسے کیا ہو گیا ہے بعد میں اس نے بتایا کہ جامنوں والے درخت پر میں نے ایک بزرگ کو دیکھا ہے جو مجھے جامن توڑنے سے منع کر رہے تھے ہم سب ڈر گئے کہ شاید اس نے کس کو دیکھ لیا اب اکثر ایسا ہونے لگا وہ بیٹھے بٹھائے چیخیں مارنے لگتی نمرہ کا کمرہ بھی جامن کے درخت کے ساتھ تھا۔ اور درخت کی طرف کھڑکی کھلتی تھی اب جب یہ روز ہونے لگا تو ہم پریشان ہو گئے اور عامل سے رابطہ کیا گیا عامل نے جامن کے درخت کے گرد سفید اور سبز رنگ ڈال کر چلہ کاٹا اور بعد میں بتایا کہا۔

اس درخت پر مسلمان جنوں کا ڈیرہ ہے جو کہ کہیں سے آ کر آپ کے درخت پر قابض ہو گئے ہیں وہ سامنے نہ آتے مگر اس بچی نے ان کے آرام میں خلل ڈالا ہے جس کی وجہ سے وہ اسے منع کر رہے تھے شکر کریں کہ یہ مسلمان ہیں ورنہ مشکل ہو سکتی تھی جب وہ آپ کو تنگ نہیں کرتے تو آپ بھی انہیں تنگ نہ کیا کریں عامل تو یہ بات بتا کر پیسے لے کر در کھول کر چلا گیا پر گھر والوں کے لیے بہت سے سوچوں کے در کھول گیا آنٹی نے مزید بتایا کہ اس بات کے چھ ماہ بعد ہم حج کرنے جا رہے تھے تو میں ملنے کے لیے ننھیال آئی مہمان ملنے آ رہے تھے میں نے موہل کو سفید فراک پہنایا پونی کی اور ابھی فارغ ہی ہوئی تھی کہ کام والی نے پھر سے مہمانوں کے بارے میں بتایا میں ان سے

ملنے چلی گئی کچھ دیر ہی گزری ہو گی کہ نمرہ کی چیخوں نے سب کی توجہ اپنی جانب کر لی۔ ہم سب بھاگ کر باہر آئے تو وہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی موہل کو زور سے بھینچے بار بار ایک ہی بات دہرا رہی تھی میں نہیں دوں گی میں نہیں دوں گی اسکے چہرے پر خوف تھا بعد میں اس نے بتایا کہ وہ درخت والے بزرگ بابا جی کہہ رہے تھے کہ موہل بہت پیاری لگ رہی ہے اسے ہمیں دے دو وہ مانگ رہے تھے اور میں نہیں دے رہی تھی میں یہ سن کر ڈر گئی اور اسی دن ہم سب اپنے گھر سسرال لوٹ آئے آنٹی بتاتی ہیں کہ میرا سسرال لاہور میں تھا تو ہم گوجرانوالہ سے لاہور روانہ ہو گئے۔

میں تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد سکول میں جاب کر رہی تھی سیلری اچھی تھی ایک سال کا اگریمنٹ تھا میری شروع سے ہی عادت تھی اب بھی ہے کہ میں سادہ رہنا پسند کرتی ہوں مجھے ٹیچنگ کے لیے پہلی جماعت ملی بچے چھوٹے پر تیز تھے مجھے پڑھاتے ہوئے پندرہ دن ہو گئے تھے کہ جب بچے مجھ سے فری ہوئے تو مجھ سے کہنے لگے میم جس طرح میم ارم مجھ سے پہلی انکی ٹیچر جس نے شادی ہو جانے کی وجہ سے جاب چھوڑ دی تھی اور اسکے بدلے میں آئی تھی۔ لپ اسٹک اور آنکھوں پر لگاتی تھیں آپ کیوں نہیں لگاتی آپ بال بھی نہیں کھولتی اور میں حیران پریشان ان بچوں کی معصوم باتیں سن رہی تھی۔ جو قارئین بہنیں ٹیچنگ کے شعبے سے وابستہ ہیں وہ جانتی ہونز گی کہ میں کس حد تک سچ بول رہی ہوں میں نے گھر آ کر مام کو بتایا مام بھی بہت ہی حیران ہوئیں کہ آج کے بچے کتنے تیز ہیں ٹھیک ایک مہینے بعد مجھے ہیڈ مسٹریس نے اپنے آفس میں بلایا۔ اور کہا بچے سادگی کو پسند نہیں کرتے ہیں وہ اپنی میم کو یاد کرتے ہیں تو آپ تھوڑا بن کر آیا کریں۔ دو تین اور ٹیچرز کے کہنے اور دوسری ٹیچروں کا اپن آپ سے موازنہ کر کے میں نے پنک لپ گلوز لگانا شروع کر دیا اور ساتھ میں ہینڈ بیگ اور جوتے بھی نے لیے بچے بڑے خوش اور حیران کہ وہ کتنا نوٹ کرتے ہیں میں نے دوسری ٹیچروں کی طرح پیسے اڑانے کے بجائے بنک اکاؤنٹ کھلوا لیا میرا بنک بیلنس دیکھ کر آنٹی نے موہل سے بھی کہنا شروع کر دیا کہ تم بھی تو فارغ ہوتی ہو سکول جوائن کر لو میں نے شوقیہ جاب کی تھی میرا سر درد رہنا شروع ہو گیا بچے چھوٹے تھے انہیں چپ کرانے کے لیے خود اونچا بولنے کی ضرورت تھی میرا گلا خراب رہنے لگا میری آواز کافی اچھی ہے میں ہندی بولی وڈ انگلش عربک گانے نعتیں ملی نغمے وغیرہ گاتی رہتی ہوں جس پر مجھے بہت سے انعامات بھی مل چکے ہیں تو جب میری آواز خراب رہنے لگی تو میں نے سکول چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا مام سے ڈسکس کر کے میں ریزیگنیشن لیٹر ہیڈ مسٹر لیس کو سمٹ کرا دیا میرے ساتھ دو اور ٹیچر کی شادی تھی انہوں نے بھی سکول چھوڑنا تھا تو ہمیں الوداعی پارٹی دی گئی میں نے سوچا کہ آخری بار ہے خوب تیار ہو کر جاؤنگی مگر دل نہ مانا کہ سب نے کہنا ہے پورا ایک سال سادہ رہی جانے سے پہلے اسے کیا ہو گیا ہے اپنا جو امیج ان سب کے ذہنوں میں ہے وہ برقرار رکھنا چاہیے سو سادہ ہی ٹھیک ہے میری یہ سوچ تھی پر ظفیرہ نے کہا آپو باقی جن دو ٹیچروں کی شادی ہے وہ خوب تیار ہو کر آئیں گی تم ماسی للگو گی عام روٹین کی اور بات ہوتی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہے اب تو پارٹی ہے سب تیار ہو کر آئینگی آخری بار ہے تم بھی تیار ہو کر جاؤ۔ تب ظفیرہ کی بات میں مجھے دم لگا اور میں سکول میں گزارے پورے سال میں سے پہلی پنک گھیرے دار فراک تھا چوڑی دار پاجامہ کے ساتھ میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار آئی بروز بنوائے بلکہ میک آپ کیا سارے بال کھول کر ہلکی سی چٹکی لگالی گھر میں سب نے بہت تعریف کی سکول میں داخل ہوئی تو کس نے تعریف نہیں کی سب حیرانگی سے میری طرف دیکھ رہے تھے تم کتنی خوبصورت لگ رہی ہو اپنا دھیان رکھا کرو۔ وغیرہ اس دن میں بہت خوش تھی سب نے میری تعریفیں جو کی تھیں اور اپنی تعریف کسے اچھی نہیں لگتی میں ایک شاندار دن گزار کر گھر آئی تو مجھے کیا پتہ تھا کہ مجھے خوشیاں راس نہیں آتی۔

شب برات کی چھٹیوں میں آنٹی ریحانہ چھٹیاں گزارنے آئی ہوئی تھیں تو موبل نے مجھے ایک کہانی سنائی کہ ہمارے گھر سے ایک گھر چھوڑ کر دائیں طرف ایک گھر ہے اس گھر میں ایک آنٹی رہتی تھیں جسے سب اللہ والی آنٹی کہتے ہیں ویسے ویسے تو وہ آنٹی چوبیس گھنٹے فل میک اپ میں رہتی ہیں مگر ان آنٹی پر کسی بزرگ کا سایہ ہے وہ بابا جی ہر جمعرات کو ان آنٹی پر آتے ہیں جب وہ بابا جی ظاہر ہوتے ہیں، تو ان آنٹی کو کچھ ہوش نہیں رہتا وہ اتنے زور سے اپنے سر کو ہلاتی ہیں کہ ان کا کیچر اتر جاتا ہے بال کھل جاتے ہیں اور وہ زور زور سے سر کو دائیں بائیں ہلاتی ہیں کبھی تو ننگے پاؤں کچھ دور ایک ولی اللہ کا مزار ہے وہاں بھاگ جاتی ہیں جب وہ آنٹی ہوش میں آتی ہے تو انہیں کچھ یاد نہیں ہوتا ہے بس کہتی ہے میرے سر میں درد ہے میرے جسم میں درد ہے آنٹی بتاتی ہیں کہ بابا جی کے آنے سے پہلے ہی مجھے معلوم چل جاتا ہے کیونکہ ان کی پاک خوشبو ہر جگہ پھیل جاتی ہے پر اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں رہتا آنٹی کا کہنا ہے کہ میرے پیر صاحب نے مجھے آٹا گوندھنے سے منع کیا ہے اس لیے مجھے آٹا گوندنا نہیں آتا جمعرات والے دن اللہ والی آنٹی کے گھر کسی میلے کا سا گمان ہوتا ہے بہت رش لگ جاتا ہے پیر صاحب کو دیکھنے آنے والوں کا۔

میں گھر میں داخل ہوئی تو آنٹی ریحانہ آئی بیٹھی تھیں میں بہت خوش تھی مومول سے ملی ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے موبل مجھ سے کہنے لگی ابناس کیا تم نے آئی بروز بنوائے ہیں لگتا ہے تمہیں بھی پاکستان کا رنگ چڑھ گیا ہے میں نے اپنی ازلی بے وقوفی میں اسے الف سے یہ تک آخری بات تک بتادی بس پھر میری خیر نہ تھی موبل پاس بیٹھی آنٹی ممتاز سے کہنے لگی میں نے تو آج تک سکول جانے کے لیے اتنا تیار نہیں ہوئی اس نے تو پورا میک اپ کر رکھا ہے سکول میں تو میل ٹیچرز بھی ہوں گے میں نے انٹی کی طرف دیکھا میں جانتی تھی وہ میرا دفاع کریں گی کیونکہ پورا ایک سال وہ مجھے سکول جاتے ہوئے دیکھتی رہی تھیں کہ میں سادہ جاتی تھی پر اس وقت مجھے انتہائی افسردگی نے آن گھیرا جب آنٹی نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھ کر موبل سے بولیں بھئی یہ ہماری ابناس اول تو میک اپ ہی نہیں کرتی کرتی ہے تو ٹک کر ہی تو توڑ دیتی ہیں فیشن کا شکر ہے میں تو سادگی سے جاتی ہوں موبل نے آنٹی کی معلومات میں اضافہ کیا آنٹی کہنے لگی پر دیکھ لو اس نے تو آئی بروز بھی بنوائی ہیں بس بہت کچھ کہنا چاہتی تھی پر کسی سے ایک لفظ بھی کہیے بغیر مسکرا کر ان سے سوری کی اور اپنے کمرے سے میں آگئی۔

چھ ماہ بعد میں آنٹی ممتاز کے ساتھ لاہور آنٹی ریحانہ کے گھر رہنے گئی کیونکہ آنٹی نے لاہور میں ایک ڈاکٹر سے اپنا چیک آپ کروانا تھا اگلی صبح میں اور آنٹی ممتاز صبح جلدی اٹھ گئے کہ ڈاکٹر کا ٹائم نو بجے تھا آنٹی ممتاز نے کہا اگر ہم جلدی جائیں گے تو جلدی باری آئے گی تو ہم پہلے ہی جا کر بیٹھ جائیں گے سو میں جانے کے لیے تیار ہونے لگی کچھ دیر بعد موبل بھی سکول جانے کے لیے تیار ہو کر آ گئی موبل نے بھی مجھے دیکھ کر آنٹی ممتاز کے سمجھانے پر گھر فارغ بیٹھے سے بہتر ہے سکول جوائن کر لو سو اب وہ بھی ٹیچنگ کے شعبے سے وابستہ ہو چکی تھیں جب وہ تیار ہو کر آئی تو میں حیران رہ گئی جست کپڑے پہنے ہوئے تھے لپ اسٹک اور کاجل لگائے آئی بروز بنائے وہ سکول جانے کے لیے تیار کھڑی تھی آنٹی چھ ماہ پہلے والی بات جو انہوں نے اور موبل نے مجھ سے کہی تھیں بھول چکی تھیں پر مجھے تو یاد تھا کہ ان دونوں نے جھوٹے منہ بھی میری تعریف نہیں کی تھی بلکہ بہت باتیں سنائی تھیں آنٹی ممتاز کا اگلا قدم مجھے جھٹکا لگانے کو کافی تھا جب وہ ڈائننگ ٹیبل سے اٹھیں اور پیار سے موبل کی جانب بڑھی اس کی بلائیں اتارتی مجھ سے پوچھنے لگیں دیکھو مومو پیار کا نام کتنی پیاری لگ رہی ہے ناں آنٹی کی آواز میں دلی خوشی کا عنصر نمایاں تھا میں ان کا چہرہ دیکھے بغیر بھی جان سکتی تھی کہ یہ میری آنٹی ممتاز نہیں موبل کی خالہ کا پیار بول رہا ہے اس دن میں نے ایک اور سبق پڑھا اور یاد کیا کہ پیار ہر برائی کو پس پشت ڈال دیتا ہے اگر آپ کسی کو پسند کرتے ہیں تو آپ کو اس کی ہر برائی بھی اچھائی ہی لگے گی آنٹی ممتاز کو مومو میری پیاری مومو کرتے دیکھ کر میں سوچ رہی تھی کہ میں تو آخری دن سکول کے بارے میں تیار ہو کر گئی تھی پھر بھی اتنی باتیں سنی میری پھوپھو آنٹی ممتاز موبل کی خالہ کیں تو کیا خالہ خالہ ہوتی ہے اور کیا پھوپھو کبھی خالہ نہیں بن سکتی مجھے کافی سالوں بعد اپنی کلاس فیلو یاد آئی جس نے مجھے بہت سال پہلے کہا تھا ہم جو کچھ بھی کر لیں ہماری پھوپھیوں کو تو اپنی بھانجیاں ہی نظر آتی ہیں یار فرینڈ میں تو کبھی پاس نہ جاؤں اس بات کو سوچتے ہوئے بے اختیاری میں نا جانے کیسے ایک آنسو پلکوں کی باڑھ توڑ آیا۔ اور میں سوچ رہی ہوں اس وقت یہ لکھتے ہوئے اگر ایک انسان پندرہ سال مثال کے طور پر سونے کی تھالی میں کھائے سونے کے چمچ کیساتھ اور پھر یک دم اسے اخبار کے ٹکرے میں روٹی رکھ کر دی جائیں کھانے کو تو اس کا کیا حال ہوگا یہ ہی ہمارے ساتھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ قارئین کرام آپ شاید سوچتے ہوں یہ اتنی بڑی بات تو نہیں ہے پر آپ سب یہاں کے عادی ہیں یہاں کے رہن سہن کے مطابق پر ہم سب اب بھی عادی نہیں ہو رہے کیوں۔ حالانکہ اب تو ہمیں عادی ہو جانا چاہیے پر نہیں کیوں اگر آپ میں سے کسی کے پاس میرے اس سوال کا جواب ہے تو میرے میں ان اور سکون کے لیے اس کا جواب ضرور دیں میں ہر ایک کی رائے کو اہمیت دوں گی آئی پرامس۔ جاری ہے باقی آئندہ شمارے میں اس کا آخری حصہ پڑھنا نہ بھولئے گا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غلطی

--تحریر۔ آستر۔ کراچی--

نہیں بیٹا بہت کوشش کی ہے چڑیل نے تمہاری بیوی کو جان سے مارڈالا ہے اور یہی بات تم سے کہہ نہیں پارہے تھے یہ سننا تھا منظر شاکت ہوگیا آسیب کا کہنا تھا کہ تم نے موجود برگر کے اس پیڑ کو کٹوانے کا خیال کیا اور عنقریب اس گھنے برگد کو کٹوانے والے تھے یہ بات اسے ناپسند آئی اگر تم اب اپنا ارادہ بدل لو تو شاید وہ تمہارے والدین کو تمہیں کچھ نہ کہے گی۔ لیکن مجھے نہیں لگتا مفتی صاحب منظر رونے لگا۔ منظر سے اپنا آپ سنبھالا نہیں جا رہا تھا منظر کے والدین دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے منظر کو یاقوت سے بے حد پیار تھا یاقوت کے بغیر وہ جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا یاقوت ایک دن مذاق میں کہہ بیٹھی اگر کوئی غنڈے برے لوگ مجھے اغوا کرنے کی کوشش کریں اور قتل کر دیں تو کیا تم مجھے ان کے چنگل سے محفوظ کر پاؤ گے۔ منظر کہتا کہ چھوڑوں گا نہیں ان کا جواب سن کر یاقوت کی پلکیں نم ہو جاتی ہیں۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

آج ہی اس کی شادی ہوئی تھی وہ بہت خوش تھا کیونکہ اس کو اس کی محبوبہ مل گئی تھی وہ مل گئی تھی جس کو وہ بچپن سے چاہتا آیا تھا اس کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا۔ وہ اٹھا اور یاقوت کے کمرے میں جانے لگا یاقوت دلہن کے روپ میں اس کے سجے ہوئے کمرے میں بیٹھی اس کا ہی انتظار کر رہی تھی منظر نے آگے بڑھ کر گھونگھٹ اٹھایا اگلے لمحے وہ خوف سے ڈر گیا یاقوت کی آنکھیں انگارہ دکھائی دے رہی تھیں غصے سے وہ یاقوت اسے ہی گھور رہی تھی منظر گھبرا گیا تھا یاقوت سرخ آنکھوں سے اسے غصیلی نگاہوں سے دیکھے جا رہی تھی منظر کچھ پیچھے ہٹا منظر اس سے پہلے سمجھ پاتا یاقوت نے مضبوط ہاتھوں کے ساتھ منظر کو اٹھا کر دور دیوار کے ساتھ دے مارا منظر درد سے کراہنے لگا تھا اور اس کے حواس باختہ ہونے لگے وہ سوچنے لگا یاقوت تو ایسا سوچ بھی نہیں پائے گی کہ میرے ساتھ ایسا سلوک کا سوچے یہ لازما کسی ہوائی چیز کی حرکت ہے ابھی وہ ٹھیک طرح سے یہ خیال کر پہ پایا تھا کہ منظر کی آواز بھی نہ نکل پا رہی تھی یاقوت مسلسل لمبے سانس لیتی غصیلی نگاہوں سے منظر کو دیکھ رہی تھی یاقوت اپنی جگہ سے اٹھی اس سے پہلے کہ وہ بڑھ کر منظر کو چھوتی یا کچھ اور حرکت کرتی منظر وہاں کمرے سے نکل کر بھاگتا ہوا ہانپتا ہوا باہر صحن میں موجود برگد کے درخت کے پیچھے آ کر چھپا اسے اپنے والدین کا یا یاقوت کا ایک پل کو خیال نہ آیا کہ ان پہ کیا بیتے گی وہ چھپ کر دیکھ رہا تھا یاقوت درخت تک آئی تھی پھر واپس اپنے کمرے میں آ گئی یعنی اس درخت نے محافظ بن کر اس کی حفاظت کی تھی نیند آنے پہ منظر واپس جانے کے بجائے وہی سو گیا صبح اس کی ماں نے اسے برگد کے درخت کی جڑوں کے پاس سویا ہوا پایا تو چونکی اسے پیار سے اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگی سب پوچھنے پر منظر نے اپنے ماں کو کل رات والا سارا واقعہ سنایا جسے سن کر اس کی ماں مسز عمیر بے

ہوش ہوتے ہوتے بچی تھی ماں مجھے لگتا ہے کیس عامل کے پاس چلتے ہیں مشورہ تھا اچھا لیکن اس کی ماں کو یقین نہ آیا تھا۔

ایسے نہیں پہلے میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں گی اور کہہ کر مسز عمیر اندر چلی آئی اس وقت یاقوت نے اندر سے دروازہ بند کر رکھا تھا بہو یاقوت دروازہ کھولو لیکن جواب نہ ملا مسز عمیر اور منظر نے اندر چیخنے چلانے رونے کی اور پائل کی آواز سنائی دی ان دونوں نے دروازہ کے ساتھ لگ کر اندر سے آنے والی آوازوں کو سنا دونوں ڈر گئے اور جلدی سے مفتی کے طرف دوڑے اور وہ دونوں ماں بیٹا گھر سے باہر نکل کر چلنے لگے فٹ پاتھ پر اکا دکا لوگ چل رہے تھے منظر اپنا بچاؤں نہ کر سکا اور وہی بے ہوش ہو گیا آس پاس موجود راہ گیر اسے یوں اٹھا کر گھر چھوڑ آئے شام تک اسے ہوش آ گیا آنکھیں کھولتے ہی اس نے مفتی اور اپنے ماں باپ کو اپنے پاس پایا۔

بیٹا منظر اب تمہاری طبیعت کیسی ہے مفتی صاحب نے پوچھا اور سر پر ہاتھ پھیرا منظر نے متلاشی نگاہوں سے یاقوت کو ڈھونڈا لیکن وہ اسے کہیں نظر نہ آئی منظر بستر پہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

ٹھیک ہوں میں۔ کیا مجھے کیا ہوا تھا۔

کچھ نہیں بازو پہ چوٹ لگی لکڑی کا ٹکرا جس کے باعث اس کے بائیں بازو میں درد تھا تم بے ہوش ہو گئے تھے مسز عمیر نے بتایا۔

ابو یاقوت کہاں ہے کیا وہ اب آسیب کے چنگل سے آزاد ہے مفتی صاحب خود ہی بول پڑے۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کی یاقوت کے اوپر کوئی سایہ آ گیا ہے جس نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہ بہت ڈر محسوس کر رہا تھا۔

نہیں بیٹا بہت کوشش کی ہے چڑیل نے تمہاری بیوی کو جان سے مار ڈالا ہے اور یہی بات تم سے کہہ نہیں پا رہے تھے یہ سننا تھا منظر شاکت ہو گیا آسیب کا کہنا تھا کہ تم نے موجود برگر کے اس پیڑ کو کٹوانے کا خیال کیا اور عنقریب اس گھنے برگد کو کٹوانے والے تھے یہ بات اسے ناپسند آئی اگر تم اب اپنا ارادہ بدل لو تو شاید وہ تمہارے والدین کو تمہیں کچھ نہ کہے گی۔

لیکن مجھے نہیں لگتا مفتی صاحب منظر رونے لگا۔ منظر سے اپنا آپ سنبھالا نہیں جا رہا تھا منظر کے والدین دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے منظر کو یاقوت سے بے حد پیار تھا یاقوت کے بغیر وہ جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا یاقوت ایک دن مذاق میں کہہ بیٹھی اگر کوئی غنڈے برے لوگ مجھے اغوا کرنے کی کوشش کریں اور قتل کر دیں تو کیا تم مجھے ان کے چنگل سے محفوظ کر پاؤ گے۔

منظر کہتا کہ چھوڑوں گا نہیں ان کا جواب سن کر یاقوت کی پلکیں نم ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ صرف آزما رہی ہوتی ہے اور جانتی تھی کہ منظر اس سے کتنی محبت کرتا ہے یاقوت کی نماز جنازہ کے وقت منظر بے حد افسردہ تھا اور زار و قطار رو رہا تھا منظر نے یاقوت کی میت کے پاس بیٹھ کر اسے بانہوں میں بھر لیا اور تابوت اٹھانے کو لوگ آگے بڑھے یاقوت کی صفتوں کی سب تعریف کر رہے تھے۔ کیا رہ جاتا ہے جب ایک انسان اس دنیا سے حادثاتی اموات مر جاتا ہے زندگی سدا کے لیے نہیں ہوتی انسان خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ جاتا ہے کتنے کتنے امیر ساری زندگی پیسہ اکھٹا کرنے میں صرف کر دیتے ہیں آخر باقی ان کے ساتھ دنیا سے کوئی شے نہیں جاتی۔

قارئین کیسی لگی آپ سب کو میری کہانی امید ہے سب کو پسند آئی ہو گی اپنی قیمتی رائے سے ضرور آگاہ کیجئے گا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بدروح کی جیت

---تحریر: ملک این اے کاوش اعوان۔ سلانوالی

تم اپنی زبان کو لگام میں رکھو مجھے شرم آئے نہ آئے تمہیں شرم کرنی چاہیے تھی ایک نوجوان لڑکے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر تم اوپر چڑھ رہی تھی اب یہاں کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو چلو یہاں سے چلتی بنو مہوش نے رمشہ کی بے عزتی کرتے ہوئے کہا۔ اشتیاق تم نے میری کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا رمشہ نے ترحم آمیز نگاہوں سے اشتیاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اشتیاق اور رمشہ اور مہوش کے درمیان پنڈولیم کی طرح لٹک کر رہ گیا تھا اس نے نگاہیں جھکالیں۔ رمشہ تڑپ کر رہ گئی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اشتیاق احمد نے اس کی محبت ٹھکرائی نہیں بلکہ اس کو سرعام بے عزت کر دیا ہو۔ رمشہ کو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کرے تو کیا کرے۔ میں تم لوگواں کا جینا محال کر دوں گی۔ میں نے زندگی میں کبھی ناں کا لفظ نہیں سنا تھا یاد رکھنا میں مر بھی گئی تو میری آتما بھی تم لوگوں کو چین سے نہیں رہنے دے گی رمشہ نے روتے ہوئے بمشکل تمام کہا دونوں اس کی جذباتی باتوں کو بالائے ڈالنا چاہا لیکن رمشہ کی سماعت شکن چیخ نے دونوں کے پیروں تلے زمین کھینچ لی اگلہ منظر دیکھ کر دونوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے رمشہ نے اپنی بات مکمل کرنے کے بعد نیچے چھلانگ لگادی تھی اسکی چیخ سن کر ہر کس وناکس نے حیران ششدر ہو کر دیکھا اگلہ منظر دیکھ کر سب کی حیرت ہویدا رہ گئی۔ اوہ مائی گاڈ مہوش سہم کر اشتیاق احمد کے گلے لگ گئی۔ وہ بری طرح سے خوفزدہ ہو گئی تھی اوپر چڑھتے اور پہنچ جانے والے طالب علم نیچے اترنے لگے تھے سب ہکا بکا تھے اشتیاق احمد اور مہوش کے پاس بھی چارو ناچار نہ تھا وہ بھی بمشکل تمام ایک دوسرے کے سہارے بنتے نیچے اترے رمشہ ایک پتھر پر گری تھی نہ صرف اس کا پیٹ پھٹ گیا تھا بلکہ اس کا چہرہ بھی مسخ ہو چکا تھا وہ مر چکی تھی سب اسکے ارد گرد جمع ہو چکے تھے۔۔ایک سنسنی خیز اور ڈراوئنی کہانی۔

شام سے پہلے ہی شام ہونا شروع ہو گئی سفید و سیاہ بادلوں نے تپتی دوپہر میں آگ برساتے آفتاب کو اپنی آغوش میں بھر لیا تھا ٹھنڈی ہوا کے جھونکے قلب و ذہن کو راحت و تازگی فراہم کر رہے تھے پلک جھپکتے میں موسم نے کروٹ بدلی اور دھواں دھار بارش شروع ہو گئی دیکھتی ہی دیکھتے چہار سو پانی ہی پانی دکھائی دینے لگا کہتے ہیں کہ دل کا موسم اچھا نہ ہو تو باہر کا موسم بھی لطف نہیں دیتا۔

اشتیاق احمد جتنی جلدی گھر جانا چاہتا تھا قارئین اتنی ہی دیر ہو گئی اور وہ اپنے آفس میں پھنس کر رہ گیا کتنی ہی بار اسے اس کی اہلیہ مہوش کی کال آ چکی تھی مگر چاہنے کے باوجود بھی وہ بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ اشتیاق احمد ایک کنسٹرکشن کمپنی کا مالک تھا ملک بھر میں اسکے کئی پراجیکٹس کام کر رہے تھے اس کی دن رات کی محنتوں کا ثمر تھا کہ آج اس کی کمپنی نیشنل لیول پر ٹاپ ون پر جاری تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے ہوئے اشتیاق احمد اس وقت کتنی عجلت محسوس کر رہا تھا یہ وہی جانتا تھا اسکی اہلیہ کی شام کے وقت برتھ ڈے پارٹی تھی اور ابھی اسے اس کے ساتھ مل کر مارکیٹ شاپنگ کرنے جانا تھا اس نے چاہا کہ وہ اٹھ کر چلا جائے کیونکہ اس نے کون سا پیدل جانا تھا لیکن موسم کے تیور دیکھ کر وہ شپٹا کر رہ گیا تھا عین اسی لمحے اسکے ٹیبل پر پڑا اس کا موبائل بجنے لگا تھا اس نے سرسری سی نگاہ موبائل پر ڈالی سکرین پر اس کی اہلیہ مہوش کا نمبر اس کا منہ چڑا رہا تھا پہلے تو اس نے سوچا کہ کال اٹینڈ نہیں کرے گا لیکن اس طرح مہوش کی ناراضگی کا اندیشہ تھا چار و ناچار اس نے کال ریس کی اور موبائل کان سے لگا لیا۔

جب بھی میری برتھ ڈے آتی ہے وہ کمینی کباب میں ہڈی کی مانند عود کر آتی ہے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے آخر وہ ہے کیا۔ بھوتنی کہیں کی۔ اشتیاق احمد نے موبائل کان سے لگایا تو دوسری طرف سے اسے مہوش کی غم و غصہ سے بھری ہوئی آواز سنائی دی۔

مہوش کی بات سن کر وہ انگشت بدنداں رہ گیا تھا مہوش ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی خاطر جمع رکھو میری جان اشتیاق نے اہلیہ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

تم چنتا مت کرو آج ہم اس کی ہر چال کو ناکام بنا دیں گے تمہاری سالگرہ آج ہی ہوگی میں مارکیٹ سے سامان لے کر آؤں گا تم اتنی دیر میں باقی ماندہ انتظامات مکمل کر لو تاکہ عین وقت پر کوئی دقت پیش نہ آئے۔

تم بہت ہی اچھے اشتیاق احمد مہوش نے میاں کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ تمہاری خاطر جان تک کی بازی سے گریز نہیں کروں گا یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

اچھا ٹھیک ہے میری جان جتنی جلدی ہو سکے نکلنے کی سعی کرتا ہوں۔

اتنا کہہ کر اشتیاق احمد نے کال کاٹ دی اس کی اہلیہ کے کہے الفاظ پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اسکے کانوں میں گھس کر رہے تھے وہ سرتاپا کانپ رہا تھا مہوش سے قبل اس کی زندگی میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے تھے کہ اس کی شادی کے بعد بھی وہ سائے کی طرح اس سے چپک کر رہ گئے تھے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اس نے آنکھیں کیا موندھی ماضی کے دریچوں کے پٹ کھلتے چلے گئے اور بیتنے والے واقعات کی فلم اس کے دماغ کی سکرین پر چلنے لگی وہ ماضی کی ہچکولے کھاتی ہوئی بھنور میں پھنسی ناؤ میں خود ہی پھنس کر رہ گیا تھا۔

اس کالج میں آج تمہارا پہلا دن ہے مسٹر اشتیاق احمد پرنسپل نے اشتیاق کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو اشتیاق احمد ہمہ تن گوش ہو گیا بائی لیول تک تعلیم بچگانہ تعلیم کے زمرے میں آتی ہے کالج کی تعلیم میچور طالب علم کرتے ہیں اب تم بھی دودھ پیتے بچے نہیں رہے۔ یاد رکھنا پارٹی بازی تمہارے مستقبل کو تاریک کرنے کی وجہ بن سکتی ہے جس حد تک ممکن ہو فضول کاموں سے پرہیز کرنا اور بجائے پارٹی بازی کے اپنے مستقبل کے لیے تگ و دو کرنا۔

اشتیاق احمد کالج میں پہلا دن تھا اس کے والد اس کا ایڈمشن کروا کر جا چکے تھے وہ ابھی تک پرنسپل آفس ہی براجمان تھا اسکے ابو کے جاتے ساتھ ہی پرنسپل نے اسے ناصحانہ انداز میں سمجھا

تے ہوئے کہا۔ تو جواباً اس نے یس سر پر ہی اکتفا کیا۔ جلد ہی سے اس کی مطلوبہ کلاس میں پہنچا دیا گیا تھا وہ شروع ہی سے کافی ذہین تھا پارٹی بازی کا اشتیاق اسے سرے سے نہ تھا وہ ملنسار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک احساس مند نوجوان تھا وہ دوسروں کا احساس رکھتا تھا اسی خوبی نے اسے جلد ہی سب سے ممتاز کر دیا تھا۔

تھوڑے ہی عرصہ میں اشتیاق احمد کی ملنساری اور احساس مندی کے چرچے پورے کالج میں گونجنے لگے تھے اس خصلت کیوجہ سے وہ اپنے اساتذہ کرام کی نظروں میں بھی ممتاز ہو گیا تھا کتنے ہی سینئرز اور جونیئرز اس کے دوست بن چکے تھے جن میں سے ایک رمشہ اور مہوش بھی تھیں اتفاق سے دونوں ہی اشتیاق احمد کی گرویدہ ہو گئی تھیں جبکہ اشتیاق احمد کے دل میں مہوش کے لیے محبت کی چنگاری سر اٹھانے لگی تھی لیکن وہ مہوش پر عیاں نہیں کرنا چاہتا تھا۔

انہی دنوں کالج انتظامیہ کی طرف سے پکنک پارٹی کا اعلان ہوا اور اس پارٹی میں شمولیت کرنے والے طلباء و طالبات کو جلد از جلد انٹری کروانے کا کہا گیا اشتیاق احمد نے بھی اپنا نام لکھوا دیا اس کی دیکھا دیکھی رمشہ اور مہوش سمیت کتنی ہی دوشیزاؤں نے اپنا نام لکھوا دیا۔ ٹھیک تین دن بعد کالج کی بس میں سوار طلباء و طالبات سمیت تین مل لیکچرار اور ایک فی میل لیکچرار سب سرگودھا کے نواح میں موجود شاہین آباد کی پہاڑیوں کی طرف جا رہے تھے۔ شاہین آباد کی پہاڑیوں کے بارے میں مشہور ہے کہ ان پہاڑیوں کا پتہ نہیں چلتا کہ کہاں پختہ پہاڑی ہے اور کہاں ریتلی جگہ ہے قریب سے دیکھنے پر بھی وہ پختہ پہاڑیاں ہی دکھائی دیتی ہیں لیکن پتہ ہی نہیں چلتا اور یکلخت ریتلی جگہ پر پاؤں پڑنے کی دیر ہوتی ہے وہ خونی پہاڑیاں انسان کو چٹ کر جاتی ہیں وقتاً فوقتاً ایسے کتنے ہی حادثات و واقعات رونما ہو چکے ہیں لیکن انتظامیہ سمیت کوئی بھی اس طرف دھیان نہیں دیتا آج بھی ایک کالج وین آنے والے حالات سے بے خبر ان پہاڑیوں کی طرف گامزن تھی طلبا و طلبات ہلہ گلہ کرنے میں مگن تھے یہی نہیں ان کے اساتذہ بھی آج ان کے ساتھ شامل تھے جس کی وجہ سے سفر کا مزہ دوبالا ہو رہا تھا بارہ بجے کے قریب جب سورج سوا نیزے پر آگ برسا رہا تھا یہ قافلہ شاہین آباد کی خونخوار پہاڑیوں میں جا رکا۔ ان پہاڑیوں کو دور سے دیکھنے پر ہی خوف محسوس ہونے لگتا تھا مہوش اور رمشہ دونوں اکٹھی براجمان تھیں۔

تم نے کبھی زندگی میں پیار کیا ہے رمشہ نے مہوش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ تو مہوش نے حیران و پریشان ہو کر اسے گھورا اسٹوڈنٹس گاڑی سے نیچے اتر رہے تھے آج میں اپنی محبت کا اظہار کروں گی جانتی ہو کس سے اشتیاق احمد سے اتنا کہہ کر رمشہ تو اپنی جگہ سے اٹھ گئی لیکن مہوش جل بھن کر رہ گئی دونوں کلاس فیلو ہونے کے ساتھ ساتھ دوست بھی تھیں اور اتفاق کہ دونوں اشتیاق احمد پر مرمٹی تھیں۔ مہوش کا جن چاہ رہا تھا کہ رمشہ کا گلہ گھونٹ دے اور اسے بتائے کہ اشتیاق احمد صرف اس کا ہے اور وہی اس سے محبت کرتی ہے اس کے علاوہ اگر کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی اسے دیکھا تو وہ اس کی آنکھیں نوچ لے گی لیکن وہ ایسا کرنے سے قاصر تھی اس کے پاس سوائے صبر کرنے کے اور کچھ نہ تھا۔ وہ سرعت سے اپنی جگہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سے ایستادہ ہوگئی۔ اس نے تہیہ کرلیا کہ وہ اشتیاق احمد کے ساتھ رہے گی اور اسے کسی طور رمشہ یا کسی اورلڑکی کی طرف متوجہ نہیں ہونے دے گی یہی نہیں رمشہ سے پہلے ہی وہ اشتیاق سے اظہار محبت کرے گی اور اسے ہر صورت اپنی محبت کا یقین بھی دلائے گی۔

سب طالب علم ایک جگہ اکٹھے ہوجاؤ۔ اور میری بات کو ہمہ تن گوش ہوکر سنو۔ ایک لیکچرار جس کا نام علی عثمان تھا اس نے بس سے باہر نکلتے ساتھ سب طلبا کو کہا۔ جس کی وجہ سے طلبا بس سے باہر نکلتے ہی اس کے ارد گرد جمع ہوگئے جب سب طالب علم اور اساتذہ جمع ہوگئے تو اس نے پھر سے مخاطب ہوکر کہنا شروع کیا۔

بچوں پہاڑیوں کی اونچائی پر جانے کی قطعا کوئی ضرورت نہیں ہے جس حد تک ممکن ہو سکے تم لوگوں نے ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رہنا ہے ان پہاڑیوں کی اونچائی پر کچھ ایسی جگہیں ہیں جو ریتلی ہیں اور ان پر پاؤں پڑتے ہی ساتھ آدمی ان ہزاروں فٹ اونچی پہاڑیوں کے اندر دب جاتا ہے ایسے کتنے ہی واقعات رونما ہوچکے ہیں میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں زیادہ اونچائی پر جانے سے اجتناب برتنا۔ وہ لیکچرار بولے جارہا تھا لیکن طلبا طالبات کے شور نے اس کی بات کو سنی ان سنی کردیا تھا کسی کی بازگشت سے اس کے کہے الفاظ ٹکرائے اور کسی کی بازگشت سے نہیں جس کی بازگشت سے ٹکرائے اس نے بھی احمقانہ بات گردانتے ہوئے اسے سنی ان سنی کردیا جس کی وجہ سے چاروناچار اسے چپ کرنا پڑا اس کی تقریر ختم ہونے کی دیر تھی کہ طلبا بھیڑ بکریوں کی طرح پہاڑیوں کی طرف بڑھے چاروناچار اسے بھی ان کے پیچھے چلنا پڑا کیونکہ اس کے علاوہ باقی سارے ٹیچر نے بھی ان طالب علموں کے ساتھ تھے دوسری طرف رمشہ کی متلاشی نگاہیں اس من موہنے مکھڑے کو تلاش کررہی تھیں جس نے اس کے رگ و پے میں سے خون نکال کر اپنی محبت بھر دی تھی تبھی اس نے ایک ناقابل فراموش اور ناقابل یقین منظر دیکھا اشتیاق احمد اس سے چنداں بلندی پر تھا اور اس نے مہوش کا ہاتھ تھام رکھا تھا وہ مہوش کو سہارا دیئے اوپر لے جارہا تھا دونوں کافی خوش گوار موڈ میں تھے لیکن یہ سب کچھ رمشہ کی برداشت سے باہر تھا۔ اگر وہ دونوں نیچے ہوتے اور اس کی دسترس میں ہوتے تو رمشہ مہوش کو پاؤں سے پکڑ کر دوسری طرف گہری کھائیوں کی نذر کردیتی اس کے قلب و ذہن میں مہوش کے لیے نفرت کے سلگتے ہوئے آلاؤ سر ابھارنے لگے وہ جان چکی تھی کہ مہوش اشتیاق احمد کی قربت کی متمنی ہے اس لیے اس کے ساتھ ہے حالانکہ وہ اس بات سے بھی آشنا تھی کہ اس نے مہوش کے سامنے اپنی محبت کا اظہار بھی کیا تھا رمشہ نے دل ہی دل میں مہوش کو سبق سکھانے کی ٹھان لی تھی لیکن وہ اس بات سے قطعی آشنا نہ تھی کہ حالات اس کے سوچ کے متضاد کروٹ بدلنے والے تھے دوسری طرف مہوش موقع کی تاک میں تھی گاڑی سے نکلتے ساتھ ہی وہ اشتیاق احمد کے قریب ہوگئی تھی اشتیاق احمد تو پہلے ہی اس کے لیے دل ہی دل مین محبت کا سر ابھارتی جنگاڑیوں کو محسوس کررہا تھا اسے اپنے قریب پاکر وہ جان چکا تھا کہ مہوش کے دل میں بھی ایسے ہی جذبات سر ابھارے ہوئے ہیں جیسے وہ اپنے من میں محسوس کررہا تھا مہوش اور اس کی گویا حالت ایک جیسی تھی لیکن ابھی اس

بات کو یقین کرنا ممکن نہ تھا جس ماحول میں اس کی پرورش ہوئی تھی وہ ایک سادہ اور شرافت بھرا ماحول تھا جو اسے تنبیہ کیے جارہا تھا کہ کسی بھی طور کوئی ایسی تقصیر سرزد نہ کر بیٹھنا جس کے بعد پچھتانا بھی ممکن نہ ہو جبکہ اس کا دل اسے بے چین کیے جارہا تھا کہ وہ ساتھ اونچائی چڑھتی مہوش کا ہاتھ تھام لے۔

مجھے ڈر لگ رہا ہے اشتیاق کیا تم میرا ہاتھ تھام کر میرے ساتھ چل سکتے ہیں اوپر چڑھتے ہوئے یکبارگی اس کی سماعت سے مہوش کے الفاظ ٹکرائے تو اس نے حیرت کا مجسمہ بن کر اسے دیکھا جبکہ دوسری طرف مہوش نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا کتنی ہی مشکل سے اس نے مہوش کا ہاتھ تھام لیا اس کی نرم ہتھیلی میں جیسے اس کا ہاتھ ہچکولے کھانے لگا تھا اسے اپنا حلق خشک ہوتا ہوا محسوس ہورہا تھا کتنی ہی مشکل سے وہ مہوش کا ہاتھ تھامے اوپر ہی اوپر چڑھے جارہا تھا تبھی مہوش کی نگاہ نیچے تیزی سے اوپر آتی رمشہ پر پڑی رمشہ کی خونخوار آنکھیں انہی پر مرکوز تھیں وہ جانتی تھی کہ اس کے پاس وقت بہت کم ہے کچھ طالب علم اونچائی پر پہنچ چکے تھے کچھ ان کے دائیں بائیں اوپر چڑھ رہے تھے اور کچھ نیچے سے اوپر آرہے تھے قبل اس کے کہ رمشہ کباب میں ہڈی بنتی مہوش نے فیصلہ کرلیا کہ وہ اشتیاق احمد کو حال دل سے آگاہ کردے آگے اس کی مرضی کہ وہ اس کی محبت پر بھروسہ کرے یا اسے دھتکار دے۔

میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں اشتیاق احمد اگر تم برا نہ مانو تو۔ مہوش نے اشتیاق احمد کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ اشتیاق اس کی بات سن کر اس کی طرف متوجہ ہوا دونوں رکے نہیں بلکہ متواتر اوپر ہی اوپر چڑھتے رہے۔

ہاں ہاں کہو اشتیاق احمد نے کہا۔ بھلا اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے جو کچھ بھی کہنا ہے کھل کر کہو اس کی بات سنکر مہوش نے اپنے حواس کو مجتمع کیا اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے ہی وہ اشتیاق احمد سے اظہار محبت کرے گی وہ اسے پیچھے دھکا دے دے گا اس کا دل کبوتر کے دل کی مانند بری طرح دھڑک رہا تھا۔

مجھ سے شادی کروگے۔ بمشکل مہوش نے لفظ ادا کیے اشتیاق احمد کو اس سب کی قطعا توقع نہ تھی اس نے خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ اسے گھورا۔

تم مذاق تو نہیں کررہی ہو۔ اس نے پوچھا۔

میرے خیال میں ایسی باتیں مذاق کے زمرے میں نہیں آتی ہیں اشتیاق احمد مہوش نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا دونوں باتوں کے درمیان رکے نہیں تھے اشتیاق احمد کا دل خوشی کے مارے بلیوں اچھل رہا تھا اس کا من چاہ رہا تھا کہ مہوش کو سینے سے لگالے لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ سب کچھ سوچنا تو آسان ہے مگر اس خیال کو عملی جامہ پہنانا اتنا ہی مشکل ہے۔

سچ پوچھو تو میں بھی تم سے بہت محبت کرتا ہوں لیکن میں ڈرتا تھا کہ تم سے اظہار محبت کرنا الٹا میرے گلے میں طوق بن کر نہ لٹک جائے اشتیاق احمد نے کہا۔

میں آج بہت زیادہ خوش ہوں کہ مجھے میری محبت مل گئی ہے یقین مانو اپنی کیفیت بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں میں بس اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ میں خوشی کے مارے پھولے نہیں سمارہی ہوں مہوش نے خوشی سے باغ باغ ہوتے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہوئے کہا۔

اب ذرا سیریس ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ یہ بات جنگل میں آگ کی مانند پھیل جائے اور یہ لوگ ہمارا جینا دوبھر کر دیں اشتیاق احمد نے مہوش کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

جلد ہی دونوں ایک اونچی پہاڑ پر جا کر براجمان ہو گئے ان سے قبل وہاں کچھ طالب علم براجمان تھے جبکہ کچھ مزید اونچائی پر پہنچ چکے تھے اور کچھ ان کی دیکھا دیکھی اوپر چڑھ رہے تھے مہوش اور اشتیاق احمد مزید اوپر جانے سے بالکل انکاری تھے رمشہ بھی ان کے پاس پہنچ چکی تھی اور ٹکٹکی باندھے کھا جانے والی نظروں سے مہوش کو گھورنے لگی تھی۔

کیا بات ہے رمشہ تم اتنی غصہ میں کیوں دکھائی دے رہی ہو۔ اشتیاق احمد نے رمشہ کی آنکھوں میں سر ابھارتی ہوئی مہوش کے لیے نفرت دیکھ کر پوچھا تو رمشہ نے چونک کر اشتیاق احمد کو دیکھا۔

کیا تم اب کچھ وقت مجھے دے سکتے ہو اشتیاق احمد رمشہ نے پوچھا تو اشتیاق احمد زیر لب مسکرا دیا جبکہ مہوش تاؤ کھا کر رہ گئی۔

دوستوں کے لیے میرے من میں ٹائم ہی ٹائم ہے رمشہ۔۔ کیا تمہیں کوئی مسئلہ ہے اگر ایسی بات ہے تو کھل کر بتاؤ۔ شرمانے کی قطعا کوئی ضرورت نہیں ہے اشتیاق احمد نے کہا۔

اس کی بات سن کر رمشہ نے ایک طائرانہ نگاہ مہوش پر ڈال مہوش کھا جانے والی آنکھوں سے رمشہ کو تکے جا رہی تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ اپنے سامنے ایستادہ رمشہ کے پیٹ میں ایک بھرپور لات رسید کر دیتی اور رمشہ کا کچومر نکل جاتا۔

مجھے تم سے کچھ کہنا ہے بہت خاص بات جو اکیلے میں کہنا چاہتی ہوں میں ڈسٹربنگ برداشت نہیں کر سکتی اگر تم میرے لیے بھی کچھ ٹائم نکالو تو اوپر جاؤ میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں رمشہ نے اشتیاق احمد کی طرف الفت بھری آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا اشتیاق احمد اسکی باتوں کا مفہوم سمجھ چکا تھا۔

دیکھو رمشہ پلیز ڈونٹ مائنڈ مگر اب مزید اوپر جانے کی سکت باقی نہیں بچی مہوش کو بھی تو اپنی دوست ہی سمجھو یہ بھی تو ہماری کلاس فیلو ہی ہے تم جو کچھ بھی کہنا چاہتی ہو بنا کسی جھجک کے کہو۔ اشتیاق احمد نے حالات کی نزاکت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہا۔

وہ جانتا تھا کہ اگر وہ یہاں سے اٹھ کر رمشہ کے ساتھ دو قدم بھی چل دیا تو مہوش کے دل میں اس کے لیے نجانے کیسے کیسے خیالات جنم لے سکتے ہیں ممکن ہے وہ اسے دھوکے باز یا فراڈ یہ قرار دے کر اس کی محبت سے انکاری ہو جائے اور یہی بات اسے گوارہ نہ تھی وہ کسی طور بھی اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

تم سمجھ کیوں نہیں رہے اشتیاق احمد مجھے تم سے اکیلے میں بات کرنی ہے رمشہ نے بمشکل تمام اپنے غصہ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ وہ ضدی لڑکی تھی لیکن پہلی بار خود کو کسی کے سامنے مجبور اور بے بس دیکھ رہی تھی حقیقت یہ تھی کہ وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھی وگرنہ وہ تو کسی کو جوتی کی نوک پر بھی رکھنا گوارہ نہیں کرتی تھی۔ لیکن وہ کر بھی کیا سکتی تھی اس کی ضد اور ہٹ دھرمی محبت کے سامنے بے معنی تھی۔

میں تم سے۔۔ بہت محبت کرتی ہوں اشتیاق

اور۔۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی مجھ سے۔۔ اتنا کہہ کر رمشہ نے اپنا فقرہ ادھورہ چھوڑ دیا اور اس کی سوالیہ نگاہیں اشتیاق احمد کے چہرے پر جم گئی تھیں۔

شرم نہیں آتی تم کو ایسی گھٹیا باتیں کرتے ہوئے اشتیاق احمد کی جگہ مہوش غصہ سے پیچ و تاب کھا کر بولی مہوش کی بات سن کر جہاں رمشہ کو حیرت ہوئی وہیں اشتیاق احمد بھی حیرت سے اسے دیکھا قبل اس کے کہ مہوش مزید کچھ کہتی رمشہ نے اسے ٹوک دیا۔

تم اپنی زبان کو لگام میں رکھو مجھے شرم آئے نہ آئے تمہیں شرم کرنی چاہیے تھی ایک نوجوان لڑکے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر تم اوپر چڑھ رہی تھی۔

اسی لیے تم کو جلیس ہوئے جا رہی ہو لیکن یاد رکھنا اس خام خیال کو ذہن سے نکال پھینکو کہ اشتیاق احمد تمہاری جھوٹی محبت کے جھانسے میں نہیں آ سکتا ہے اب یہاں کھڑی کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو چلو یہاں سے چلتی بنو مہوش نے رمشہ کی بے عزتی کرتے ہوئے کہا۔

مہوش۔ اشتیاق احمد نے مہوش کو سرزنش کرنا ہی چاہی تھی لیکن اس کے کانوں پر جون تک نہیں رینگنے والی تھی۔

اشتیاق تم نے میری کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا رمشہ نے ترحم آمیز نگاہوں سے اشتیاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اشتیاق اور رمشہ اور مہوش کے درمیان پنڈولیم کی طرح لٹک کر رہ گیا تھا اس نے نگاہیں جھکا لیں۔ رمشہ تڑپ کر رہ گئی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اشتیاق احمد نے اس کی محبت ٹھکرائی نہیں بلکہ اس کو سرعام بے عزت کر دیا ہو۔ رمشہ کو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کرے تو کیا کرے۔

میں تم لوگوں کا جینا محال کر دوں گی۔ میں نے زندگی میں کبھی ناں کا لفظ نہیں سنا تھا یاد رکھنا میں مر بھی گئی تو میری آتما بھی تم لوگوں کو چین سے نہیں رہنے دے گی رمشہ نے روتے ہوئے بمشکل تمام کہا دونوں اس کی جذباتی باتوں کو بالائے طاق رکھ پاتا لیکن رمشہ کی سماعت شکن چیخ نے دونوں کے پیروں تلے زمین کھینچ لی اگلا منظر دیکھ کر دونوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے رمشہ نے اپنی بات مکمل کرنے کے بعد نیچے چھلانگ لگا دی تھی اسکی چیخ سن کر ہر کس و ناکس نے حیران ششدر ہو کر دیکھا اگلا منظر دیکھ کر سب کی حیرت ہویدا رہ گئی۔

اوہ مائی گاڈ مہوش سہم کر اشتیاق احمد کے گلے لگ گئی۔ وہ بری طرح سے خوفزدہ ہو گئی تھی اوپر چڑھتے اور پہنچ جانے والے طالب علم نیچے اترنے لگے تھے سب ہکا بکا تھے اشتیاق احمد اور مہوش کے پاس بھی چار و ناچار نہ تھا وہ بھی بمشکل تمام ایک دوسرے کے سہارے بنتے نیچے اترے رمشہ ایک پتھر پر گری تھی نہ صرف اس کا پیٹ پھٹ گیا تھا بلکہ اس کا چہرہ بھی مسخ ہو چکا تھا وہ مر چکی تھی سب اسکے اردگرد جمع ہو چکے تھے۔

اشتیاق احمد۔ لیڈی لیکچرار نے اشتیاق احمد کو مخاطب کیا تو اس نے تھوک نگلتے ہوئے میڈم کی طرف دیکھا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ اب کی بقیہ زندگی سلاخوں کے پیچھے گزرنے والی ہے لیکن کچھ بھی ہو وہ مہوش پر آنچ تک نہیں آنے دے گا۔

یس میم۔ اشتیاق احمد نے میڈم کے سامنے جا کر ایستادہ ہو کر کہا میڈم کی سوالیہ نگاہیں اس کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

چہرے پر گڑی ہوئی تھیں یہی نہیں ہر کس و ناکس کی نگاہیں بھی اسی پر جمی ہوئی تھیں۔

کیا تم بتا سکتے ہو کہ رمشہ کو کیا ہوا تھا کچھ طالب علموں نے کود کشی سے قبل اسے تمہارے اور مہوش کے پاس ایستادہ دیکھا ہے یہی نہیں تمہارے درمیان کوئی جھڑپ ہو رہی تھی یاد رکھنا دروغ گوئی سے کام مت لینا ورنہ نقصان کے ذمہ دار تم خود ہی ہو گے۔ بتاؤ حقیقت کیا ہے میڈم نے استفسار کرتے ہوئے پوچھا لیکن اشتیاق احمد کیا بتاتا وہ چپ چاپ دم سادھے اس کے سامنے ایستادہ رہا بھی میڈم مہوش کی اور لپکی مہوش کو اپنی رگوں میں لہو منجمد ہوتا ہوا دکھائی دیا وہ میڈم سے نگاہیں ملانے کی تاب نہ رکھتی تھی۔

بتاؤ مہوش رمشہ نے خودکشی کیوں کی اگر تم لوگ حقیقت بیان کرو گے تو امید واثق ہے کہ ہم لوگ تمہاری مدد کر سکیں گے۔۔ ورنہ اتنا ایک بھیانک اور عبرتناک انجام سے تمہیں دوچار ہونا پڑے گا۔ میڈم کی بات نے مہوش کے قدموں تلے زمین کھینچ لی اس نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں میں چہرہ چھپا کر دھواں دھار رونا شروع کر دیا سب حیرت سے اسے تکنے لگے۔

ہمارا کوئی قصور نہیں ہے میڈم اشتیاق احمد اور مہوش کی حالت دیکھ کر تڑپ کر بولا تو سب کی نگاہیں اس پر مرکوز ہو گئیں اور اشتیاق احمد نے ساری بات بتادی جسے سن کر ایک بار سب نے چپ سادھ لی ہر کس و ناکس کی نگاہیں بار بار بھی رمشہ کی پیٹ پھٹی اور مسخ شدہ لاش کو دیکھتے اور بھی اشتیاق اور متواتر روتی ہوئی مہوش کو اشتیاق ایک احساس مند اور اچھا انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ سچائی کا دامن تھامے ہوئے تھا اور اسی سچائی نے اسے بچالیا۔ سب ٹیچرز اور سٹوڈنٹس کی ملی بھگت سے پولیس کو یہ بیان دیا گیا کہ رمشہ اپنی غلطی کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتری ہے اپنے دوستوں کی دیکھا دیکھی وہ بھی جلدی سے اوپر پہنچنا چاہتی تھی مگر پاؤں پھسلنے اور ہاتھ چھوٹ جانے کی وجہ سے وہ نیچے گری اور اس کی یہ حالت ہو گئی پوسٹ مارٹم رپورٹ نے بھی ثابت کر دیا کہ رمشہ کو نہ تو کسی نے دھکا دیا اور نہ کوئی مسئلہ درپیش آیا ہے یوں اسے ایک حادثے کا رنگ دے کر ختم کر دیا گیا۔

اشتیاق احمد کی زندگی میں اس کے بعد تو گویا طوفان برپا ہو گیا تھا رمشہ مر تو گئی تھی لیکن اس کی آتما نے اشتیاق احمد اور مہوش کا جینا دوبھر کر دیا تھا آئے دن انہیں کوئی نہ کوئی نقصان ضرور ہونے لگا تھا اشتیاق احمد اور مہوش ایک ہو چکے تھے لیکن ابھی تک اولاد جیسی عظیم نعمت سے محروم تھے اس وقت بھی اشتیاق احمد پیہم سوچے جا رہا تھا کہ وہ کرے تو کیا کرے بھی وہ ایک فیصلہ کن نتیجے پر پہنچا اور اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ بہر صورت آج اپنی اہلیہ کی برتھ ڈے پارٹی منائے گا یہی سوچ کر وہ آفس سے باہر نکلا جلد ہی اس کی گاڑی تیز رفتاری سے مارکیٹ کی طرف جا رہی تھی تھوڑی ہی دیر میں اس نے شاپنگ کر لی اور گھر کی راہ لی موسم پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو چکا تھا اس نے مہوش کو بتا دیا تھا کہ وہ شاپنگ کر کے واپس گھر آ رہا ہے اشتیاق احمد کے لیے گاڑی تک چلانا دقت طلب ہو چکا تھا بارش اتنی تیز تھی کہ سامنے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اشتیاق احمد اس وقت ایک موڑ کاٹ رہا تھا جب ایک تیز رفتار ٹرک نے اس کی گاڑی کو اتنی

زور سے ٹکر ماری کہ اس کی گاڑی ہوا میں دو تین قلابازیاں کھا کر زمین پر گری گاڑی کا ستیاناس ہو کر رہ گیا تھا اس کا سر بری طرح سے اسٹیرنگ سے ٹکرایا گاڑی کے ٹوٹے شیشے اس کے جسم میں کئی جگہ گھس گئے ایک سماعت شکن چیخ اس کے حلق سے خارج ہوئی اور وہ دنیا و مافیا سے بے خبر ہوتا چلا گیا۔

اشتیاق احمد نے جب آنکھیں کھولیں تو خود کو ہسپتال کے بیڈ پر پایا مہوش اسکے سرہانے براجمان تھی اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی اس کی آنکھیں نم آلود تھیں اشتیاق احمد کو ہوش میں آتا دیکھ کر مہوش خوشی سے نہال ہو گئی وہ فوراً ڈاکٹر کو بلا لائی ڈاکٹر نے اشتیاق احمد کو چیک کرنے کے بعد ان کی ڈھارس بندھائی کہ اس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔

اشتیاق احمد اور مہوش کے گھر والے بھی وہاں موجود تھے مہوش نے ٹرک والے کو بے قصور کہہ کر معاف کر دیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اصل قصوروار ٹرک ڈرائیور نہیں تھا اشتیاق احمد کو ڈسچارج کر دیا گیا تھا اسکے بھائی نے اسے سہارا دیا اور اپنی گاڑی میں لا بیٹھایا مہوش بھی اس کے قریب براجمان ہو گئی تھی اشتیاق احمد کے بھائی نے گاڑی ڈرائیو کرنا شروع کر دی۔

وہ کمینی ایک بار پھر جیت گئی مہوش نے نم آلود لہجے میں کہا تو اشتیاق احمد اس کی طرف متوجہ ہوا اسے اپنی اہلیہ کی آنکھوں میں ادھورے سپنے دکھائی دیئے اس نے اسکی بات کا کوئی جواب نہ دیا تھا اس نے منہ پھیر کر آئینے سے باہر دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ پیہم سوچے جا رہا تھا کہ پتہ نہیں کب تک انکی خوشیاں یونہی ادھوری رہیں گی پتہ نہیں اولاد جیسی نعمت بھی ان کے مقدر میں لکھی ہے یا نہیں دوسرے ہی لمحے اسکی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ دو موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر اس کی گالوں کو چھوتے اس کی گود میں جا گرے اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے آنکھیں موندلیں۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

نظم

کہا تھا یاد ہے تم کو،
میں ہوں چاند اور تم چاندنی میری!
مگر جب چاند چھپ جائے کہو
پھر چاندنی کیسی؟
کہا تھا یاد ہے تم نے،
میں ہوں پھول اور تم اس کی خوشبو!
مگر جب پھول مرجھائے کہو خوشبو بھلا کیسی؟
کہاں تھا یاد ہے تم نے،
میں ہوں دل، ہو تم دھڑکن!
مگر دل ٹوٹ جائے تو کہو پھر دھڑکن کیسی؟
کہا تھا یاد ہے تم کو،
میں ہوں آس اور تم زندگی میری!
مگر جب آس ٹوٹے تو،
کہو پھر زندگی کیسی؟

فیصل طیب۔ احمد پور سیال

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

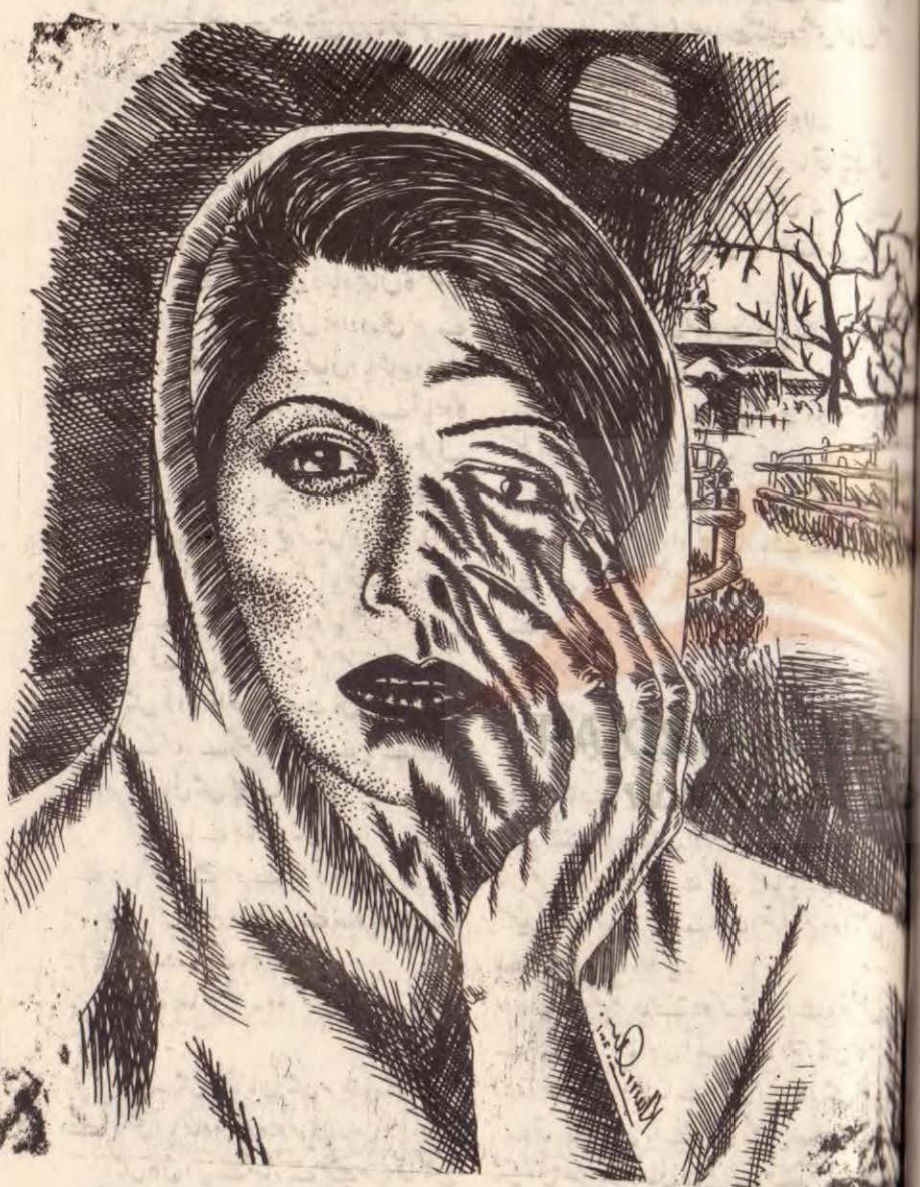

نقاب پوش لڑکی

---تحریر: مسز طاہر سلیم قم قم نشاد۔ کنیال فتح جنگ۔

میں نے گاڑی روک دی اور ان پر نظریں گاڑھ دیں ان دونوں کا رخ ایک پہاڑ کی طرف تھا کچھ ہی دیر میں وہ پہاڑ کے پیچھے چلے گئے میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور پہاڑ کے پاس جا کر روک دی اچانک ہی مجھے شیریں کے قہقہوں کی آواز سنائی دی میں غصہ کے عالم میں اڑی کا فرنٹ دوڑ کھول کر باہر آ گیا اچانک ہی میری نظر زمین پر پڑی تو چونک گیا رات بارش کی وجہ سے زمین گیلی تھی جس کی وجہ سے وہاں پاؤں کے نشان نمایاں نظر آ رہے تھے قدموں کے نشان مجھے کشمکش میں ڈال رہے تھے دو پاؤں کے نشان تو بالکل ٹھیک تھے لیکن پاؤں کے دو نشان الٹے دکھائی دے رہے تھے یہ ابات میرے لیے بہت حیران کن تھی میری چھٹی حس مجھے خطرے کا احساس دلا رہی تھی لگتا ہے کچھ گڑبڑ ہے مجھے حقیقت جاننا ہوگی یہ سوچ کر میں نے قدم پہاڑ کی طرف بڑھا دیے میں چھپ کر جا رہا تھا اور پھر میری آنکھوں نے ایک حیران کن منظر دیکھا شریں اس کے بہت قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ اور مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہے تھے پھر اس کے کہنے پر شیریں نے ہاتھ بڑھ کر نقاب اتار دیا اس کے نقاب اتارتے ہی اس لڑکے کی ایک چیخ گونج اٹھی اور میں بھی اپنی جگہ دہل سا گیا۔ خوف کی وجہ سے میرا جسم کانپنے لگا شیریں کا آنکھوں سے نیچے کا تمام چہرہ کالے سیاہ بالوں سے بھرا ہوا تھا سرخ ہونٹوں سے دو دانت باہر نکلے ہوئے تھے وہ لڑکا خوف سے کانپ رہا تھا اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے شریں نے اپنے دانت اس کی گردن میں گاڑھ دیئے۔ لڑکا تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا تھوڑی دیر بعد اس کی گردن ایک طرف لڑھک گئی۔ اس نے اس کا جسم نوچ نوچ کر کھانا شروع کر دیا تھا بس میں نے وہاں سے بھاگنے کی کی کیونکہ مجھے اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا تھا کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتی تو اس جیسا حال میرا بھی کرتی۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

میں ابھی ابھی ناشتہ کر کے چھت پر آیا اور قدرت کے حسین منظر کو اپنی آنکھوں میں جذب کرنے لگا میں نے گھوم کر ادھر ادھر کا جائزہ لیا۔ اس وقت پورا گاؤں ہلکی ہلکی دھند سے ڈھکا ہوا تھا ابھی بھی ساون کی ہلکی ہلکی بوندا باندی جاری تھی اور ساتھ ساتھ سورج کی دلفریب کرنیں بادلوں کے ٹکڑوں کو چیرتے ہوئے زمین کو منور کر رہی تھیں ایک جگہ زمین سے آسمان تک سات رنگی دھنک اس حسین منظر کو مزید خوبصورت بنا رہی تھی دھند کے سات رنگ بے انتہا خوبصورت دکھائی دے رہے تھے دور کھیتوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی نہر کا پانی سورج کی روشنی پڑنے پر ہیرے کی طرح چمک رہا تھا۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور بے اختیار میرے قدم نہر کی جانب اٹھنے لگے میں سہانے موسم کو انجوائے کرتے ہوئے نہر کی جانب رواں دواں ہو گیا تھا کچھ ہی دیر بعد میں نہر کے کنارے موجود تھا سر سبز کھیتوں کے درمیان نہر کا پانی ہیرے کی مانند چمک رہا تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نہر کے صاف وشفاف پانی میں آسمان کا عکس نہایت خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا نہر کے پانی میں نیلے آسمان پر برف کی مانند سفید بادل ادھر ادھر بھاگ رہے تھے قوس قزاں کے سات رنگوں کا عکس اس خوبصورت منظر کو چار چاند لگا رہا تھا میں اس حسین منظر آنکھوں میں سموئے نہر کے کنارے کنارے چلنے لگا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میرے وجود سے ٹکرا رہی تھی دنیا وجہاں کا سکون مجھے اپنے اندر اترتا ہوا محسوس ہوا دور ہی نہر کے کنارے مجھے کوئی بیٹھا ہوا دکھائی دیا شاید وہ کوئی میری طرح ہی اس موسم کو انجوائے کرنے آیا ہوگا میں نے دل ہی دل میں سوچا اور اس کی طرف چل دیا قریب پہنچنے پر پتہ چلا کہ وہ تو وہ تو میرا دوست آفتاب تھا اس کو دیکھ کر میں خوش ہو گیا آج وہ مجھے تقریبا ایک ہفتے بعد نظر آیا تھا میں خاموشی سے اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا اس کا دھیان میری طرف نہیں تھا وہ بہت گم سم سا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور بہت ہی دھیمے انداز میں نہر کے کنارے چھوٹے چھوٹے پڑے ہوئے پتھر نہر کے پانی میں پھینک رہا تھا۔

کیا ہو رہا ہے جناب میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو وہ ایک دم گھبرا سا گیا اور اس کا چہرہ خوف سے زرد ہو گیا اور وہ سوچوں کے دریا سے باہر آ گیا۔

ارے صائم تم ۔وہ گہری سانس خارج کر کے بولا۔

ہوں۔میں نے ہاں میں سر ہلایا۔تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا وہ سنجیدہ ہو کر بولا۔

میں کافی دیر سے تمہارے پیچھے کھڑا تھا لیکن شاید تمہارا دھیان کہیں اور تھا میں نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا تو وہ دھیرے سے مسکرایا کافی دن ہو گئے تمہاری صورت نہیں دیکھی کہاں گم رہتے ہو میں نے جلدی سے پوچھا۔

میں نے کہاں جانا ہے وہ مختصرا بولا۔

اس کا لہجہ بہت ہی بدلہ بدلہ سا تھا پہلے کی طرح نہ ہی چہرے پر مسکراہٹ تھی نہ شرارت آنکھوں میں عجیب سی افسردگی کی جھلک نمایاں تھی تب میں نے پوچھا۔

کیا بات آفتاب تم بہت ہی پریشان دکھائی دے رہے ہو۔خیر تو ہے۔

نہیں یار کوئی بات نہیں ہے وہ مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے بولا۔

آج سے پہلے میں نے تمہیں اتنا پریشان نہیں دیکھا تمہارا چہرہ اور لہجہ بتا رہا ہے کہ کوئی ایسی بات ہے جو تم ظاہر نہیں کرنا چاہتے ہو میں نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

یار صائم ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ نظریں چراتے ہوئے بولا۔

یار آفتاب بات شیئر کرنے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے ہم کوئی بات نہیں چھپاتے ہیں ہم بہت اچھے دوست ہیں اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں تم سے کوئی بھی بات نہیں چھپاتا ۔میں نے سنجیدگی سے کہا پھر میرے بہت اصرار پر وہ اصل بات بتانے پر مجبور ہو گیا۔

یار صائم تم جانتے ہو کہ میں رات کو آفس سے لیٹ گھر آتا ہوں ایک رات دفتر میں کام زیادہ تھا تو دیر ہو گئی رات کو میں اپنی کار میں گھر آ رہا تھا کہ ویران راستے میں مجھے چاند کی روشنی میں کوئی کھڑا ہوا دکھائی دیا قریب پہنچنے پر پتہ چلا کہ وہ ایک نوجوان لڑکی ہے اس نے اپنا چہرہ

نقاب میں چھپایا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے گاڑی روکنے کو کہا۔میرے دل میں خیال آیا کہ نوجوان لڑکی کا آدھی رات کو اس ویرانے میں کیا کام ہے کہیں یہ وہ ہی چڑیل تو نہیں جس کے بارے میں لوگوں نے کہانیاں بنا رکھی ہیں کہ اس راستے میں خوفناک چڑیلوں کا بسیرا ہے یہ سوچ کر میرے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی پر آج کل کے زمانے میں چڑیلوں اور بھوتوں کا وجود نہیں ہے یہ تو جاہل لوگوں کی بنائی ہوئی کہانیاں ہیں وہ بھی جھوٹی کہیں یہ مجبور لڑکی نہ ہو یہ سوچ کر میں نے گاڑی روک دی۔

صاحب تھوڑی دور میرا گھر ہے کیا آپ مجھے لفٹ دے سکتے ہین وہ گاڑی کے شیشے سے جھانکتے ہوئے بولی۔

اس کے چہرے پر نقاب تھا صرف اس کی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں اس کی آنکھیں بے انتہا خوبصورت تھیں بالکل ایک نشہ تھا اسکی آنکھوں میں جھیل جیسی نیلی گہری آنکھوں میں کھو سا گیا دنیا وجہاں سے بے خبر میں اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اس کی آنکھیں نقاب میں ایسے دیکھائی دے رہی تھیں جیسے چودھویں کا چاند سیاہ بادلوں سے جھانک رہا ہو۔

کیا مجھے لفٹ مل سکتی ہے وہ دوبارہ بولی۔

او۔۔ہاں۔۔کیوں نہیں۔میں چونکتے ہوئے بولا تو وہ گاڑی کا پچھلا شیشہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی کہاں جانا ہے آپ کو میں نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

بس تھوڑی دور جانا ہے میں نے جہاں اترنا ہوا تو آپ کو بتا دوں گی وہ آہستہ سے بولی۔

کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کون ہے اور اتنی رات کو اس ویرانے میں کیا کر رہی تھیں آج کل کے حالات بھی ٹھیک نہیں ہیں اس طرح اکیلی لڑکی کو اتنی رات تک باہر نہیں رہنا چاہیے ۔میری بات سن کر بولی۔

ہم خانہ بدوش لوگ ہیں کبھی یہاں تو کبھی وہاں ہمارا ٹھکانہ ہوتا ہے پیٹ کی آگ کو مٹانے کے لیے گھر سے باہر جاتی ہوں یہاں پاس ہی ایک گھر میں کام کرتی ہوں اس لیے رات کو آنے میں دیر ہو جاتی ہے دور سے آپ کی گاڑی کی لائٹس دیکھی تو آپ سے لفٹ مانگ لی۔

اس کی بات سن کر میں نے سر ہلا کا کچھ لمحے ایسے ہی خاموشی سے گزر گئے میں چپکے چپکے گاڑی کے شیشے میں اس کی نشیلی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

بس جی یہاں روک دیں۔۔وہ خاموشی کو توڑتے ہوئے بولی۔

میں نے گاڑی روک دی بہت شکریہ آپ کا وہ یہ کہتے ہوئے گاڑی سے اتر گئی اور میں گاڑی آگے بڑھا دی میں راستے میں اس کے بارے میں ہی سوچتا رہا اس کی نشیلی آنکھوں نے ایسا سحر مجھ پر کر دیا تھا کہ اس کا چہرہ دیکھنے کے لیے میرا دل بے قرار سا ہو گیا۔

دوسرے دن وہ پھر اسی جگہ کھڑی تھی میں نے اس کے کہے بغیر ہی گاڑی روک دی وہ بھی خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

آپ سے ایک بات پوچھوں میں نے شیشے میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

جی کیا بتاؤں وہ جلدی سے بولی جیسے وہ میرے بولنے کا پہلے سے انتظار کر رہی ہو۔

کیا تم نے کبھی اس راستے میں چڑیل یا جن بھوت دیکھے ہیں۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گیا۔۔۔میری بات سن کر وہ قہقہے لگا کر ہنسنے لگی تو مجھے بہت عجیب سا لگا۔

آپ ہنس کیوں رہی ہیں۔ میں نے پوچھا۔

آپ جیسے پڑھے لکھے شخص کے منہ سے ایسی باتیں سنکر ہنسی تو آئے گی ہی ناں بہر حال میں نے بھی کچھ نہیں دیکھا ہے وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی تو مجھے اپنے سوال پر شرمندگی محسوس ہونے لگی تھی

کیا نام ہے تمہارا۔ میں نے پوچھا۔

شریں۔ وہ مختصراً بولی

بہت اچھا نام ہے میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر یہ روز کا معمول بن گیا تھا وہ روز رات کو راستے میں میرا انتظار کر رہی ہوتی اور میں اسے اس کی مطلوبہ جگہ پر چھوڑ دیتا تھا ایک دن میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو میں بوس سے چھٹی لے کر شام کو ہی گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں مجھے شیریں کا خیال آیا کہ کہیں رات کو پھر وہ میرا انتظار ہی نہ کرتی رہے مجھے اس کا انتظار کرنا چاہیے یا نہیں ایسی ہی سوچیں سوچتے ہوئے میں نے گاڑی آگے بڑھا رہا تھا ابھی اس راستے میں جس سے مجھے شریں ملتی تھی تھوڑی دور تھا کہ مجھے اس راستے میں شیریں کسی لڑکے کے ساتھ گزرتی ہوئی دکھائی دی اس کے چہرے پر اب بھی نقاب ہی تھا وہ اس لڑکے کی بانہوں میں بانہیں ڈالے آگے بڑھ رہی تھی۔ اس وقت مجھے شیریں پر بے انتہا غصہ آ رہا تھا نجانے کیوں مجھے اس کے اس عمل سے تکلیف محسوس ہو رہی تھی میں نے گاڑی روک دی اور ان پر نظریں گاڑھ دیں ان دونوں کا رخ ایک پہاڑ کی طرف تھا کچھ ہی دیر میں وہ پہاڑ کے پیچھے چلے گئے میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور پہاڑ کے پاس جا کر روک دی اچانک ہی مجھے

شیریں کے قہقہوں کی آواز سنائی دی میں غصہ کے عالم میں اڑی کا فرنٹ دوڑ کھول کر باہر آ گیا اچانک ہی میری نظر زمین پر پڑی تو چونک گیا رات بارش کی وجہ سے زمین گیلی تھی جس کی وجہ سے وہاں پاؤں کے نشان نمایاں نظر آ رہے تھے قدموں کے نشان مجھے کشمکش میں ڈال رہے تھے دو پاؤں کے نشان تو بالکل ٹھیک تھے لیکن پاؤں کے دو نشان الٹے دکھائی دے رہے تھے یہ بات میرے لیے بہت حیران کن تھی میری چھٹی حس مجھے خطرے کا احساس دلا رہی تھی لگتا ہے پچھڑ بڑ ہے مجھے حقیقت جاننا ہو گی یہ سوچ کر میں نے قدم پہاڑ کی طرف بڑھا دیے میں چھپ کر جا رہا تھا اور پھر میری آنکھوں نے ایک حیران کن منظر دیکھا شریں اس کے بہت قریب بیٹھی ہوئی تھی۔

جان من اب اپنے چہرے پر سے نقاب تو ہٹا دو ناں وہ محبت بھرے لہجے میں بولا۔

مجھے دیکھنے کے بعد تم یہاں سے نہیں جا سکو گے شیریں سریلی آواز میں گونجی

تم نقاب تو اتار دو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

شیریں نے ہاتھ بڑھ کر نقاب اتار دیا اس کے نقاب اتارتے ہی اس لڑکے کی ایک چیخ گونج اٹھی اور میں بھی اپنی جگہ دہل سا گیا۔ خوف کی وجہ سے میرا جسم کانپنے لگا شیریں کا آنکھوں سے نیچے کا تمام چہرہ کالے سیاہ بالوں سے بھرا ہوا تھا سرخ ہونٹوں سے دو دانت باہر نکلے ہوئے تھے وہ لڑکا خوف سے کانپ رہا تھا اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے شریں نے اپنے دانت اس کی گردن میں گاڑھ دیئے۔ لڑکا تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا تھوڑی دیر بعد اس کی گردن ایک طرف لڑھک گئی۔ اور پھر شیریں نے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا

اس کا چہرہ خون سے بھرا ہوا تھا اور پھر وہ اپنے لمبے لمبے ناخنوں والے ہاتھوں سے اس کو گوشت کھانے لگی میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ گاڑی تک آیا اور پھر میں کیسے گھر پہنچا یہ میں ہی جانتا تھا۔ اس دن کے بعد میں نے رات کو دیر سے آنا چھوڑ دیا میں شام کو ہی لوٹ آتا ایک شام شیریں کو وہاں کھڑے پایا شاید وہ میرا انتظار کر رہی تھی اس نے ہاتھ کے اشارے سے گاڑی روکنے کو کہا لیکن میں نے گاڑی نہیں روکی بلکہ گاڑی اس کے اوپر سے گزارنا چاہی میری گاڑی اس کو کچلنے ہی والی تھی کہ وہ ایک خوفناک پرندہ بن کر اڑ گئی میں خوف سے کانپ رہا تھا لیکن میں نے پھر بھی گاڑی نہیں روکی اچانک ہی وہ میری گاڑی کے چھت پر بیٹھ گئی

آفتاب تم نے میرے ساتھ دشمنی کر کے اچھا نہیں کیا اس کی خوفناک آواز مجھے سنائی دی اور پھر وہ اڑتے ہوئے پہاڑ کے پیچھے غائب ہو گئی اس دن کے بعد میں نے اس راستے سے آنا ہی چھوڑ دیا ہے۔

اپنے اوپر بیتی داستان سنا کر آفتاب خاموش ہو گیا۔ اور میں حیرت اور تجسس بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا یار صائم مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے آفتاب خوفزدہ لہجے میں بولا۔

آفتاب میرے خیال میں تمہیں کسی بزرگ سے رابطہ کرنا چاہیے میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا پر یار جب سے میں نے راستہ چینج کیا ہے وہ مجھے کہیں بھی دکھائی نہیں دی آفتاب نہر میں پتھر پھینکتے ہوئے بولا۔

تم آئندہ بھی اس راستے سے نہیں آنا میں اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا تو اس نے سر ہلایا۔

اچھا چلو کافی دیر ہو گئی ہے اب ہمیں چلنا چاہیے آفتاب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

چلو میں نے کندھا اچکا کر کہا گھر آنے کے بعد بھی میرا دماغ آفتاب کی سنائی ہوئی داستان میں الجھا ہوا تھا۔ کیا ابھی جن بھوت ہوتے ہیں مجھے آفتاب کی بہت فکر ہو رہی تھی۔

اور پھر وہ ہوا جس کا مجھے ڈر تھا اس ویران راستے سے آفتاب کی کٹی ہوئی لاش ملی اپنے دوست کو کھو کر میں بہت غمگین ہو گیا تھا بار بار اس کی باتیں اس کی شرارتیں یاد آ رہی تھیں گاؤں والے بہت ہی پریشان تھے گاؤں کے کافی لوگ اس ویرانے میں چڑیل کو دیکھ چکے تھے سب کا یہی خیال تھا کہ آفتاب کو اسی چڑیل نے قتل کیا ہے اور پھر میں نے آفتاب کی سنائی ہوئی داستان سنائی تو وہ خوفزدہ ہو گئے اس دن کے بعد اس نقاب پوش لڑکی کو اکثر اس ویرانے میں دیکھا جانے لگا بلکہ آدھی رات کو گاؤں کے قریب بھی اس کو بھٹکتے ہوئے دیکھا گیا گاؤں کے لوگ اس کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔

قصہ مختصر اور پھر گاؤں والوں نے ایک عامل بابا کو بلایا اور جس نے رات کو چلہ کر کے اس چڑیل کو ختم کر دیا جس دن عامل بابا نے چلہ کیا تھا اس دن اس چڑیل کی بہت خوفناک اور دل کو ہلا دینے والی چیخیں سنائی دی تھیں اس دن کے اس نقاب پوش لڑکی کو اس ویرانے میں نہیں دیکھا گیا۔ اور نہ ہی وہ گاؤں کے آس پاس بھٹکتی ہوئی دکھائی دی ہے۔ قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بھوت بنگلہ

---تحریر: قیصہ جمیل پروانہ۔ ماموں کانجن

بھوت بنگلہ کا نام سنتے ہی میرے دل کو کچھ ہونے لگا میرے قدم رک گئے کیا میں بھوت بنگلہ کے علاقے میں آ گیا ہوں میں واپس بھی نہیں جا سکتا تھا البتہ انتہائی خوف کی حالت میں میں نے جنوب کی طرف دوڑ لگا دی اور دوڑتے دوڑتے ایک جگہ گر پڑا لیکن قرآن پاک میرے سینے کے ساتھ بندھا ہوا تھا جس کو میں نے نیچے نہیں گرنے دیا تھا۔ میں دوڑ کر اور خوف سے ہانپ رہا تھا مجھے محسوس ہونے لگا کہ جیسے جھاڑیوں میں بھاگنے سے میرے جسم پر چھوٹے چھوٹے کٹ لگنے سے خون بہہ رہا ہو اور مجھے سخت درد ہو رہا تھا میں نے ہمت کی اور پھر دوڑنے کے لیے اٹھا۔ اور جب اٹھ کر سیدھا ہوا تو میری تو جیسے جان ہی نکل گئی ہو میرے سامنے ایک درخت تھا اور اس درخت کے نیچے روشنی پڑ رہی تھی اور اس روشنی میں انتہائی خوفناک مخلوق کھڑی تھی وہ شاید چڑیلیں تھیں کیونکہ ان کے لمبے لمبے بال تھے جیسے عورتوں کے ہوتے ہیں انکی تعداد چار تھی ایک چڑیل کے جسم پر بال ہی بال تھے لیکن ان بالوں میں خوفناک کیڑے مکوڑے چل رہے تھے دوسری مخلوق بڑی بڑی آنکھیں اور بڑی سی ناک تھی بڑے بڑے ہونٹ تھے اور ان ہونٹوں سے خون ٹپک رہا تھا تیسری مخلوق کافی لمبی تھی اور وہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی اور اس ڈھانچے سے تیز شعلے نکل رہے تھے جو میری آنکھوں کو چندھیا رہے تھے اور چوتھی چڑیل بھی بہت ہی خوفناک تھی اس کھوپڑی پیالہ نما تھی اور اس پیالہ نما کھوپڑی میں آگ جل رہی تھی آنکھیں بڑی بڑی تھیں ناک میں دو نتھنوں کی بجائے صرف ایک ہی بڑا سا نتھنا تھا ہونٹ اگرچہ چھوٹے چھوٹے تھے مگر زبان بہت ہی بڑی اور سیاہ باہر سینے تک لٹک رہی تھی ٹانگیں ہڈیوں کا ڈھانچہ تھیں لیکن سب سے خوفناک جو منظر تھا وہ یہ تھا کہ اس چڑیل کی آنکھیں آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا اور زمین پر گر رہا تھا میں یہ سب منظر دیکھ کر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر چیخنے لگا خوف سے میری جان نکل رہی تھی۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراونی کہانی۔

تین جون 1947ء کو تقسیم ہند کا اعلان ہو گیا اس اعلان سے ہندوؤں کی جھاگ بیٹھ گئی ہر مسلمان ناقابل بیاں حد تک خوش تھا ان کی آنکھوں کے سامنے خوبصورت حسین و جمیل پاکستان کی تصویر گھوم رہی تھی نعرے گونج رہے تھے ہمارے اپنے علاقے کے لوگ اکٹھے ہو گئے مجمع ایک جلوس کی شکل اختیار کر گیا تھا جس کی قیادت میرے والد کر رہے تھے اور میں نعرے لگا رہا تھا کہ اچانک ہم پر ہندوؤں نے پتھر برسانے شروع کر دیئے ایک پتھر میری پیشانی پر لگا میری پیشانی سے خون بہنے لگا لوگ میری طرف بڑھ رہے تھے کہ اچانک میرے اندر نہ جانے کون سا جذبہ تھا کہ ابل پڑا میں نے ہر تکلیف زخم کو بھول کر چیتے کی سی تیزی سے ان ہندوؤں پر چھلانگ لگا دی مجھے اب بھی یاد ہے کہ میں نے اس وقت ایک لڑکے کو پیٹ میں اتنی زور

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سے لات ماری کہ وہ زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا تھا۔ اس دوران میری پیشانی سے خون بہہ بہہ کر میرا چہرہ اور گریبان سرخ ہو چکا تھا۔ دونوں طرف کے بزرگوں نے آگے بڑھ کر بڑی مشکل سے ہندو اور مسلم لڑکوں کو چھڑا لیا اور پھر وہ واپس چلے گئے میری ماں نے مجھے دیکھ کر بجائے پریشان ہونے کے حوصلے کے ساتھ ہلدی اور سرسوں کے تیل سے میری مرہم پٹی کی سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے بھی اپنے زخم ہونے پر بجائے پریشان ہونے پر اپنے آپ پر فخر تھا وہ فخر آج بھی ہے کہ میری پیشانی پر اعزاز کے طور پر وہ نشان آج بھی نمایاں ہے آج بھی مجھ سے کوئی پوچھتا ہے کہ تمہاری پیشانی پر کیا ہوا کیسے ہوا تو میں فخر سے بتاتا ہوں کہ یہ پاکستان کے حق میں نعرے لگاتے ہوئے مجھے انعام ملا تھا۔

قرآن پاک کے حافظ صاحب قاری برکت اللہ جی کے پاس حفظ کرنے کے لیے مدرسے جاتا تھا بہت ہی نیک اور پرہیزگار انسان تھے وہ لوگوں کا روحانی علاج کرتے تھے ان کے روحانی علاج سے مستفید ہونے کے لیے ہمارے قصبے کے علاوہ دوسرے علاقوں کے لوگ بلکہ دور دراز سے بھی لوگ آتے تھے ان سے علاج کرانے انکے پاس ظاہر ہے مسلمانوں کا ہی آنا جانا تھا ایک دن میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا کہ استاد محترم کے ساتھ ساتھ میں اور دوسرے لڑکے چونک گئے استاد صاحب کے سامنے ایک ہندو ہاتھ باندھے کھڑا تھا استاد محترم کو غصہ آ گیا اور کہا۔

تم کو علم نہیں ہے پاک کلام لکھا پڑھا جا رہا ہے تم ناپاک قرآن پاک کی محفل میں آ گئے ہو۔

ہندو ہاتھ باندھے کھڑا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ کہہ رہا تھا۔

اس کا بیٹا سخت بیمار تھا۔

ٹھیک ہے کل اسے اسی وقت لے آنا دیکھ لیں گے۔

ہندو جی ٹھیک کہہ کر باہر چلا گیا۔

اگلے دن ٹھیک اسی وقت وہ ایک بیس بائیس سالہ لڑکے کو ساتھ لے کر مدرسہ میں داخل ہوا استاد محترم کمرے میں پہلے سے بیٹھے ہوئے ایک آدمی کے ساتھ آئی ہوئی عورت کو دم کر رہے تھے اس عورت کو کسی نے تعویذ ڈالے ہوئے تھے جبکہ استاد محترم اس کا تدارک کر رہے تھے میں اس وقت استاد محترم کے کندھے دبا رہا تھا وہ ہندو لڑکا اور استاد محترم کے سامنے بیٹھ گئے استاد محترم نے اس ہندو سے پوچھا۔

اب بتاؤ کیا معاملہ ہے۔

یہ میرا بیٹا ہے آج سے ایک ماہ پہلے یہ غلطی سے اس طرف شکار کرنے کے لیے چلا گیا جہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہاں جن بھوت چڑیلیں اور خوفناک بلائیں رہتی ہیں اور اس طرف کسی کا جانا ممکن نہیں ہے تب سے اسے نجانے کیا ہو گیا ہے عجیب عجیب سی حرکتیں کرتا ہے نہ سوتا ہے نہ کھاتا ہے جب کھاتا ہے میں پچاس روٹیاں کھا جاتا ہے دس دس جگ پانی کے پی جاتا ہے زور زور سے ہنستا ہے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ یہ جب بولتا ہے تو کبھی تو ایسی آوازیں نکالتا ہے اور کبھی عورت کی آواز میں بولتا ہے اس کو ہر پنڈت سے دکھایا لیکن آفاقہ نہیں ہوا استاد محترم نے لڑکے سے پوچھا۔

ہاں لڑکے کیا ہوا ہے تجھے اور کہاں گیا تھا

جی ایک ماہ پہلے غلطی سے لوگوں کا وہم سمجھتے

ہوئے شکار کے لیے اس علاقے میں چلا گیا تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ ادھر جن بھوت وغیرہ رہتے ہیں جو بھی ادھر جاتا ہے اگلے دن اس کی لاش آتی ہے اور یہ بات سچ بھی ہے۔

تم زندہ کیسے بچ گئے۔ استاد محترم نے پوچھا

جب میں اس علاقے میں شکار کے لیے گیا تو میں نے دیکھا کہ ہر طرف لمبی لمبی کائی کانے جڑی بوٹیاں کانٹے دار خودرو پودے اور کہیں کہیں شیشم اور پیپل کے درخت تھے کوئی انسان وہاں نہ تھا کوئی پرندہ بھی نہ تھا دوپہر کے بارہ بجے تھے اور مجھے شکار نہ ملا میں پسینے میں شرابور تھا میں ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا اچانک سے میری نظر پیپل کے درخت پر پڑی عورت تو میں چونک اٹھا کیونکہ درخت پر ایک بنگلہ نما عورت تھی اس عمارت سے دھواں نکل رہا تھا اور وہ اوپر کو جا رہا تھا۔ میں بڑا حیران ہوا کہ یہ دھواں کیسا۔ اچانک میرے سامنے ایک تونے پر ایک پرندہ آ بیٹھا تو میں کچھ خوش ہوا میں نے ابھی اس کا نشانہ باندھا ہی تھا کہ وہ پرندہ اچانک غائب ہو گیا میں بڑا حیران ہوا کہ یہ کیا ہوا ہے پھر یکدم وہ پرندہ ظاہر ہوا تو میں نے پھر نشانہ باندھا مگر وہ پھر غائب ہو گیا بار بار ایسا ہی ہوا اور میں رک گیا کیونکہ جس درخت کے نیچے میں بیٹھا ہوا تھا اس پر سے کسی کی آواز سنائی دی میں نے اوپر دیکھا لیکن کچھ بھی نہ تھا لیکن قہقہوں کی آوازیں مسلسل مجھے سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے ڈر کر دوڑ لگا دی ابھی میں تھوڑا ہی آگے بڑھا تھا کہ میرے پاؤں اچانک رک گئے غائب سے نسوانی آواز سنائی دی۔

تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے یہاں آ کر آج تک کوئی ادھر آ کر زندہ نہیں گیا ہے مگر تمہیں زندہ چھوڑنا ہماری مجبوری ہے لیکن تمہیں یہاں کی آنے سزا ضرور ملے گی میں خوفزدہ ہو کر دوڑنے لگا راستے میں کئی بار گرا گھر پہنچا تو میرا برا حال تھا پھر آدھی رات کے وقت جب میں سویا تھا تو کسی نے مجھے جگایا میں اٹھا تو میرے سامنے ایک چڑیل کھڑی تھی جس کے لمبے لمبے بال لمبے لمبے دانت اور بڑی بڑی آنکھیں تھیں ہونٹ تو اتنے بڑے تھے کہ نیچے لٹک رہے تھے میں چیختے ہوئے بھاگنے کی کوشش کرنے لگا پھر اسی چڑیل نے مجھے بالوں سے پکڑا اور زمین سے اٹھا کر زور سے زمین پر پھینک دیا اور غائب ہو گئی۔ اس دن سے آج تک روزانہ وہ چڑیل مجھے کوئی نہ کوئی تکلیف دیتی رہتی ہے استاد محترم نے ہندو لڑکے کی ساری بات سن کر مجھے پانی پاس بیٹھنے کو کہا خود اس ہندو لڑکے کا ہاتھ تھام لیا اور کچھ پڑھنے لگے کافی دیر وہ پڑھتے رہے اچانک اس لڑکے کو جھٹکا لگا۔

استاد محترم نے پوچھا کیا نام ہے تمہارا۔

اب عورت کی آواز آ رہی تھی۔۔ میں اپنا نام نہیں بتاؤں گی۔

تم کو بتانا ہوگا استاد محترم پھر سے پڑھنے لگے اچانک وہ رونے لگی تو استاد محترم نے پھر پوچھا۔ ہاں اب بتا کیا نام ہے تمہارا

پہلے پڑھنا بند کرو پھر بتاتی ہوں استاد محترم نے پڑھنا بند کر دیا۔ تو وہ بولی۔

میرا نام دیوی لال ہے۔

کیوں اسے تنگ کرتی ہو۔

یہ ہمارے علاقے میں داخل ہوا تھا اس لیے

لیکن یہ تو کوئی جرم نہیں ہے یہ تو خدا کی زمین ہے اور ویسے بھی یہ تمہارے علاقے سے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کوئی چیز نہیں لایا تھا اس لیے اب اسے معاف کردو اسے کافی سزا مل چکی ہے۔

میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔

لیکن کیوں اور یہ بتاؤ کہ جو بھی تمہارے علاقے میں جاتا ہے اسے تم مار کر اگلے دن اپنے علاقے سے باہر پھینک دیتی ہو لیکن تم نے اسے نہیں مارا کیوں۔

ایک مجبوری تھی۔ وہ بولی۔

کیوں کیا مجبوری تھی۔

تھی ایک ایسی مجبوری جس نے مجھے روک رکھا تھا۔ وہ اسی انداز میں بولی۔

ایسی کون سی مجبوری تھی بتاؤ تو پتہ چلے۔

استاد محترم نے پوچھا تو اس نے یہ کہہ کر حیران کردیا کہ ہم نے اسے اس لیے زندہ چھوڑ دیا ہے کیونکہ ہمارے ہی مذہب کا تھا یہ بھی ہندو ہے اور ہم بھی ہندو اور جن کو ہم مارتے ہیں وہ مسلمان ہوتے یہاں لال دیوی نے زور سے قہقہہ لگایا اور کہا کہ ہم مسلمان کے جسم کا خون پی کر اپنے علاقے سے باہر پھینک دیتے ہیں۔

استاد محترم نے چلا کر کہا۔ لال دیوی میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا اور پھر وہ آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھنے لگے جوں جوں استاد محترم پڑھتے گئے توں توں چڑیل دیوی لال رونے چلانے لگی چیخیں مارنے لگی اپنی زندگی کی بھیک مانگنے لگی وہ کہہ رہی تھی! بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دو آئندہ کبھی کسی مسلم کو نہیں ماروں گی اور نہ ہی کبھی کسی کو تنگ کروں گی۔

میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔ نہیں چھوڑوں گا۔ استاد محترم نے آنکھیں کھول کر کہا اور پھر پڑھائی کرنے لگے کہ اچانک چڑیل نے کہا۔

تم جو کچھ پڑھ رہے ہو تم کو اسی کا واسطہ ہے مجھے چھوڑ دو۔

یہ سنتے ہی استاد محترم نے پڑھنا بند کردیا اور کہا کہ جو واسطہ تم نے مجھے دیا ہے اس کے لیے تو جان بھی حاضر ہے میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ آئندہ تم اس لڑکے کو تنگ نہیں کرو گی اور چلی جاؤ گی اور آج کے بعد تم کسی مسلم کو نہیں مارو گی۔

میرا وعدہ ہے آئندہ کبھی کسی مسلم کو نہیں ماروں گی استاد محترم نے اس لڑکے کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ چلی گئی ہندو لڑکا بے ہوش ہو گیا کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آیا اور اپنی زبان میں بول رہا تھا استاد محترم نے اس کے باپ سے کہا لے جاؤ اپنے بیٹے کو اب یہ بالکل ٹھیک ہے اب کوئی چڑیل اسے تنگ نہیں کرے گی وہ ہندو اسے لے کر چلا گیا جبکہ میں استاد محترم کے کندھے پھر سے دبانے لگا

ہندو مسلم فسادات بڑھتے چلے جا رہے تھے اور یہ خبریں بھی آرہی تھیں کہ مسلمان ہندوستان کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے پاکستان جانا شروع ہو گئے ہیں ہندوؤں اور سکھوں نے ان مسلمانوں کو جو پاکستان کی طرف جا رہے تھے ان کو مارنا شروع کر دیا ہے میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا اور تمام گھر والے مشورہ کر رہے تھے کہ تمام مسلمان پاکستان جانا شروع ہو گئے ہیں اب ہم سارے محلے کو بھی پاکستان جانے کی تیاری کرنی چاہیے ابو نے کہا ٹھیک ہے میں کل ہی مسجد میں تمام لوگوں سے بات کرتا ہوں اور میں اور میری بہنیں بہت ہی خوش تھیں کہ ہم اپنے ملک پاکستان جائیں گے اگلے دن ابو نے تمام لوگوں سے بات کی اور فیصلہ

ہوا کہ آج ہی تمام تیاریاں مکمل کرلیں گے اور کل رات پاکستان کا سفر شروع کردیں گے پاکستان کی سرحد ہمارے قصبے سے تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر دور تھی آج رات ہمارے پورے محلے نے ہندوستان ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینا تھا اور پاکستان چلے جانا تھا رات ہوئی تمام محلے والے ایک جگہ اکٹھے جمع ہو گئے تمام عورتوں کو اکٹھا کیا اور پھر تقریباً رات کے دس بجے ہم سب نکل پڑے آدھے مرد آگے اور آدھے مرد پیچھے تھے جبکہ عورتیں درمیان میں تھیں ایک مخصوص راستے پر چل پڑے جو پاکستان کو جاتا تھا ہم سب آہستہ سے پاکستان کی باتیں کرتے جا رہے تھے ہندوؤں کا ایک گروپ ہماری طرف آیا تو ہم بھاگ پڑے میں ڈر گیا تھا اس لیے میں ایک طرف کو نکل گیا اور بھاگتا ہی رہا مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں کس طرف جا رہا ہوں یکدم مجھے ایک آواز سنائی دی۔

ارے وہ دیکھو وہ تو بھوت بنگلہ کی طرف بھاگ رہا ہے۔

بھوت بنگلہ کا نام سنتے ہی میرے دل کو کچھ ہونے لگا میرے قدم رک گئے کیا میں بھوت بنگلہ کے علاقے میں آ گیا ہوں میں واپس بھی نہیں جا سکتا تھا البتہ انتہائی خوف کی حالت میں میں نے جنوب کی طرف دوڑ لگادی اور دوڑتے دوڑتے ایک جگہ گر پڑا لیکن قرآن پاک میرے سینے کے ساتھ بندھا ہوا تھا جس کو میں نے نیچے نہیں گرنے دیا تھا۔ میں دوڑ کر اور خوف سے ہانپ رہا تھا مجھے محسوس ہونے لگا کہ جیسے جھاڑیوں میں بھاگنے سے میرے جسم پر چھوٹے چھوٹے کٹ لگنے سے خون بہہ رہا ہو اور مجھے سخت درد ہو رہا تھا میں نے ہمت کی اور پھر دوڑنے کے لیے اٹھا۔ اور جب اٹھ کر سیدھا ہوا تو میری تو جیسے جان ہی نکل گئی ہو میرے سامنے ایک درخت تھا اور اس درخت کے نیچے روشنی پڑ رہی تھی اور اس روشنی میں انتہائی خوفناک مخلوق کھڑی تھی وہ شاید چڑیلیں تھیں کیونکہ ان کے لمبے لمبے بال تھے جیسے عورتوں کے ہوتے ہیں انکی تعداد چار تھی ایک چڑیل کے جسم پر بال ہی بال تھے لیکن ان بالوں میں خوفناک کیڑے مکوڑے چل رہے تھے دوسری مخلوق بڑی بڑی آنکھیں اور بڑی سی ناک تھی بڑے بڑے ہونٹ تھے اور ان ہونٹوں سے خون ٹپک رہا تھا تیسری مخلوق کافی لمبی تھی اور وہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی اور اس ڈھانچے سے تیز شعلے نکل رہے تھے جو میری آنکھوں کو چندھیا رہے تھے اور چوتھی چڑیل بھی بہت ہی خوفناک تھی اس کھوپڑی پیالہ نما تھی اور اس پیالہ نما کھوپڑی میں آگ جل رہی تھی آنکھیں بڑی بڑی تھیں ناک میں دو نتھنوں کی بجائے صرف ایک ہی بڑا سا نتھنا تھا ہونٹ اگرچہ چھوٹے چھوٹے تھے مگر زبان بہت ہی بڑی اور سیاہ باہر سینے تک لٹک رہی تھی ٹانگیں ہڈیوں کا ڈھانچہ تھیں لیکن سب سے خوفناک جو منظر تھا وہ یہ تھا کہ اس چڑیل کی آنکھیں آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا اور زمین پر گر رہا تھا میں یہ سب منظر دیکھ کر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر چیخنے لگا خوف سے میری جان نکل رہی تھی اور اچانک میرے ذہن کو خوف کا انتہائی زبردست جھٹکا لگا میں وہیں پر گر پڑا پھر مجھے کوئی ہوش نہیں رہا تھا کہ میں کہاں ہوں میں ہوش میں آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے اردگرد روشنی ہی روشنی تھی آگ ہی آگ جل رہی تھی یہ شاید کوئی بہت ہی پرانا بنگلہ تھا میں زمین پر پڑا ہوا تھا اور میرے اردگرد خوفناک جن بھوت چڑیلیں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور بلائیں کھڑی تھیں اور ان کے قہقہوں سے میرے کان پھٹے جا رہے تھے اچانک ایک زوردار آواز گونجی تو تمام قہقہے بند ہو گئے میں نے اس آواز کی طرف دیکھا تو میں خوف سے چیخ پڑا کیونکہ میرے سامنے ایک خوفناک چڑیل ایک تخت پر بیٹھی ہوئی تھی س چڑیل کے بڑے بڑے کان سر پر لمبے لمبے بال بڑی بڑی آنکھیں اور زبان اتنی بڑی تھی کہ وہ منہ سے لٹک کر بیٹھے بیٹھے تخت پر لگ رہی تھی بازوؤں پر کوئی گوشت نہیں تھا بلکہ ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں اور بڑے بڑے ناخن تھے اور تمام چڑیلیں اور جن ہاتھ باندھے سر جھکا ئے کھڑے تھے اور پھر اس چڑیل نے مجھ سے پوچھا۔

ہاں تم ہمارے علاقے میں کیوں آئے ہو

میں نے روتے ہوئے کہا۔ جی میں راستہ بھول گیا تھا تو اس نے زبردست قہقہہ لگایا اور اس کے قہقہہ لگتے ہی اردگرد کھڑے جن اور چڑیلوں نے بھی قہقہے لگانے شروع کر دیئے۔ پتہ نہیں اتنی خوفناک جگہ چیزوں اور مخلوقوں کو دیکھ کر میں زندہ کیسے تھا۔ پھر اس چڑیل نے جو ان جنوں اور چڑیلو ں اس بنگلہ اور علاقے کی سربراہ تھی میرے دیکھتے ہی دیکھتے منہ کھولا اور اس کے دانت لمبے ہوتے گئے اور تقریبا دو فٹ لمبے ہو گئے اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دانتوں سے خون ٹپکنے لگا اور پھر اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے ایک بڑا سا سانپ پکڑا اور پورے کا پورا منہ میں رکھ کر منہ بند کر دیا اور اسے کھانے لگی میں خوف سے کانپے جا رہا تھا۔

کیا تم جانتے ہو جو ہمارے علاقے میں آ جائے وہ بھی مسلمان تو وہ زندہ واپس نہیں جاتا۔

اس کے خون سے میں اور میری رعایا اپنی پیاس بجھاتی ہے میں کوئی جواب دینے کی بجائے روئے جا رہا تھا اس نے پھر کہا کیا تم کوئی جادوگر ہو کہ ہم جیسی طاقت بھی تم کو چھو نہیں سکتی لگتا ہے تمہارے پاس کوئی علم ضرور ہے اور تم نے یہ سینے سے کیا باندھ رکھا ہے۔

میں نے کہا۔ میرے پاس کوئی علم نہیں ہے لیکن جن چڑیلوں کو تم نے علاقے میں دیکھا تھا انہوں نے مجھے بے ہوشی میں ہاتھ لگایا تھا تو انکو زبردست جھٹکے لگے تھے آخر یوں وہ تو مجھے بغیر چھوئے اڑا کر یہاں لائی ہیں اس چڑیل نے کہا تو میں حیران رہ گیا میں نے کہا۔

واقعی میرے پاس کوئی علم نہیں ہے لیکن جو میرے سینے پر باندھا ہوا ہے یہ قرآن پاک ہے جس کی وجہ سے تم مجھے چھو نہیں سکتی ہو۔ میری بات سن کر وہ چڑیل قہقہے لگانے لگی اور کہنے لگی۔

دیکھ لیتے ہیں تمہارے قرآن پاک کی طاقت کو اس نے اتنا کہہ کر تین نام لیے اور اس کے سامنے تین خوفناک جن آ گئے تو اس نے انکو حکم دیا کہ ذرا اس کو اپنی طاقت دکھاؤ اور اس مسلے کو ننگا کر دو اور اس کے سینے سے یہ کتاب کھول کر میرے پاس لاؤ تو حکم ملتے ہی وہ میری طرف بڑھے میں ان خوفناک جنوں کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر مزید خوفزدہ ہو گیا میرے پاس آ کر جونہی انہوں نے مجھے چھوا وہ چیختے ہوئی دور جا گرے وہ پھر اٹھے اور میری طرف بڑھے اور مجھے دوبارہ چھونے کی کوشش کی مگر وہ پھر چیختے ہوئے دور گر پڑے۔

ارے اس کے پاس واقعی طاقت ہے ارے یہ پھر بھی اکیلا ہم سب سے طاقتور نہیں ہو سکتا ہے

اسے بغیر چھوئے ہی آگ لگا دو اور پھر ان تینوں نے منہ کھولے اور آگ کے شعلے میری طرف بڑھے میں چیخ اٹھا لیکن جونہی آگ میرے جسم کے ساتھ لگی تو میں اور وہ بھی حیران رہ گئے کیونکہ آگ میرے جسم سے ٹکراتے ہی بجھ گئی ان کا یہ وار بھی خطا گیا تھا اب مجھ میں تھوڑی سی ہمت پیدا ہو گئی تھی ان کی سردار چڑیل کو شاید بہت غصہ آیا تھا وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا۔

تم سے ایک معمولی سا لڑکا نہیں سنبھالا جاتا میں اس کو آگ پر بھون کر کھاؤں گی وہ تخت سے نیچے اتری اور میرے پاس آ گئی پھر وہ کچھ سوچتے سوچتے ہنسنے لگی اور پھر اس نے ایک آواز نکالی اور میرے اردگرد چڑیلیں ہی چڑیلیں جمع ہو گئیں تمام جن غائب ہو گئے تھے

میں بیٹھا خوف سے ان کو دیکھ رہا تھا اچانک وہ چڑیلیں خوبصورت عورتوں کے روپ میں آ گئیں اب وہاں بالکل خوف نہیں تھا۔ یہاں تک یہ وہ سردار چڑیل بھی خوبصورت عورت کے روپ میں میرے سامنے کھڑی تھیں۔ میں واقعی اس کا حسن دیکھتا رہا۔ میں ان کا روپ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اچانک میں نے شرم سے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے سینے سے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ لیے کیونکہ اس سردار چڑیل سمیت تمام چڑیلیں جو عورتوں کے روپ میں تھیں مکمل طور پر عریاں ہو گئی تھیں۔ شاید ان کا منصوبہ تھا مجھے بہکانے کا مگر میں ان کے اس جال میں پھنسنے سے بچ گیا کافی دیر میں آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا۔ تو اچانک آواز سنائی دی۔

لگتا ہے تمہارے ساتھ کچھ کرنا ہی پڑے گا اب وہ پھر خوفناک چڑیلوں کے روپ میں تھیں

سردار چڑیل نے تالی بجائی تو میرے اردگرد سانپ ہی سانپ جمع ہو گئے اور پھر میری طرف بڑھے میں پھر خوف سے کانپنے لگا چیخنے لگا اور پھر اٹھ کر ایک طرف دوڑ لگا دی مگر اس طرف بھی سانپ ہی سانپ تھے اور پھر وہ سانپ میرے بالکل پاس پہنچ گئے اور پھر اچھل اچھل کر مجھ پر حملہ کرنے لگے لیکن میرے سمیت اور تمام چڑیلیں حیران رہ گئیں کیونکہ مجھ پر حملہ کرنے والا ہر سانپ نہ صرف اچھل کر مجھ سے دور جا گرتا بلکہ وہیں ڈھیر ہو جاتا تھا انکا یہ وار بھی نہ چلا۔ کا تھا مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ میری اور قرآن پاک کی حفاظت کے لیے ان کا ہر وار خطا کر رہا تھا اس چڑیل نے ایک آواز لگائی اور میرے اردگرد پانچ بہت ہی خوفناک اور بلند قامت بلائیں آ کھڑی ہوئیں وہ اتنی بھیانک تھیں کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی لیکن میں نے اپنے حواس قائم رکھے پانچویں بلاؤں کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے بازو اور ٹانگیں تو مکمل ڈھانچہ تھیں اور ہر جوڑ سے خون نکل کر نیچے گر رہا تھا بڑے بڑے ہونٹ اور لمبے لمبے نوکیلے دانت اور چہرے پر گوشت نہیں تھا ایک بلا کے پیٹ پر بڑے بڑے خوفناک کیڑے رینگ رہے تھے ایک بلا کی آنتیں باہر لٹک رہی تھی ایک بلا کے جسم پر خوفناک سانپ لہرا رہے تھے ایک بلا کے کان اتنے لمبے تھے کہ زمین کے ساتھ لگ رہے تھے اور ان کانوں پر بہت سے کیڑے چمٹے ہوئے تھے اور پانچویں بلا کے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن بہت بڑے بڑے تھے پھر پانچوں بلائیں میری طرف بڑھیں میں بہت ہی خوفزدہ ہو گیا تھا میں اتنا خوفزدہ ہوا کہ آیت الکرسی پڑھنا بھول گیا اور شاید یہی میری غلطی تھی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پانچویں بلاؤں نے مجھے پکڑ لیا اور اوپر اٹھانے لگیں تقریباً بیس فٹ اوپر لے جا کر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا میں چیخ رہا تھا مجھے اپنی موت یقینی دکھائی دے رہی تھی اور پھر وہ کچھ ہوا جس کا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ جونہی میں زمین کے قریب پہنچا مجھے جیسے کسی نے ہاتھوں پر اٹھا لیا ہو مجھے کچھ بھی نہیں ہوا تھا وہ بھی حیران و پریشان تھے اور مجھے دیکھنے لگے تھے اس غیبی امداد پر حیران تھا اچانک اس چڑیل کی آواز سنائی دی سبھی مل کر حملہ کرو اور اس کی بوٹی بوٹی کھا جاؤ پھر اچانک لاتعداد خوفناک جن بھوت چڑیلیں اور انتہائی خوفناک بلائیں دہشت ناک سانپ اور عجیب وغریب چلیں گدھ میں باز پرندے حیران کن جانور میرے اردگرد آ گئے میں خوف سے چیخ رہا تھا اور پھر سبھی خوفناک مخلوقیں میری طرف بڑھیں جونہی وہ میرے قریب پہنچی ایک زوردار نسوانی آواز سنائی دی۔

ٹھہر جاؤ سبھی خوفناک مخلوقیں ٹھہر گئیں اور اس آواز کی طرف دیکھنے لگیں میں نے دیکھا کہ ایک خوفناک چڑیل تخت پر بیٹھی ہوئی اپنی سربراہ چڑیل کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی تھی اور کہہ رہی تھی۔

شکنی دیوی میں مانتی ہوں میری بات آپ کو بری لگے گی اور آپ کو غصہ آئے گا لیکن میرا خیال ہے کہ آپ اس لڑکے کو ختم نہیں کر سکتی ہیں۔

کیا مطلب۔ کیا یہ اکیلا ہی ہم سب سے طاقتور ہے۔۔ سردار دیوی نے غصہ سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

شکنی دیوی جی۔ میں اس لڑکے کو پہلے سے جانتی ہوں دیکھ چکی ہوں پچھلے دنوں جب میں آپ کے حکم سے ایک ہندو لڑکے کو تنگ کرنے پر مامور تھی تو وہ علاج کے لیے ایک مولوی سے مدد لینے گئے تھے وہ مولوی صاحب یہی قرآن پاک پڑھاتے تھے شکنی دیوی جی اس قرآن پاک میں نجانے کتنی طاقت ہے کہ اس مولوی نے نہ صرف مجھے پکڑ لیا بلکہ جوں جوں وہ قرآن پاک پڑھتا تھا میری جان نکلی جاتی تھی۔ میں نے تو اس وقت اس کو اسی قرآن کا واسطہ دے کر اس سے جان چھڑائی تھی اور میں نے اس لڑکے کو اسی مولوی کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تھا یہ اسی مولوی کا شاگرد ہے یہ ہمارا نشانہ کیوں نہیں بن رہا کیونکہ یہ نہ صرف قرآن پاک پڑھتا ہے بلکہ اس وقت قرآن پاک اس کے سینے پر بندھا ہوا ہے میرا مشورہ ہے کہ اس کے لیے اپنی طاقت ضائع نہ کرو بلکہ شنتو مان جی سے مشورہ کیا جائے۔

شکنی دیوی سوچ میں پڑ گئی اور پھر اس نے کہا دیوی لال تم ٹھیک کہتی ہو کل چودھویں رات ہے کل جنات شنتو مان جی تشریف لائیں گے ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھیں گے۔

میں قدرے مطمئن ہوا کہ چلو کم از کم اس وقت تو جان چھوٹی کل جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں اس چڑیل دیوی لال کی طرف دیکھ رہا تھا جس نے مجھ پر مزید حملہ کرنے سے روکا تھا اور جس کو چند دن پہلے ہندو لڑکے میں استاد محترم نے قابو کیا تھا۔ اور وہاں اس نے مجھے بھی دیکھا تھا اور پھر اس دیوی لال نے میری طرف دیکھا اور مسکراتی ہوئی ایک طرف کو چل دی مجھے ایک سیاہ کمرے میں بند کر دیا گیا جہاں سے خوفناک آوازیں آ رہی تھیں مجھے بہت پیاس لگ رہی تھی لیکن یہاں پانی کہاں سے ملتا میں ابھی پانی کی خواہش ظاہر

کر رہا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت لڑکی کمرے میں داخل ہوئی کمرہ روشنی سے جگمگا اٹھا۔

تم نے پانی کی خواہش کی تمہارے لیے پانی اور کھانا بھی حاضر ہے اس نے میرے سامنے پانی اور کھانا رکھ دیا مجھے بھوک اور پیاس لگی ہوئی تھی ابھی میں نے پانی منہ سے لگایا ہی تھا کہ میرے کان میں سرگوشی ہوئی۔

پانی اور کھانا نہ کھانا کھانے میں اور پانی میں زہر ملا ہوا ہے میں نے پانی کا پیالہ خوف سے نیچے رکھ دیا اور اس لڑکی کو کھانا اور پانی لے جانے کو کہا۔ لڑکی بہت حیران ہوئی اس نے بہت اصرار کیا۔ لیکن میں نے نہ پانی پیا اور نہ ہی کھانا کھایا وہ چلی گئی تو میں بڑا حیران ہوا کہ میرے کان میں سرگوشی کس نے کی تھی پھر رات گزری اور میرا دن بھی بہت تکلیف میں گزر گیا پیاس اور بھوک سے میرا بہت برا حال تھا لیکن جب بھی کھانا اور پانی مجھے دیا جاتا یہی سرگوشی ہوتی کہ پانی اور کھانا نہ کھانا اس میں زہر ملا ہے ایک وقت تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ مجھے جان بوجھ کر کہا جا رہا ہے تاکہ میں کھانا نہ کھاؤں اور نہ ہی پانی پیوں۔ اور بھوک سے مر جاؤں بہر حال رات آ گئی مجھے کمرے سے باہر ایک پنجرے میں بند کر دیا گیا

آج چودھویں رات تھی چاند پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد میرے سامنے سے جن بھوت اور چڑیلیں غائب ہونے لگیں۔ اور پھر میں وہاں تنہا ہی رہ گیا تقریباً دس منٹ تک میں ایسے ہی بیٹھا باہر دیکھتا رہا میں اس وقت وہاں اکیلا تھا اور پھر میں اچانک خوفزدہ ہو گیا میرے اردگرد زمین سے سیاہ دھواں نکلنے لگا اور ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیل گیا میرا دم گھٹنے لگا اور تیز ہوا شروع ہو گئی۔ اور آہستہ آہستہ اتنی تیز ہو گئی کہ اس نے آندھی کی شکل اختیار کر لی دھواں تیز ہوا سے بہت اونچائی تک چلا گیا تھا تیز ہو اور دھوئیں سے میرا کھانس کھانس کر برا حال ہو رہا تھا کہ اچانک میرے پاس ہلکی سی نسوانی آواز سنائی دی۔

قمر احمد گھبرانا نہیں میں تمہاری ہمدرد ہوں میں تمہیں آزاد کرانے آئی ہوں میں اپنی جان کی بازی لگا کر تم کو بچاؤں گی چلو میرے ساتھ میں نے خوف سے کہا۔

تم کون ہو اور مجھے کہاں لے جانا چاہتی ہو

اس نے کہا وقت ضائع نہ کرو چلو میرے ساتھ مجھے اجازت دو کہ میں تمہارا ہاتھ تھام سکوں اور تجھے یہاں سے دور لے جاؤں میں نے خوف سے ہاتھ آگے کر دیا شاید وہ ڈر رہی تھی کہ مجھے چھونے سے اسے نقصان ہو سکتا ہے اس لیے اس نے پہلے مجھ سے میرا ہاتھ تھامنے کی اجازت مانگی تھی میرے ہاتھ آگے کرتے ہی مجھے ایسا لگا کہ میرا کسی نے ہاتھ تھام لیا ہو اور پھر پنجرہ اوپر اٹھنے لگا میرے ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا اور تیز ہوا چل رہی تھی۔

میں نے کہا تم مجھے ما... نے آئی ہو۔ وہ میرے سامنے ظاہر ہوئی تو میں حیران رہ گیا میں نے کہا کون ہو تم۔

میں وہی دیوی لال ہوں جس نے تم کو تمہارے استاد کے ساتھ دیکھا تھا اور تمہارے کان میں سرگوشی کی تھی۔

مگر کیوں۔ میں نے سوال کیا۔

اس نے کہا۔ تمہارے استاد نے تمہارے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سامنے مجھے زندہ چھوڑ دیا تھا اور میں اس احسان کا بدلہ چکانا چاہتی ہوں اور دوسرا یہ کہ میں تمہارے قرآن اور اسلام سے بڑا متاثر ہوئی ہوں کہ سارے بھوت بنگلہ کی طاقت سے بھی تم کو قرآن کی وجہ سے کچھ نہیں ہوا ہے۔

لیکن تم کو اگر کسی نے دیکھ لیا تو تم ماری جاؤ گی۔ میں نے کہا۔

یہی موقع ہے کہ پورا بنگلہ جن بھوت چڑیلیں اور شگنی دیوی جی سبھی شنتو مان جی کو لینے گئے ہیں جو پوری دنیا کے جن بھوتوں اور چڑیلوں کے سربراہ ہیں آج چودھویں رات ہے وہ یہاں آئیں گے اور محفل ہوگی۔ اور تم کو ختم کر دیا جائے گا شنتو مان بھی بہت طاقتور ہیں شگنی دیوی نے جاتے ہوئے یہ ہوا اور دھواں اس لیے چھوڑا ہے تا کہ ایک تو بنگلہ صاف ہو جائے اور دوسرا تم خوفزدہ رہو بلکہ شاید ختم ہو جاؤ اس نے کہا آنکھیں بند کر لو۔

میں نے کہا کہاں جانا ہے۔

بولی کہاں جانا چاہتے ہو۔

میں نے کہا۔۔۔ اپنے پاکستان میں جہاں میرے اپنے سب گئے ہیں۔

ٹھیک ہے اس نے کہا اور ساتھ ہی میرے پاؤں زمین سے اٹھنے لگے میں خوف سے چلانے لگا اس نے کہا بالکل خاموش رہو تم کو کچھ نہیں ہوگا میں خاموش ہو گیا اور پھر چند ہی لمحوں کے بعد اس نے کہا کہ پاکستان آ گیا ہے اور ہمارے لیے مہاجرین کے کیمپ لگے ہوئے ہیں اب میں تم کو ایک طرف اتار دیتی ہوں پھر میں واپس چلی جاؤں گی تمہاری منزل آ گئی ہے۔

میں نے کہا۔ کیا تم واپس جاؤ گی۔ تو وہ تم کو ختم کر دیں گے۔

وہ بولی مجھے اپنی جان کی فکر نہیں ہے۔ تمہاری جان بچا کر مجھے خوشی ہو رہی ہے اور پھر اچانک اس نے کہا ارے ماری گئی۔ وہ تو میرے پیچھے آ رہے ہیں۔

کیا۔ میں نے کہا۔

ہاں۔ وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں اتنا کہتے ہی اس نے مجھے ایک طرف زمین پر اتارا اور بولی اگر انہوں نے مجھے پکڑ لیا تو تڑپا تڑپا کر ماریں گے اس لیے روز روز کے مرنے سے بہتر ہے ایک مرتبہ ہی مر جایا جائے اس نے کہا مجھ پر یہ مہربانی کرو کہ میری زلفوں سے لگے ہوئے اس پھول کو نکال کر پتی پتی کر دو میں نے انکار کر دیا تو اس نے کہا میں تمہاری جان بچائی ہے اور اب تم مجھے روز روز مرنے سے بچاؤ۔

میں نے ڈرتے ڈرتے وہ پھول اس کی زلفوں سے نکال لیا تو وہ عورت سے چڑیل کی شکل میں آ گئی۔ میں نے پھول کو پتی پتی کر دیا میرے پھول پتی پتی کرتے ہی وہ گر کر زمین پر ڈھیر ہو گئی اور پھر کچھ دیر کے بعد اچانک اس کی لاش غائب ہو گئی۔ یہ منظر میں بہت ہی غور سے دیکھتا رہا تھا اور میری آنکھوں میں آنسو بھی تھے کہ میری محسن میرے سامنے جل مری ہے اور میں نے ہی اس کو جلا دیا ہے لیکن وہ خوش تھی کہ اس نے اپنے اوپر کی گئی نیکی کا بدلہ چکا دیا تھا۔ میں خوف سے ایک طرف دوڑ پڑا۔ اور دوڑتے دوڑتے ایک کیمپ میں داخل ہو گیا میں نے بھوت بنگلہ سے آزادی ملنے پر خدا کا شکر ادا کیا کافی دیر تک میں خیموں میں گھومتا رہا اپنے ماں باپ کو تلاش کرتا رہا۔ مجھے ایک عورت کے اونچا اونچا رونے کی آواز سنائی

دے رہی تھی میں اس کی طرف چل دیا میں اسکے قریب پہنچا تو لالٹین کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ وہ میری ماں تھی میں چیختے ہوئے ان سے لپٹ گیا مجھے یکدم وہ اپنے سامنے دیکھ کر بے یقین سی ہو گئی اور بہت ہی زیادہ پیار کرنے لگی دوسرے لوگوں کو ماں نے آوازیں دے دے کر بلانے لگی سبھی لوگ اکٹھے ہوئے اور مجھے دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے میرے ابو امی اور میری بہن مجھ سے لپٹی ہوئی تھیں میں بھی خوب رو رہا تھا۔ آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

کہاں چلا گیا تھا تو میرے بیٹے امی بولی۔

جواب میں نے ان کو سب سٹوری سنا دی وہ میری باتیں سن کر پریشان ہونے لگے تھے جو جو میرے ساتھ ہوا تھا میں نے ایک ایک بات ان کو بتا دی وہ میرے واری جانے لگیں اور پھر میرے سینے سے باندھا ہوا قرآن پاک کو اپنے ہاتھوں میں لے کر چومنے لگیں۔ پوری رات ہم باتیں کرتے رہے صبح ہوئی تو دو دن کا بھوکا تھا جی بھر کر کھانا کھایا۔ اور پھر ہر قافلہ اپنی اپنی منزل کی طرف چل دیا بہت کچھ کھونے کے باوجود بھی قافلے کے ہر مسافر ہر مہاجر کے چہرے پر اپنے ملک پاکستان آنے پر عجیب سی خوشی تھی فضا پاکستان زندہ باد اسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج رہی تھی اور میں بہت ہی خوشی محسوس کر رہا تھا کہ آج پاکستان ہمارا علیحدہ وطن تھا ہم اپنے گھر میں خوش رہ رہے تھے اس کے بعد میری شادی ہو گئی۔

آج پاکستان کو بنے ہوئے تیس سال ہو گئے تھے۔ اور مجھے آج بھی سب کچھ ایسے ہی یاد ہے جیسے کل کی بات ہو۔ جہاں مجھے بھوت بنگلے والا واقعہ یاد ہے وہاں پر میری محسن چڑیل کو بھی نہیں بھولا ہوں جس کی وجہ سے میں لمحوں میں منٹوں میں پاکستان اپنوں سے آملا تھا۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

غزل

میرے جسم سے میری روح نکال دی اس نے
مجھے اداس رہنے کی عادت ڈال دی اس نے
میں نے جب بھی اسے اپنا بنانا چاہا
باتوں باتوں میں بات ٹال دی اس نے
کسی نے اس سے پوچھا چاہتا ہے کیا ہے
پہلے تو بہت رویا پھر میری مثال دی اس نے

غزل

کبھی یاد آئے تو پوچھنا ذرا
اپنی خلوت شام سے
کسے عشق تھا تیری ذات سے
کسے پیار تھا تیرے نام سے
ذرا یاد کرو کہ وہ کون تھا
جو کبھی تجھے بھی عزیز تھا
وہ جو جی اٹھا تیرے نام سے
وہ جو مر مٹا تیرے نام پہ
ہمیں بے رخی کا نہیں گلہ
کے یہی وفاؤں کا ہے صلہ
مگر ایسا جرم تھا کون سا
گئے ہم د[illegible] سلام سے

میرے عشق سے ملی تیرے حسن کو شہرت
تیرا ذکر ہی کہاں تھا میری داستاں سے پہلے

---------- عطاء اللہ شاہ۔ جڑانوالہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ابھی ایک رات باقی ہے

---تحریر: محمد قاسم رحمان۔ ہری پور

میرا نام ذنگال ہے میں ہندوستان کی پراسرار زمین میں پیدا ہوا میرے پیدا ہوتے ہی میری ماں مر گئی باپ کچھ عرصہ پہلے مر گیا تھا چنانچہ اپنی ماسی کے پاس رہتا تھا مجھ میں عجیب سی طاقتیں تھیں غیر معمولی ذہنیت کا مالک تھا۔ پھر ایک دن میں مارکیٹ گیا مجھے کچھ کتابیں خریدنی تھیں میری نظر ایک کتاب پر پڑی جس کا عنوان تھا جادو کے بے تاج بادشاہ مجھے جادو سیکھنے کا بہت شوق تھا اس لیے میں نے وہ کتاب خریدی اور اس میں ایک عمل تھا وہ کیا المختصر میں اس کتاب کی بدولت ایک طاقتور جادوگر بن گیا میرے قبضے میں ایک پری گلناز تھی مجھے اس سے عشق ہو گیا اور مین نے اس سے شادی کر لی۔ الماس میری اور گلناز کی بیٹی تھی ایک پری کی بیٹی ہوتے کے سبب وہ بہت حسین و جمیل تھی میرا اس دنیا میں صرف ایک ہی دشمن تھا رام داس اس نے الماس کو اغوا کر لیا ہے اور اس سے شادی کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم الماس کو رام داس سے آزاد کرواؤ اس کے لیے تمہیں ایک چلہ کرنا پڑے گا کیا تم میری مدد کرو گے۔ زنگال کی آپ بیتی کسی بارر فلم سے کم نہ تھی مین نے اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور زنگال مجھے چلے کا ورد یاد کروانے لگا۔۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

میں نے خود کو ایک ویران اور بیابان جنگل میں بے آسرا پایا میرا ناتواں وجود تھکن سے نڈھال تھا انگ انگ دکھ رہا تھا پیاس سے میرا حلق خشک ہو کر کانٹا بن چکا تھا میرے قدم آگے ہی آگے بڑھتے جا رہے تھے میں نہیں جانتا تھا کہ میں یہاں کیسے آیا پھر مین کافی آگے آ گیا میں نے دیکھا کہ ایک سایہ میری طرف آ رہا ہے۔

جب وہ قریب آیا تو میں نے محسوس کیا کہ وہ کوئی لڑکی ہے وہ میرے قریب آئی اس کی ناگن زلفیں بکھری ہوئی تھیں اس نے ایک سرد سی آہ بھری اور بولی۔

اسامہ تمہیں پیاس لگی ہے۔

ہاں ہاں میں پیاس سے نڈھال ہوں مجھے پانی پلا دو۔ میں نے تیزی سے کہا۔ پھر اس نے اپنی کمر کے پیچھے سے اپنے ہاتھ نکال لیے اسکے ہاتھوں میں ایک کٹورہ تھا میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں سے وہ کٹورہ لینا چاہا تو وہ پیچھے کھسک گئی۔

میں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا پھر یکایک اس دوشیزہ کی شکل بدلنے لگی جہاں پہلے ایک خوبصورت لڑکی کھڑی تھی اب وہاں ایک ڈائن تھی اس کا چہرہ جلا ہوا تھا اور اس نے وہ کٹورہ میری طرف بڑھایا میں نے بے تابانہ انداز میں اس کے ہاتھ سے وہ کٹورہ لے لیا لیکن جب میں نے کٹورے کے اندر دیکھا تو وہاں پانی کی بجائے خون تھا۔ لال سرخ خون لیکن میں نے پیاس کی شدت سے اس بات کو نظر انداز کر دیا اور غٹاغٹ خون پی گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

لیکن یہ کیا میری پاس تو ویسی ہی تھی میں نے سامنے دیکھا سامنے وہی خوبصورت لڑکی کھڑی تھی میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے ایک سرد آہ بھری اور اپنا سر تھوڑا نیچے جھکا دیا۔ میں نے اس کی نازک گردن میں اپنے دانت پیوست کر دیئے اور خون پینے لگا پھر اس کا مردہ وجود غائب ہو گیا میں نے سامنے دیکھا وہی ڈائن کھڑی تھی میں ڈر سے ہکا بکا رہ گیا۔ اور میری آنکھ کھل گئی میں نے گھڑی کی طرف دیکھا پونے دو بجے کا وقت تھا میں میرے چلانے سے میری ماں اور چھوٹی بہن دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔

کیا بات ہے اسامہ پتر اماں نے پوچھا۔

ٹھیک ہوں بے بے میں نے جواب دیا۔

تو پھر تم چلائے کیوں چھوٹی بہن نے پوچھا

خواب میں ڈر گیا اور اماں اور نادیہ باہر چلے گئے یہ رات کا آخری پہر تھا میں اس خواب سے بہت زیادہ عاجز آچکا تھا یہ خواب گزشتہ پانچ راتوں سے مجھے دکھائی دے رہا تھا پھر نجانے کب کروٹیں بدلتے بدلتے نیند کی وادی میں کھو گیا۔

صبح حسب معمول میں چھ بجے اٹھا فجر کی اذانیں ہو رہی تھی پھر میں نے وضو کیا اور مسجد کی طرف چل دیا۔ مسجد میں نماز ادا کرنے کے بعد میں تھوڑی دیر مسجد میں ہی بیٹھا رہا پھر اٹھ کر گھر کی طرف چل دیا میں نے مسجد سے تھوڑے ہی قدم آگے بڑھائے ہوں گے جب میرے کان میں سرگوشی نما آواز سنائی دی۔

کیسے ہو اسامہ ملک میں چونک گیا ادھر ادھر دیکھا تو کوئی نہ تھا میں نے اسے اپنا وہم گردانا اور گھر کی طرف چلا آیا گھر میں داخل ہوا اور کچن میں جا کر ناشتہ کیا اور کھیتوں پر کام کرنے کے لیے چل نکلا کھیتوں میں کام کرتے کرتے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا اور دوپہر ہو گئی میں تھوڑی دیر کے لیے ستانے کے لیے بیٹھ گیا میں نے دور سے اپنی بہن کو آتے ہوئے دیکھا اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی مجھے ویسے بھی بہت بھوک لگی ہوئی تھی اس نے ٹرے میرے سامنے رکھ دی اور میں نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور بہن برتن لے کر چلی گئی تھوڑی ہی دیر میں عابد آگیا۔

کیا ہو رہا ہے۔ عابد نے پوچھا۔

کچھ خاص نہیں میں نے جواب دیا۔

تیرے ان خوفناک خواب کا کیا بنا اس نے مجھ سے پوچھا۔ جواباً میں نے اسے خود پر بیتنے والے پراسرار واقعات بتا ڈالے۔

ہاں مجھے لگتا ہے تمہیں کسی عامل سے رجوع کرنا چاہیے۔ وہ میری کہانی سن کر بولا۔

کیا گاؤں میں ایسا کوئی عامل ہے میں نے اس سے پوچھا۔

نہیں گاؤں میں تو نہیں ہے لیکن تم شہر چلے جاؤ۔ عابد کا مشورہ سنکر مجھ پر ہنسی کا دورہ بن پڑ گیا کیا میں صرف ان خوابوں پیچھا چھڑانے کے لیے یہاں سے چلا جاؤں میں مضحکہ خیز انداز میں بولا تو ابد کو نہایت غصہ آیا وہ اٹھ کر چلا گیا۔ عباد کے جانے کے بعد میں اٹھا اور دوبارہ کام کرنے لگا تھوڑی دیر میں میں نے ایک سایہ اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جب وہ قریب آئی تو پتہ چلا کہ وہ میری چھوٹی بہن ہے اس کے ہاتھوں میں کھانے کے برتن تھے

نادیہ تم ابھی تو کھانے لے کر آئی تھی۔

نادیہ یوں کر آئی۔

میں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ نادیہ کے چہرے پر حیرت کے سائے لہرانے لگے۔ یہ کیا کہا آپ نے بھائی جان میں تو ابھی تک گھر میں تھی آپ کہہ رہے ہیں کہ میں آپ کو کھانا دینے آئی تھی بے شک آپ بے بے سے پوچھ لیں

کیا اس کی بات سن کر مجھے حیرت کا جھٹکا لگا یہ ممکن ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو نادیہ آئی تھی اور اب وہ کہہ رہی تھی کہ میں اب آئی ہوں۔

ٹھیک ہے نادیہ اب تم گھر جاؤ بے بے پریشان ہو رہی ہوں گی۔

میں نے کہا تو نادیہ جی اچھا کہتے ہوئے چل گئی ابھی اس کے گئے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میرے کانوں میں ایک آواز سنائی دی۔

کل تمہیں جو نقشہ ملے گا اس میں جو لال مقام ہے وہاں آجانا ورنہ برا ہوگا تمہارے ساتھ اس بار میں نے اس آواز کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا کیونکہ میرے ساتھ پہلے ہی بہت پراسرار واقعات پیش آچکے تھے۔

اگلی صبح جب میں اٹھا تو میں نے اپنے تکیے کے نیچے ایک کاغذ دیکھا جب میں نے اس کو سیدھا کیا تو یہ دیکھ کر میں حیرت سے گنگ رہ گیا وہ ایک نقشہ تھا اف خدایا کیا وہ آواز سچ تھی میں نے جب نقشے کو دیکھا تو وہ ایک نزدیکی جنگل کا نقشہ تھا میں نے دیکھا کہ وہ لال روشنائی اسے کسی مقام کا تعین کیا گیا تھا میں خوف سے کانپنے لگا تھا اتنی دیر میں نادیہ ناشتہ لے کر آئی۔

کیا ہوا بھائی وہ میرے قریب آئی جبکہ میرا حیرت سے برا حال تھا پھر نادیہ نے مجھے پانی دیا تو مجھے کچھ ہوش آیا۔ کیا ہوا بھائی اس نے پھر سے پوچھا۔

کچھ نہیں اس سے کہا اور چلا گیا۔

ٹھیک ہے اور نادیہ باہر چلی گئی۔ اب میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے کیا اس مقام پر جانا چاہیے یا اللہ یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ اور پھر کافی زیادہ سوچ و بچار کے بعد میں نے جانے کا فیصلہ کر لیا۔

میں جنگل میں داخل ہوا میں نے جنگلی جانوروں سے محفوظ رہنے کے لیے مکمل انتظام کیا ہوا تھا میں رات کے وقت جنگل میں آیا تھا تاکہ کوئی مجھے دیکھ نہ سکے دسمبر کا مہینہ نہیں جون کا مہینہ تھا اس لیے سردی کی فکر نہ تھی کیونکہ یہاں پر بہت برف باری ہوتی ہے اس لیے گرمیوں میں بھی یہاں موسم معتدل ہوتا ہے مجھے اگرچہ تھوڑا ڈر محسوس ہو رہا تھا لیکن میں نے اس پر قابو پا لیا اور دوبارہ اپنے قدم آگے بڑھانے لگا میں ابھی تھوڑا ہی آگے گیا تھا کہ مجھے سامنے ایک ناگ دیکھائی دیا میں نے اپنے آباؤ اجداد سے سن رکھا تھا کہ اگر ناگ یا کسی بھی سانپ کو خود مت تنگ کرو تو وہ آپ کو کچھ نہیں کہے گا چنانچہ میں نے اس ناگ کے ساتھ بالکل چھیڑ چھاڑ نہیں کی تھی اور اپنے راستے پر چل پڑا نقشہ میرے ہاتھ میں تھا اس لیے مجھے پریشانی کا سامنا نہ تھا اور میں اس لال مقام والی جگہ پر آگیا میں نے دیکھا کہ یہ ایک میدان ہے یہاں پر کوئی درخت نہ تھا جدھر میں کھڑا تھا ادھر چند اینٹیں رکھی ہوئی تھیں میں نے سوچا یہ سب کیا ہے اچانک میرے کان میں آواز آئی۔ اینٹوں کو اوپر اٹھاؤ اور میں نے اینٹوں کو اوپر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اٹھانا شروع کر دیا وہ ذینے تھے میں نیچے ہی نیچے اترنے لگا یہ ذینے ایک غار کی وسط میں ختم ہو گئے سامنے ایک قسیم تیم بوڑھا آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا اس کے سامنے آگ جل رہی تھی۔

آؤ مسلے تمہاری ذنگال کے طلسم کدے میں سواگت ہے اس کے منہ سے ایک دہشت ناک آواز سنائی دی۔

آپ کون ہیں اور مجھے یہاں کیوں بلایا ہے میں سپاٹ لہجے میں بولا۔

میں ابھی بتاتا ہوں۔ میرا نام ذنگال ہے میں ہندوستان کی پراسرار زمین میں پیدا ہوا میرے پیدا ہوتے ہی میری ماں مر گئی باپ کچھ عرصہ پہلے مر گیا تھا چنانچہ اپنی ماسی کے پاس رہتا تھا مجھ میں عجیب سی طاقتیں تھیں غیر معمولی ذہنیت کا مالک تھا۔ پھر ایک دن میں مارکیٹ گیا مجھے کچھ کتابیں خریدنی تھیں میری نظر ایک کتاب پر پڑی جس کا عنوان تھا جادو کے بے تاج بادشاہ مجھے جادو سیکھنے کا بہت شوق تھا اس لیے میں نے وہ کتاب خریدی اور اس میں ایک عمل تھا وہ کیا المختصر میں اس کتاب کی بدولت ایک طاقتور جادوگر بن گیا میرے قبضے میں ایک پری گلناز تھی مجھے اس سے عشق ہو گیا اور مین نے اس سے شادی کر لی۔ الماس میری اور گلناز کی بیٹی تھی ایک پری کی بیٹی ہوتے کے سبب وہ بہت حسین و جمیل تھی میرا اس دنیا میں صرف ایک ہی دشمن تھا رام داس اس نے الماس کو اغوا کر لیا ہے اور اس سے شادی کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم الماس کو رام داس سے آزاد کرواؤ اس کے لیے تمہیں ایک چلہ کرنا پڑے گا کیا تم میری مدد کرو گے۔ زنگال کی آپ بیتی کسی ہارر فلم سے کم نہ تھی مین نے اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور زنگال مجھے چلے کا ورد یاد کروانے لگا۔

میرے چلے کی آج گیارہویں اور آخری رات تھی میں جیسے ہی قبرستان میں آیا مجھے ایک بوڑھا اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا اس کے چلنے میں چستی نہ تھی وہ میرے قریب آیا اور اس کی بڑی بڑی آنکھیں لال سرخ تھیں وہ میرے قریب آیا اور بولا۔

میرا نام رام داس ہے تم اس جیسے کئی چلے کر لو پھر بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتے اس کی آواز میں غراہٹ نمایاں تھی۔

اے شیطان کی اولاد میں نے اس کو للکارا یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کون کس پر حاوی ہے۔

لیکن مسلے میں تمہیں وقت سے پہلے ہی بتا دیتا ہوں کہ میرا تم کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ اسی انداز میں بولا تھا۔

چلو میرے رستے سے ہٹو مجھے اپنا وظیفہ مکمل کرنے دو اور رام داس غائب ہو گیا۔ میں نے اپنا حصار بنایا اور عمل شروع کر دیا ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ بھوت ایک لڑکی کو گھسیٹتے ہوئے لا رہا تھا۔ اس بھوت کے منہ سے آواز نکلی۔

اے چھورے یہ چلہ چھوڑ دے ورنہ مین اسکا خون پی جاؤں گا میں نے کوئی نوٹس نہ لیا وہ بھوت آگے بڑھا اور اپنے نوکیلے دانت لڑکی کی گردن مین پیوست کر دیئے میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں لیکن لڑکی کی چیخیں مجھے سنائی دے رہی تھی تھوڑی دیر بعد میں نے آنکھیں کھولی تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ باقی رات خوفناک واقعات پیش آتے رہے پھر میرا عمل مکمل ہو گیا میں حصار سے باہر نکل آیا سامنے ایک تلوار پڑی ہوئی تھی میں نے تلوار کو اٹھایا اور اپنی منزل کی طرف چل دیا۔

زنگال نے مجھے کہا تھا کہ رام داس کے غار سے پہلے الماس کو بازیاب کروانا ہے پھر رام داس کو موت کی نیند سلانا ہے رام داس ایک محل میں رہتا تھا یہ محل اس نے جادوئی شکتیوں کی بدولت بنوایا تھا میں رام داس کے محل میں داخل ہوا پھر پورے محل کی تلاشی کے بعد ایک خفیہ تہہ خانے میں مجھے الماس مل گئی۔

الماس کو دیکھتے ہی نجانے مجھ پر کیا ہو گیا میں بس اسے ہی چلا گیا۔ وہ اتنی حسین تھی کہ اف خدا میں اس کے چہرے سے اپنی نظریں ہٹانا بھی بھول گیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی من میں کئی خیال آنے لگے اس کو اپنانے کے خیال۔ میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ میں یہ کس مقصد کے لیے آیا تھا بس اس کو ہی دیکھتا جا رہا تھا وہ بھی مجھے دیکھتے ہوئے جیسے مجھ میں کھوئی تھی اس کی آنکھوں میں ایک سحرانہ چمک تھی جس نے پہلی ہی نظر میں مجھے اپنا دیوانہ بنا دیا تھا۔ مجھے پتہ نہیں کہ میں کب تک اسے دیکھتا رہا اور کب تک اسے دیکھتا تھا کہ مجھے اس کی آواز سنائی دی۔

اسامہ جلدی کرو ہمیں۔ الماس نے اتنا ہی کہا تھا کہ رام داس وہاں پر نمودار ہوا۔ رام داس پہلے مجھے دیکھ کر غضب ناک ہوا پھر قہقہے لگانے لگا۔ اس نے مجھے اٹھا لیا اور دیوار کے ساتھ دے مارا شدت تکلیف سے میرے آنسو نکل آئے میرا سر پھٹ گیا میں بے ہوش ہونے کو تھا۔

بول مسلے تو مجھ سے مقابلہ کرنے کے لیے آیا تھا اب کر میرا مقابلہ۔

اس کی بات سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اور میں جیسے بپھر گیا تمام ہمتوں کو جمع کیا اور پاس پڑی ہوئی تلوار کو اٹھا کر رام داس پر وار کر دیا اور اس کا سر قلم کر دیا یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ رام داس کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا تھا اور وہ جہنم رسید ہو گیا۔ میرا سر پھٹ چکا تھا مجھے اتنی تکلیف ہو رہی تھی کہ میں بے ہوش ہو گیا۔

جب مجھے ہوش آیا تو خود کو زنگال کی جھونپڑی میں پایا میرے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی تم نے مجھے خوش کر دیا بولو ہم سے کیا مانگتے ہو زنگال نے مجھ سے پوچھا۔

زنگال مجھے آپ کی بیٹی سے عشق ہو گیا ہے میری اس سے شادی کروا دو میں نے کہا میری بات سن کر وہ سوچ میں پڑ گیا اور پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس واقعہ کو کئی سال گزر چکے ہیں میرے اور الماس کے اب دو گول مٹول بچے بھی ہیں ایک غزل کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

دی صدا میں نے تیرے در پر فقیروں کی طرح
یوں نہ لوٹا مجھے رقیبوں کی طرح
ڈھل گئی ہے شام بھی ڈھلتے سایوں کی طرح
ہم پلٹ کر آئے تیرے در پر فقیروں کی طرح
کچلے جانے کا گلہ تجھ سے کریں ہم کیونکر
ہم تیرے راہ میں آئے بھی پتوں کی طرح

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

آسیبی عمارت

---تحریر: سحر جبین--میانوالی

اتنے میں سائے کی جگہ بہت سے لوگ نظر آنے لگے اف اللہ اتنے بھیانک لوگ ہم نے کبھی نہیں دیکھے تھے ان کے چہروں پر صرف ایک ایک آنکھ تھی اور سب کے بڑے بڑے ناخن اور دانت تھے انکی اس ایک آنکھ سے ایسے لگتا جیسے خون بھرا ہوا ہو بالکل لال اور ان کے جسم سرے جلے ہوئے تھے ان کو دیکھ کر ہم سب ڈر گئے اور ایک دوسرے کو نہ بولنے کا اشارہ کیا ہمارے نانا جی جیسے بیٹھے تھے ویسے ہی بیٹھے رہے اور کچھ منہ ہی منہ میں پڑھ رہے تھے اور سب انکے آگے چپ کر کے کھڑے تھے ہمیں حیرت ہوئی کہ کیا معاملہ ہے اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک بہت ہی بھیانک قسم کی لڑکی جس کے نہ ہونٹ تھے اور نہ ہی ناک اور کان تھے سب ے گلے لگ رہی تھی سب زور زور سے ہنس رہے تھے۔

ہمارے نانا جی دروازے کی طرف بڑھے خود بخود پہلے کی طرح دروازہ جیسے کھلا تھا ویسے ہی بند ہو گیا۔ دروازے کے بند ہوتے ہی وہ چار کونوں کے دیئے بھی بجھ گئے اور سب طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا ہمارے نانا چھت سے اتر کر آئے ہم بھی انکے پیچھے اتر آئے جب ہم سب اتر رہے تھے تو میں نے نانا کا ہاتھ پکڑ لیا نانا یوں چونکے جیسے وہ نیند سے جاگے ہوں ہم نے ان کو کہا کہ آپ چھت پر تھے تو انہوں نے کہا نہیں تو ہم نے کہا۔ ہمیں پتہ ہے ہم نے آپ کو دیکھا ہے۔ نانا جی نے کہا کہ ہاں وہاں جو جنات کی بستی آباد ہے وہاں پر وہ لوگ مجھے لے گئے تھے۔ ہم نے کہا کیوں۔ کہنے لگے ان کی شادی تھی۔ وہ سب مسلمان ہیں اور مجھے نکاح پڑھوانے کے لیے بلایا تھا۔

ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

یہ کہانی نہیں بلکہ ایک سچی حقیقت ہے یہ پپلاں اسٹیشن کے ساتھ واقع ایک رنگی ماڑی عمارت کی ہے جس میں دو کمرے پرانے طرز کے بنے ہوئے ہیں ان میں ایک کمرہ بالکل بند پڑا رہتا ہے اور دوسرے دو کمروں میں ہمارے نانا اور ماموں ممانی اور ان کے بچے رہتے ہیں ایک کمرہ جو اتنا بڑا نہیں ہے چھوٹا سا ہے اس میں ہمارے نانا رہتے ہیں ہماری نانی جان فوت ہوئی ہیں اور دوسرا کمرہ بہت ہی بڑا ہے یہ ہندوؤں کے زمانے کا گھر ہے اس لیے اس میں ایک مندر جیسی جگہ بھی ہے ان کمروں کے اوپر چھت ہے اس پر ایک ہی کمرہ ہے جو دیکھنے میں بہت بہت بڑا لگتا ہے اس کے چار دروازے ہیں اور چاروں طرف بڑی بڑی کھڑکیاں ہیں بہت ہی پراسرار چھت تھی ایک دفعہ ہم گھر والے اپنے نانا کے گھر گئے گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے کے لی دوپہر کے ایک یا تقریبا ڈیڑھ بجے کا وقت تھا سب لوگ کمروں میں سو رہے تھے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہم سب کزنز باہر درختوں میں چھاؤں پر بیٹھے تھے کہ اچانک چھت سے کسی چیز کی آواز سنائی دی جیسے کوئی کانچ کی چیز گر کر ٹوٹتی ہے ہم نے سمجھا کہ شاید کمرے میں کوئی چیز گری ہو ہم یہی بات کر رہے تھے کہ پھر سے ویسی ہی آواز ہماری سماعتوں سے ٹکرائی تو ہمارے ماموں کے بیٹے سمیر نے کہا۔

لگتا ہے چھت پر کوئی ہے۔

میری چھوٹی کزن عینا نے کہا کہ چھت پر جا کر دیکھتے ہیں۔

احتشام عقیل عدنان سب بولے کہ ویسے تو چھت پر جانے سے سختی سے منع کیا ہوا ہے آج سب سوئے ہوئے ہیں جا کر دیکھتے ہیں اتنے میں میری بہن وجیہہ ناز بھاگ کر سیڑھیاں چڑھنے لگی ہم سب نے اسے روکا مگر وہ نہ رکی اور چھت پر چلی گئی ہم سب کزنز بھی اس کے پیچھے چلے گئے کیونکہ ہمیں بھی چھت دیکھنے کا موقع ملے گا ہم سب جب پہنچے تو وجیہہ آخری سیڑھیوں پر کھڑی تھی گم سم وہاں سے چھت والا کمرہ تو نہیں لیکن صحن پورا نظر آتا تھا ہم سب بھی وہیں کھڑے ہو گئے کوئی مدہم مدہم آوازیں آ رہی تھیں ہم نے دیکھا کہ صحن میں ایک بال ہوا میں اچھل رہی تھی لیکن نظر کوئی نہیں آ رہا تھا جیسے دو بچے بال سے کیچ کیچ کھیلتے ہیں ویسے ہی بال ایک طرف سے اڑ کر دوسری طرف جاتی پھر وہاں سے اڑ کر اسی طرف آتی اتنے میں ہماری چھوٹی کزن نمل ناز نے دیکھا کہ ہم سب سیڑھیوں پر ہیں تو وہ بھی بھاگ کر آ گئی جیسے ہی وہ اوپر آئی تو وہیں پر وہ چیخ پڑی ہم سب نے پیچھے کی طرف دیکھا اتنے میں ہمارے نانا آ گئے اور انہوں نے ہمیں اترتے ہوئے دیکھ لیا انہوں نے ہم سب کو بہت ڈانٹا تھا اور کہا۔

میں نے تم سب کو پہلے بھی کہا تھا کہ چھت پر نہیں جانا تو پھر کیوں گئے تھے۔

میں نے اپنے نانا کو ساری بات بتا دی

انہوں نے کہا کہ مجھے سب پتہ ہے اس لیے تم سب کو وہاں جانے سے روکتا ہوں کیونکہ وہاں ناری مخلوق آباد ہے یعنی وہاں جن تھے چھت پر جن کا نام سب سن کر ہم سب ڈر گئے اور ایک دوسرے سے چمٹ گئے۔

ہمارے نانا نے کہا کہ وہ ان کے بچے کھیل رہے ہیں آئندہ ادھر مت جانا اور کہا جاؤ سو جاؤ ہم سب کمرے میں چلے گئے اور اسی طرح دن گزر گیا۔ اور رات ہو گئی رات کو قریبا ہم سب گیارہ بارہ بجے سوتے تھے کہ اچانک رات کے دو بجے ہمیں کزن نے اٹھایا اور کہا۔

نانا جان چھت کی طرف جا رہے ہیں ہم سب نے باقی کزنوں کو اٹھایا اور آہستہ آہستہ ہم سب بھی نانا جی کے ساتھ چھت پر انکے پیچھے پیچھے گئے جب نانا جی چھت کے کمرے کے دروازے پر گئے تو وہ خود بخود کھل گیا ہم سب حیران رہ گئے اور کھڑکی سے اندر جھانکا تو وہاں پر بہت ہی شور کی بچوں کی اور بڑوں کی باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں کمرے میں چار کونوں پر چار دیئے جل رہے تھے مگر نظر کوئی نہیں آیا اتنے میں ہماری نظر نانا جی پر پڑی تو وہ کمرے کے درمیان میں ایک پرانے سے اسٹول پر بیٹھے تھے انہیں دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ نیند میں ہی ہوں ہمیں اس کمرے میں بہت سے بھیانک سے سائے نظر آنے لگے ہم سب ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے دیکھ رہے

تھے کہ اتنے میں سائے کی جگہ بہت سے لوگ نظر آنے لگے اف اللہ اتنے بھیانک لوگ ہم نے کبھی نہیں دیکھے تھے ان کے چہروں پر صرف ایک ایک آنکھ تھی اور سب کے بڑے بڑے ناخن اور دانت تھے انکی اس ایک آنکھ سے ایسے لگتا جیسے خون بھرا ہوا ہو بالکل لال اور ان کے جسم سرے جلے ہوئے تھے ان کو دیکھ کر ہم سب ڈر گئے اور ایک دوسرے کو نہ بولنے کا اشارہ کیا ہمارے نانا جی جیسے بیٹھے تھے ویسے ہی بیٹھے رہے اور کچھ منہ ہی منہ میں پڑھ رہے تھے اور سب انکے آگے چپ کر کے کھڑے تھے ہمیں حیرت ہوئی کہ کیا معاملہ ہے اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک بہت ہی بھیانک قسم کی لڑکی جس کے نہ ہونٹ تھے اور نہ ہی ناک اور کان تھے سب کے گلے لگ رہی تھی سب زور زور سے ہنس رہے تھے۔

ہمارے نانا جی دروازے کی طرف بڑھے خود بخود پہلے کی طرح دروازہ جیسے کھلا تھا ویسے ہی بند ہو گیا۔ دروازے کے بند ہوتے ہی وہ چار کونوں کے دیئے بھی بجھ گئے اور سب طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا ہمارے نانا چھت سے اتر کر آئے ہم بھی انکے پیچھے اتر آئے جب ہم سب اتر رہے تھے تو میں نے نانا کا ہاتھ پکڑ لیا نانا یوں چونکے جیسے وہ نیند سے جاگے ہوں ہم نے ان کو کہا کہ آپ چھت پر تھے تو انہوں نے کہا نہیں تو ہم نے کہا۔

ہمیں پتہ ہے ہم نے آپ کو دیکھا ہے۔

نانا جی نے کہا کہ ہاں وہاں جو جنات کی بستی آباد ہے وہاں پر وہ لوگ مجھے لے گئے تھے۔

ہم نے کہا کیوں۔

کہنے لگے ان کی شادی تھی وہ سب مسلمان ہیں اور مجھے نکاح پڑھوانے کے لیے بلایا تھا۔

قارئین کرام میں بتاتی چلوں کہ ہماری نانی کی موت بھی جنات کے دم گھوٹنے سے ہوئی تو ہم سب کو بہت حیرت ہوئی نانا نے کہا آئندہ ادھر مت جانا اور جا کر سو جاؤ ہم سب سو گئے اور صبح گھر واپس آ گئے پھر ہم آج تک ادھر نہیں گئے اگلی چھٹیوں میں جائیں گے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی۔ یہ کہانی بالکل سچی ہے اور یہ عمارت بھی رتی ماڑی عمارت ہندوؤں کے ٹائم اور زمانے کی ہے یہ آج بھی اسٹیشن کے ساتھ واقع ہے۔

نظم

نا داں دل کو سمجھانا کیا،
ہے عشق تو پھر پچھتانا کیا
ہر سانس تو اس کے نام کی،
پھر جینا کیا مر جانا کیا
وہ ہر دھڑکن میں رہتا ہے،
اسے کھونا کیا اور پانا کیا
کیا خوب وہ سب سے پوچھتے ہیں،
کہتا ہے یہ دیوانہ کیا
دل آنا تھا تم پر آیا،
اس جرم کا ہے ہرجانہ کیا
وہ جس کا جھوٹ بھی سچ جانا،
اس جھوٹے کو جھٹلانا کیا
اے عثمان حقیقت جو بھی ہو،
بن جائے افسانہ کیا

عثمان چوہدری۔ ڈڈیال

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

خونی ڈائن

---تحریر: نداعلی عباس۔ سوہاوہ۔ گجر خان--

فجر کی آزان ہوتے ہی وہ سب کمرے کی طرف لپکے تھے حالانکہ عدن نے دس بجے آنے کو کہا تھا کمرے میں داخل ہوتے ہی سب کی نظریں کونے میں پڑی چیئر تک گئی تھی جس پر کوئی بیٹھا ہوا تھا جو مسلسل ہل رہا تھا عدن عباد کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔ تو ٹھیک ہے یار یہ فیصل تھا مسلسل ہلتی کرسی رکی تھی اور گھومی تھی چیئر پر عدن بیٹھا تھا مگر آنکھیں بند تھیں۔ عدن تھینک گاڈ تو ٹھیک ہے ڈرا دیا تھا تو نے تو ہم سب کو وہ سب شکر کا کلمہ پڑھتے آگے بڑھے تھے تبھی چیئر پر بیٹھے عدن کی آنکھیں کھلی تھیں۔ بڑھتے قدم ساکت ہوئے تھے لڑکیاں چیختی ہوئی لڑکوں کے پیچھے جا چھپی تھیں اور وہ دونوں پھٹی آنکھوں سے عدن کو دیکھ رہے تھے۔ آ گئے تم لوگ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ فل سفید آنکھیں اور گہرے سیاہ ہلکے پیشانی سے نکلتی پتلی سی خون کی ہلکی سی دھار وہ عدن ہی تھا مگر آواز اس کی نہیں تھی بھاری مگر کپکپاتی ہوئی آواز میں وہ ان چاروں کو دیکھ کر مسکرایا اور لڑکھڑاتا ہوا ان کی سمت بڑھنے لگا۔ کک کون ہو تم عدن کہاں ہے۔ ہمارا دوست کہاں ہے۔ فیصل نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ اسے اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر لڑکیوں کی چیخیں مزید بلند ہو گئیں تھیں فیصل کی بات سے وہ زور زور سے قہقہے لگانے لگا۔ عدن کے پاس جانا ہے تجھے آؤ میں تیرے دوست سے ملواؤں آؤ آؤ۔ وہ ہانپتا کانپتا ہوا فیصل کے قریب جانے لگا نہیں نہیں فیصل اس نے عدن کو مار ڈالا ہے تم کو بھی مار ڈالے گا چلو ہم یہاں سے چلتے ہیں فیصل پلیز چلو۔ عزت بے تحاشا روتے ہوئے فیصل کو باہر کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہنے لگی اس سے پہلے وہ سب بھاگتے عدن کا چھت پھاڑ قہقہہ انسب کو رکنے پر مجبور کر گیا تھا وہ سب حیران سے عدن کو دیکھ رہے تھے جو ہنسنے کے بعد اب جھک کر آنکھوں سے لینز نکال رہا تھا پھر ماتھے پر لگے کلر کو جیب سے رومال نکال کر صاف کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا ریکارڈ لگا رہا تھا جو پسینے سے شرابور دل ہی دل میں اس کی ایکٹنگ کو داد دے رہے تھے۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

دفع گائز میں ان چیزوں پر بلیو نہیں کرتا یہ جن چڑیل بھوت وغیرہ یہ سب فلموں ڈراموں تک ٹھیک لگتا ہے رئیل لائف میں ایسا کچھ نہیں ہوتا سب بکواس ہے عدن جو بھوت پریت کے قصہ سن سن کر ناک تک عاجز آ چکا تھا چڑ کر بولا تھا۔

رئیل لائف میں بھی ایسا ہوتا ہے اور تمہیں پتہ ہے جنوں اور شیطان کے وجود سے انکار کرنا اسلام اور ایمان کے منافی ہے کیونکہ بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جنات کچھ نہیں بلکہ انسانی ذہن کا گمان ہے اور کہتے ہیں کہ جنات کا کوئی خارجی وجود نہیں اس طرح کی تمام باتیں اللہ کے کلام یعنی قرآن پاک کے عقائد کے برعکس ہیں یہ سب کفر کی باتیں ہیں۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جنات کا ہونا قرآن پاک سے ثابت ہے۔عزت جو کہ بہت ہی ڈرپوک قسم کی لڑکی تھی عدن کے انکار کرنے پر اسے پورا لیکچر دے ڈالا تھا فیصل نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

تم تو چپ ہی کر کے رہو ابھی میں کیوں ناں عزت دیکھو تمہارے پیچھے کون بیٹھا ہے چیخیں مارتی ہوئی بھاگو گی یہ لیکچر وکچر سب بھول جائے گا

جی نہیں میں اتنا نہیں ڈرتی جتنا تم مجھے سمجھ رکھا ہے وہ پیپسی کا گھونٹ لیتے ہوئے بولی۔

مانتی تو ہوناں کہ ڈرپوک ہو وہ اسے دوبارہ چھیڑتے ہوئے بولا

جی نہیں میں ڈرپوک نہیں ہوں ۔۔وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر باقاعدہ لڑنے کے لیے تیار ہوگئی۔

اچھا گائز اب لڑنے مرنے مت بیٹھ جانا۔

تجھے پتہ ہے عدن یہ اپنی یونیورسٹی کے پیچھے جو باغ ہے وہاں اینڈ میں جو کمرہ بنا ہے کہتے ہیں وہاں کوئی بھی نہیں جاتا جو بھی جاتا ہے دوبارہ واپس نہیں آتا ہے سنا ہے اس کمرے میں پہلے کوئی مالی بابا رہتا تھا وہ باغ کی دیکھ بھال کرتا تھا مگر اس کے بعد ایک دن اس کمرے میں مردہ پایا گیا اس کے بعد وہاں اب کوئی نہیں جاتا۔

عباد جو کتنی دیر سے سن رہا تھا اچانک بولا اور عدن کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

یہ بکواس تجھے کس نے سنائی وہ عباد کا مذاق بناتے ہوئے بولا۔

یار کال جواد لوگوں سے سنا تھا میں نے بھی شاید وہ سچ کہہ رہے ہیں فیصل نے عباد کی سائیڈ لی

اچھا ایسی بات ہے تو ہم سب آج رات اس روم میں ٹھہریں گے۔عدن تیزی سے بولا

تو پاگل ہو گیا ہے کیا عباد بولا۔

اس میں پاگل پن والی کیا بات ہے۔

نہیں ہم میں سے کوئی نہیں جائے گا تجھے جانا ہے تو اکیلا جا عباد غصہ سے بولا۔

او کے میں اکیلا جاؤں گا وہ بولا

نہیں نہیں عدن تم بالکل بھی نہیں جاؤ گے۔سدا کی نرم دل نشاء جلدی سے بولی۔

جانا تو پڑے گا یار تا کہ تم لوگوں کو یقین آجائے کہ یہ بھوت ووٹ سب بکواس ہے وہ کچھ سوچ کر مسکرایا۔

یہ تو اچھا نہیں کر رہا عدن پچھتائے گا تو دیکھ لینا فیصل جذباتی ہوتے ہوئے بولا۔

او یار کچھ نہیں ہوتا ٹینشن نہ لے تو بس رات تم لوگ مجھے چھوڑ کر جانا اور صبح دس بجے تم لوگ آکر دیکھ لینا میں کل تم لوگوں کو ثابت کر کے دکھاؤں گا کہ یہ بھوت وغیرہ سب فراڈ ہوتا ہے وہ انہیں دلاسہ دیتے ہوئے بولا۔

سب نے اسے سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور آخر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اور رات ٹھیک آٹھ بجے وہ لوگ اسے باغ والے اس روم میں چھوڑ آئے یہ الگ بات وہ سب دوست پوری رات اس کے روم کے باہر ڈیرہ ڈال کر بیٹھ گئے تھے کہ ان کے دوست کو کسی بھی وقت ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

]-------------------

ساری رات وہ لوگ سردی میں ٹھٹھرتے رہے تھے مگر اپنے دوست کو اکیلا چھوڑنا گوارہ نہ کیا عزت اور نشاء کو ٹینشن ہو رہی تھی کہ اندر اتنی

خاموشی کیوں ہے عدن کو کچھ ہو تو نہیں گیا۔سب کا صبر یہی تک تھا۔فجر کی آزان ہوتے ہی وہ سب کمرے کی طرف لپکے تھے حالانکہ عدن نے دس بجے آنے کو کہا تھا کمرے میں داخل ہوتے ہی سب کی نظریں کونے میں پڑی چیئر تک گئی تھی جس پر کوئی بیٹھا ہوا تھا جو مسلسل ہل رہا تھا عدن عباد کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

تو ٹھیک ہے یار یہ فیصل تھا مسلسل ہلتی کرسی رکی تھی اور گھومی تھی چیئر پر عدن بیٹھا تھا مگر آنکھیں بند تھیں۔عدن تھینک گاڈ تو ٹھیک ہے ڈرا دیا تھا تو نے تو ہم سب کو وہ سب شکر کا کلمہ پڑھتے آگے بڑھے تھے تبھی چیئر پر بیٹھے عدن کی آنکھیں کھلی تھیں۔بڑھتے قدم ساکت ہوئے تھے لڑکیاں چیختی ہوئی لڑکوں کے پیچھے جا چھپی تھیں اور وہ دونوں پھٹی آنکھوں سے عدن کو دیکھ رہے تھے۔

آ گئے تم لوگ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔فل سفید آنکھیں اور گہرے سیاہ ہلکے پیشانی سے نکلتی پتلی سی خون کی ہلکی سی دھار وہ عدن ہی تھا مگر آواز اس کی نہیں تھی بھاری مگر کپکپاتی ہوئی آواز میں وہ ان چاروں کو دیکھ کر مسکرایا اور لڑکھڑاتا ہوا ان کی سمت بڑھنے لگا۔

کک کون ہو تم عدن کہاں ہے۔

ہمارا دوست کہاں ہے۔فیصل نے ڈرتے ڈرتے کہا۔اسے اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر لڑکیوں کی چیخیں مزید بلند ہو گئیں تھیں فیصل کی بات سے وہ زور زور سے قہقہے لگانے لگا۔

عدن کے پاس جانا ہے تجھے آؤ میں تیرے دوست سے ملواؤں آؤ آؤ۔وہ ہانپتا کانپتا ہوا فیصل کے قریب جانے لگا نہیں نہیں فیصل اس نے عدن کو مار ڈالا ہے تم کو بھی مار ڈالے گا چلو ہم یہاں سے چلتے ہیں فیصل پلیز چلو۔عزت بے تحاشا روتے ہوئے فیصل کو باہر کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہنے لگی اس سے پہلے وہ سب بھاگتے عدن کا چھت پھاڑ قہقہہ انسب کو رکنے پر مجبور کر گیا تھا وہ سب حیران سے عدن کو دیکھ رہے تھے جو ہنسنے کے بعد اب جھک کر آنکھوں سے لینز نکال رہا تھا پھر ماتھے پر لگے کلر کو جیب سے رومال نکال کر صاف کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا ریکارڈ لگا رہا تھا جو پسینے سے شرابور دل ہی دل میں اس کی ایکٹنگ کو داد دے رہے تھے

وہ سب عباد کے فلیٹ پر جمع تھے ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے ہوئے وہ صبح سے بے حال ہو رہے تھے ہنس ہنس کر پیٹ میں درد ہونے لگا تھا میں نے تم لوگوں کو کہا تھا ناں یہ بھوت وغیرہ کچھ نہیں ہوتا عدن کارپٹ پر ڈھیر ان سے کہہ رہا تھا پاس ہی فیصل اور عباد لیٹے تھے نشاء اور عزت صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

تم مانو یا نہ مانو بھوت تو ہوتے ہیں مگر یہ باغ والے کمرے والی لگتا ہے کیسی نے ہوائی چھوڑی تھی فیصل بولا تھا۔

یار تم لوگ مان کیوں نہیں لیتے ایسا کچھ بھی نہیں ہے عدن چڑ کر بولا۔

اب ایسے تو نہ کہو عدن ہمارے گاؤں میں ایک پہاڑی ہے وہاں مشہور ہے کہ جمعرات والے دن وہاں ایک جوڑا آکر ملتا ہے لڑکا اور لڑکی عصر کے بعد اور کوئی بھی بندہ ان دونوں کو دیکھ لے تو وہ جوڑا اس کو مار دیتا ہے اس لیے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہمارے گاؤں میں لوگ عصر کے بعد اس پہاڑی کی طرف نہیں جاتے۔۔ نشاء چپس کھاتے کھاتے ہوئے بولی۔ تینوں لڑکے ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگے سب سے پہلے عدن کو ہوش آیا تھا۔

یہ پھوٹ کس سن کی ہے جناب وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا۔

پھوٹ نہیں حقیقت ہے میں وہاں رہی ہو ں مجھے پتہ ہے وہ غصہ سے بولی۔ پھر وہ بھوت نہیں ہوں گے کوئی انسان ہی ہے جو وہاں چھپ چھپ کر ملتے ہیں اور افوہ پھیلا رکھی ہوتا کہ کوئی اس جگہ نہ آئے ور وہ بھی دونوں آرام سکون سے ملاقات کرتے رہیں عباد ٹانگیں پھیلاتے ہوئے بولا تھا

ہاں ہاں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے میں نے تو یہ سوچا ہی نہیں یہ فیصل تھا

ہوسکتا نشاء سچ کہتی ہو عزت بولی تھی۔

چلو پھر ڈن کرو چھٹیاں ہو رہی ہیں اور یہ چھٹیاں ہم نشاء کے گاؤں گزارنے والے ہیں اور ان دونوں جو وہاں ملتے ہیں انکا بھانڈا پورے گاؤں کیسامنے پھوڑنا ہے عدن پھر جوش میں آیا تھا۔

ہاں یار مزہ بھی آئے گا فیصل اور عباد بھی رضامند تھے۔

میں اور عزت نہیں جارہی سمجھے تم لوگ۔ نشاء غرائی۔۔

کیوں تم جانتی ہو۔ ہم کہیں بھی جائیں سب ساتھ میں جاتے ہیں تم دونوں نہیں جاؤ گی تو ہم اٹھا کر لے جائیں گے فیصل نے آنکھیں دکھائیں

تم لوگ رسک لے رہے ہو یار۔۔ نشاء بے بس ہوئی۔

تم لوگ نہیں ہم سب رسک لے رہے ہیں اور ہم میں تم بھی شامل ہو۔۔ عباد بولا تو وہ منہ بنا کر رہ گئی۔

وہ سب اچھے خاصہ امیر فیملیوں سے تعلق رکھتے تھے مڈل سے سب ساتھ ساتھ تھے صرف نشاء تھی جس نے انہیں میٹرک سے جوائن کیا تھا۔ وہ گاؤں کی رہائشی تھی گاؤں میں سکول میٹرک تک تھا اس لیے اس کے والدین صرف نشاء کی اعلیٰ تعلیم کے لیے گاؤں سے سب چھوڑ چھاڑ کر شہر آبسے تھے عباد نشاء کا دور پار کا کزن تھا دوستی کے ساتھ ساتھ بات پسندیدگی تک چلی گئی تو دونوں کے والدین نے انہیں نکاح جیسے پاکیزہ بندھن میں باندھ دیا تھا فیصل عزت مین انٹرسنگ تھا اور عزت عدن پر مرتی تھی اور عدن کس مین انٹرسٹ لیتا تھا یہ کوئی نہ جانتا تھا۔ فیصل اور عباد کے بہت یار کریدنے پر اس نے ٹال دیا تھا اور ہمیشہ کہتا تھا کہ میں جس لڑکی سے محبت کروں گا وہ تم سب سے الگ لڑکی ہوگی اور اس بات سے سب سے زیادہ عزت مایوس ہوئی تھی دو چار دن رونے دھونے کے بعد اس کے فیصل کی محبت کے آگے سر جھکا دیا تھا دونوں کی باقاعدہ طور پر منگنی ہو چکی تھی جب سے انہوں نے یونیورسٹی جوائن کی تھی تب سے آس پاس سے بہت سی اڑتی پڑتی کبریں مل رہی تھی کہ یہ یونیورسٹی آسیب زدہ ہے پہلے تو وہ یہ بات ہنسی میں اڑادیتے تھے مگر اب کچھ کچھ ڈر ان کے دل میں بھی بیٹھ گیا تھا مگر عدن نے وہ ڈر بھی ان

کے دل سے نکال باہر کیا تھا اور امسئلہ اب نشاء کہ گاؤں کا آگیا تھا سب دوستوں نے پلان کیا تھا کہ منگل کو وہ لوگ نکلیں گے اور بدھ کو وہ جگہ دیکھنے جائیں گے اور جمعرات کو اپنا مشن اسٹارٹ کریں گے۔

منگل کو دس بجے ناشتے کے بعد نکلے تھے۔۔ آٹھ گھنٹے کا سفر تھا کھاتے پیتے ہنسی مذاق کرتے وہ وقت کب گزرا پتا بھی نہ چلا۔ شام ساتھ بجے وہ تھکے ہارے پہنچے نشاء کے پرانے والے گھر ٹھہرے جس کو جہاں جگہ ملی وہی ڈھیر ہوگیا۔ اگلے دن سب تیار ہو کر اس پہاڑی پر پہنچے وہ جگہ گھر سے تین چار گھنٹے کی مسافت پر تھی آگے پیچھے گھوم پھر کر کچھ پلان وغیرہ کیا اور پھر گھر واپس آگئے۔ جمعرات والے دن سب ظہر کی نماز کے بعد گھر سے روانہ ہوئے عصر سے ہاف گھنٹہ پہلے وہاں پہنچ گئے اور اس جگہ کا معائنہ کرنے لگے اور پھر وہ سب ایک پتھر کے پیچھے جا کر چھپ کر بیٹھ گئے عصر کی اذانیں شروع ہوگئیں اب انہیں اس جوڑے کا انتظار تھا جس نے سب کو ڈرا رکھا تھا وہ سب ایکسائیڈ تھے ہاف گھنٹہ گزرا گھنٹہ بھی گزر گیا وہ لوگ بیٹھ بیٹھ کر تھک چکے تھے جب ڈیڑھ گھنٹہ گزرا تو فیصل بول اٹھا۔

یار مجھے لگتا ہے وہ لوگ نہیں آنے والے مغرب بھی ہو جائے گی۔

ہاں یار مجھے بھی لگتا ہے ہمیں واپس چلنا چاہیے عزت نے فیصل کی سائیڈ لی۔

کیوں نا دس پندرہ منٹ اور ویٹ کرلیں۔
عباد بولا۔

نہیں گائز ہمیں چلنا چاہیے مجھے تو ابھی سے ڈر لگنے لگا ہے ویسے بھی گاؤں میں اندھیرا جلدی پھیل جاتا ہے نشاء کوف سے کانپتے ہوئے بولی۔

تین کڑیل نوجوانوں کے ہوتے ہوئے بھی تمہیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے ہم ہیں ناں۔ عباد اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دباتے ہوئے بولا۔

ہش چپ گائز لگتا ہے کوئی آرہا ہے عدن انہیں چپ کرواتے ہوئے بولا اور گلے میں لٹکتا ہوا کیمرہ اتار کر ہاتھ میں تھام لیا۔ اور آن کرلیا۔ وڈیو ریکارڈنگ آن کرلی۔ سامنے سے ایک لڑکی تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی نزدیک آرہی تھی خوف سے آگے پیچھے دیکھتے ہوئے جیسے اسے ڈر ہو کوئی اسے دیکھ نہ لے جس پتھر کے پیچھے وہ تھے اس سے تھوڑا فاصلہ رکھ کر وہ بیٹھ گئی تبھی سامنے والی جھاڑی سے ایک خوش شکل نوجوان نکلا تھا لڑکی کے چہرے پر اسے دیکھ کر رونق آگئی تھی ڈر خوف کہیں دور جا سویا۔

ارے یہ تو سچ میں کوئی لڑکا لڑکی ہے۔ کتنے چیپ ہے چھپ چھپ کر ملتے ہیں لوگوں کو ڈرا رکھا ہے بدتمیزوں نے یہ عباد تھا عدن نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور سامنے دیکھ کر ویڈیو بنانے لگا وہ لڑکی اب تیزی سے لڑکے کی طرف بڑھی تھی۔

تم آگئے سانول۔ میں تو ڈر گئی تھی کہ شاید آج نہ آؤ۔

کیسے نہ آتا جان تم سے وعدہ کر رکھا ہے ہر جمعرات کو ہم یہاں ملیں گے۔۔۔ وہ سے چہرے سے تھامے کہہ رہا تھا پھر اسے لے کر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سامنے پڑے ایک پتھر پر بیٹھ گیا کافی دیر دونوں میں خاموشی رہی پھر اس ویرانے میں اس لڑکی کی آواز گونجی۔

پھر تم نے کیا سوچا سانول میں آج بھی بہت مشکل سے یہاں آئی ہوں تمہیں پتہ ہے ناں بابا اور بھائیوں نے تمہاری وجہ سے مجھ پر آج کل کڑی نظر رکھی ہوئی ہے۔

میں کیا کروں جان میں نے گھر بات کی ہے وہ نہیں مان رہے تمہارے گھر والے بھی راضی نہین ہم ایک کام کرتے ہیں جان ہم اس گاؤں سے بھاگ چلتے ہیں وہ لڑکا بولا۔

نہیں نہیں سانول تم میرے باپ اور بھائیوں کو نہیں جانتے ہو وہ ہمیں پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے وہ ہمیں مارڈالیں گے سانول۔

وہ لڑکی لڑکے کے ہاتھ تھامے رو رہی تھی تبھی نشاء کے پاؤں پر کسی زہریلے کیڑے نے کاٹا تھا اور اس کی چیخ نکل گئی سب دوستوں کے ساتھ ساتھ وہ جوڑا ابھی اس کی طرف متوجہ ہوا تھا وہ سب دوست اس جوڑے کی نظر میں آئے تھے وہ سب گھبرائے ہوئے تھے اٹھ کھڑے ہوئے اس سے پہلے کہ عدن اس جوڑے کے جھوٹ کا بھانڈا پھوٹتا ایک لمحے کے لیے سب ساکت رہ گئے وہ لڑکا سانول ان سب کی نظروں سے غائب ہو گیا اور وہ خوبصورت لڑکی جو رونا بھول کر انہیں سرخ چہرہ لیے غصہ سے گھور رہی تھی ایک دم سے اس کے خوبصورت چہرے کی جگہ ایک بدصورت شکل نے لے لی۔

اوگاڈ بھاگو گائز یہ تو سچ میں بھوت ہیں سب سے پہلے فیصل کو ہوش آیا تھا وہ سب الٹے پاؤں بھاگے تھے جب ایک جھاڑی میں عزت کا دوپٹہ الجھا تھا۔

فیصل۔۔۔وہ چیخی تھی بھاگتے ہوئے ایک پل کو سب تھمے تھے غراتی ہوئی گلے سے عجیب غریب سی آوازیں نکالتی ہوئی وہ چڑیل پاؤں گھسیٹتی ہوئی عزت کے قریب جارہی تھی اور چیختی چلاتی دوپٹہ چھڑواتی عزت مسلسل فیصل کو مدد کے لیے بلارہی تھی عدن نے ایک نظر فیصل کو دیکھا تھا جو مسلسل خوف سے کانپتا ہوا نفی میں گردن ہلاتا ہوا پیچھے ہی پیچھے جارہا تھا۔ عدن نے ایک لمحے کو سوچا تھا دوسرے ہی پل وہ عزت کی طرف بھاگا تھا مگر اس سے پہلے ہی وہ چڑیل اڑتی ہوئی آئی اور چیختی ہوئی عزت کے گلے کو دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیا تھا وہ تینوں چیخے تھے بھاگتے عدن کے پاؤں جیسے زمین نے جکڑ لیے تھے دوسرے ہی پل وہ ان دونوں کے قریب پہنچا تھا اور پورا زور لگا کے دونوں ہاتھوں سے بدصورت چڑیل کو دھکا دیا تھا دھکے سے تو کوئی اثر نہ ہوا تھا مگر عدن کے ہاتھ لگاتے ہی اسے کرنٹ لگا تھا کتنے فٹ وہ دور جا گری تھی عدن نے روتی ہوئی بلکتی ہوئی عزت کو ساتھ لگایا تھا اور وہ اس کا سہارا پاتے ہی خوف سے اس کے سینے جا لگی جھٹکا کھا کے چڑیل کو عدن نے کھڑا ہوتے دیکھا تھا اور عزت کا ہاتھ تھام کر وہاں سے بھاگ لیا اسے دیکھتے ہی دیکھتے سب دوست پیچھے بھاگے تھے اندھیرا چارسو پھیل چکا تھا اور بھاگ بھاگ کر انہیں کوئی ٹھکانہ مل کے ہی نہ دے رہا تھا۔

تم لوگ آج اس لڑکے کی وجہ سے بچ گئے ہو مگر اب تم پانچوں کو میرے قہر سے کوئی نہیں بچا

...ے گا میں تم سب کو مارڈالوں گی سب کو ...ار ڈالوں گی اندھیرے میں ڈراؤنی آواز گونجی ...ی اور وہ سب جو ایک پل کو سانس لینے کو تھمے ...ے ڈر گئے اندھا دھند بھاگنا شروع کردیا ...ھوڑی دور آبادی نظر آئی تھی وہی جا کر دوبارہ سانس لیا تھا تبھی فضا میں اذان کی آواز گونجی تھی ...ب کی نظریں بے ساختہ اذان کی جانب اٹھی ...ھیں قدم خود بخود مسجد کی جانب اٹھ گئے وہ پانچویں مسجد کے ٹھنڈے ٹھار فرش پر چوکری مار کر بیٹھ گئے گھر جانے کا اس وقت وہ پانچویں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

تم لوگوں کو اندر بابا سائیں بلارہے ہین وہ پانچویں گم صم سے مسجد کے ٹھنڈے ٹھار فرش پر بیٹھے اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے جب ملازم نما آدمی انکے پاس آکر بولا تو سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

کک کون۔ بابا سائیں۔ نشاء پریشانی سے گویا ہوئی ہمارے مسجد کے موذن ہے جناب ملازم سر جھکا کر بولا۔

آپ سب کو یاد فرمایا ہے انہوں نے وہ کہہ کر واپس کمرے میں چلا گیا وہ سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے چلو چلتے ہیں۔ یار شاید یہ ہستی ہماری کچھ مدد ہی کردے عباد کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھا اور کہا باقی سب بھی اس کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئے پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوئے تو سامنے ہی چٹائی پر کوئی بزرگ نماز پڑھنے میں مشغول تھے وہ پانچوں چپ کر کے ایک سائیڈ پر بیٹھ گئے۔

بابا سائیں نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو بے حد خاموشی سے انہیں دیکھنے لگے تم لوگ جانتے ہو تم لوگوں نے کتنا بڑا خطرہ مول لیا ہے وہ کافی دیر انہیں گھورنے کے بعد بولے تو وہ سب حیرت سے انکا منہ دیکھنے لگے کہ یہ سب انہیں کیسے پتہ چلا۔ تم سب کی جانیں خطرے میں ہیں تم لوگوں کو مشورہ کس نے دیا تھا ایسی مخلوقات سے پنگا لینے کو۔ وہ سخت غصہ میں تھے۔

پلیز بابا سائیں ہمیں بچالیں آئندہ ایسا کچھ نہیں ہوگا ہم وعدہ کرتے ہیں پلیز ہماری مدد کریں نشاء اور عزت باقدہ رونے لگی تھی جبکہ وہ تینوں شرمندگی سے سر جھکا کر رہ گئے بابا سائیں لڑکیوں کو روتے ہوئے دیکھ کر خاموش ہو گئے کتنی دیر وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے رہے پھر عدن کو دیکھ کر اشارے سے پاس بلایا اور وہ گھبرایا سا اٹھا اور ان کے قریب نیچے جا بیٹھا۔

تم جانتے ہو۔ آج تم اس تعویذ کی وجہ سے بچ گئے ہو ورنہ تمہیں آج اس ڈائن سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا وہ عدن سے گویا ہوئے کس تعویز کی وجہ سے وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا پھر اسے اپنے بازو پر بندھے اس تعویز کا خیال آیا جو بچپن میں دادی ماں نے اسے بندھا تھا تب وہ بہت بیمار تھا دادی ماں نے نجانے کہاں سے وہ تعویذ لا کر اسے باندھا تھا اور آج اس تعویذ نے اس کی جان بچائی تھی۔

اب کیا ہوگا بابا سائیں کیا ہم صبح ہوتے ہی یہاں سے چلیں جائیں وہ پریشان ہوا تھا۔

نہیں وہ ڈائن اب تم لوگوں پر نظر رکھے ہوئے ہے وہ تم لوگوں کو گاؤں سے نکلنے ہی نہ دے گی اگر چلے بھی گئے تو پھر بھی وہ تم لوگوں کو نہیں چھوڑنے والی۔ جو بھی انہیں دیکھ لیتا ہے وہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

ایسا کیوں کرتی ہے وہ کون ہے نشاء بولی۔

بیٹا پہلے وہ ہم لوگوں کی طرح ہی انسان تھی اسی گاؤں کی رہائشی تھی ہندو خاندان سے تعلق رکھتی تھی مسلمان لڑکے سے محبت ہوگئی تھی ہر جمعرات کو وہ دونوں اسی پہاڑی پر ملتے تھے ایک دن لڑکی کے بھائیوں نے اسے دیکھ لیا لڑکی کو بہت مارا اور لڑکے کو وارن کیا مگر وہ دونوں باز نہ آئے بھائیوں نے لڑکی کو ایک کمرے میں قید کرلیا ایک رات وہ وہاں سے آزاد ہوئی اور لڑکے کے پاس چلی گئی دونوں نے گاؤں سے بھاگنے کا پلان بنالیا۔ ادھر اس کے بھائیوں کو پتہ چلا انہوں نے دونوں کو جالیا لڑکے کو تو اسی جگہ گولیاں مارکر پہاڑ سے نیچے گرادیا۔ اور لڑکی کو لے کر جانے لگے تو لڑکی نے پہاڑ سے کود کر اپنی جان لے لی مرتے وقت اس لڑکی نے آتما طے کرلی کہ کسی بھی پیار کرنے والے جوڑے کا ملن نہیں ہونے دے گی مرنے کے بعد اس ڈائن نے پہلے اپنے بھائیوں کو مارا پھر باپ اور باقی خاندان کو ختم کرڈالا دونوں کی روحیں ابھی تک بے چین ہیں ہر جمعرات کو اسی پہاڑی پر ملتی ہیں اور جو انہیں دیکھ لیتا ہے وہ انہیں اپنا دشمن سمجھ لیتی ہیں اور ماردیتی ہیں اور ماردیتی ہیں۔ باباصاحب بتا کر خاموش ہوگئے

ان دونوں روحوں کو کیسے شانتی ملے گی باباجی عباد بولا۔

بیٹا۔ اس کا ایک ہی حل ہے جس پہاڑ سے کود کر اس لڑکی نے جان دی تھی اس کی دوسری طرف ان دونوں کی لاشیں پڑی ہیں اگر کوئی ڈھونڈ کر انہیں جلا ڈالے تو ان روحوں کو شانتی مل سکتی ہے۔

ٹھیک ہے ہم صبح ہوتے ہی ان لاشوں کو ڈھونڈ کر جلادیں گے فیصل جوش سے بولا۔

یہ اتنا آسان کام نہیں ہے بیٹا۔ اس مسجد سے باہر نکلتے ہی وہ تم سب کو مار ڈالے گی بابا صاحب بولے تو وہ سب پریشان ہوگئے ۔ باباجی نے اپنے ملازم کو آواز دی اور وہ باباجی کا صندوق لے آیا باباجی نے اسے کھول کر اس کے اندر سے کچھ نکالا اور انہیں دینے لگے یہ تم سب اپنے اپنے گلے میں ڈال لو چاہے جو مرضی ہوجائے تم اس تعویذ کو اپنے گلے سے بالکل بھی نہیں اتاروگے جب تک پہنے رکھوگے اس ڈائن سے بچے رہوگے۔ جس دن اتار دیا اس دن مارے جاؤگے بابا صاحب نے کہا اور وہ سب چپ چاپ تعویذ لے کر پہننے لگے تم سب میں سے کوئی ایک ہے جس کے ہاتھوں ان شیطانوں کی موت لکھی ہے بدھ والے دن تم لوگ مجھ سے آکر ملوگے میں تم کو ان لاشوں کا ٹھکانا بتاؤنگا اور جمعرات کو تم لوگ ان کا خاتمہ کرنے جاؤگے۔

باباجی نے انہیں سمجھایا تو وہ سر اثبات میں ہلانے لگے اب تم لوگ سو جاؤ صبح اپنے گھر چلے جانا اور یاد رکھنا اس گاؤں سے باہر نکلنے کی غلطی الکل بھی مت کرنا باباجی بولے تو وہ چپ چاپ وہاں سے اٹھ گئے۔

اگلے دن وہ سب اپنے گھر چلے گئے یہ اس سے اگلے دن کی بات ہے جب صبح وہ سب جاگنگ کے لیے تیار ہوئے عدن کو جگا جگا کر وہ تھک گئے مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ ت وہ سب اسے سوتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے یہ تین گھنٹے بعد کی بات ہے آٹھ بج رہے تھے جب گھر کا دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑایا جانے لگا بمشکل عدن نے آنکھیں کھول کر آگے پیچھے دیکھا تو اسے کوئی نظر نہیں آیا اسے یاد آیا سب جاگنگ کرنے کے لیے گئے ہیں آنکھیں ملتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھا جمائی لینے کے لئے منہ کھولا ہی تھا۔ جب دروازہ پھر بجا تھا وہ جھنجھلاتا ہوا اٹھا تھا دروازہ کھولا تو سامنے باباسائیں کھڑے تھے وہ پہلے پریشان ہوا تھوڑا حیران بھی ہوا وہ جانتا تھا کہ باباسائیں کبھی اپنے حجرے سے نکلے ہی نہ تھے پھر اس کے گھر کیسے آگئے۔

ارے باباجی کوئی کام تھا تو مجھے بلوالیا ہوتا خود کیوں آگئے آپ وہ خوش دلی سے بولا۔

بس بیٹا کام مجھے تھا تم سے پھر مجھے ہی آنا پڑا وہ مسکرائے۔

آئے باباجی اندر آئیے ناں وہ کہتے ہوئے رستے سے ہٹا اور باباسائیں اندر چلے گئے عدن نے آگے بڑھ کر انہیں کرسی پیش کی تو باباصاحب اس پر بیٹھ گئے۔

باباجی کیا لیں گے آپ وہ عاجزی سے بولا۔

شکریہ بیٹا۔ بس مجھے تم سے چھوٹا سا کام تھا باباجی کہیں ناں بلکہ آپ حکم کریں۔

بیٹا جی میں نے جو تمہیں تعویذ دیا تھا وہ تم اپنے پاس ہی رکھو مگر جو تعویذ تم نے بازو پر باندھ رکھا ہے وہ مجھے دے دو دراصل میرے پاس ایک ضرورت مند آیا ہے اسے دینا ہے۔ وہ بولے تو عدن نے سر اثبات میں ہلایا اور بازو سے تعویذ اتار کر باباجی کے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔

اچھا بیٹا میں چلتا ہوں۔ باباجی مسکرائے اور ٹیبل پر پڑے تعویذ کو دیکھ کر بولے عدن بھی جھک کر باباجی کے گھٹنے چھونے لگا۔

تھینک یو باباجی آپ نے مجھے اس قابل سمجھا وہ بولتے ہوئے اٹھا اور دوسرے ہی لمحے سن رہ گیا باباجی کی جگہ اب اس ڈائن نے لے لی تھی عدن کے دیکھنے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسی اور عدن کو اٹھا کر سامنے دیوار پر دے مارا ایک پل تو عدن کو لگا تھا جیسے جسم کی تمام ہڈیاں تڑتڑاتے ہوئے ٹوٹی ہوں وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا جب ڈائن نے وہی کھڑے کھڑے ہاتھ لمبا کرکے عدن کو گردن سے پکڑ کر اپنے سامنے کرلیا۔ دونوں ہاتھوں سے گلا دباتے ہوئے زور زور سے قہقہہ لگانے لگی۔

ٹھیک اسی وقت ہنستے مسکراتے ہوئے سب دوست واپس آگئے تھے مگر آگے کا منظر دیکھ کر دنگ رہ گئے فیصل کے ذہن میں آئیڈیا آیا۔ اپنے گلے سے تعویذ اتار کر سامنے قہقہے لگاتی ہوئی ڈائنکی طرف اچھالا تو وہ عدن کو چھوڑ کر کئی فٹ دور جا گری عدن کھانستا ہوا سیدھا ہوا اور سامنے گرا تعویذ اٹھالیا۔

میں تم سب کو مار ڈالوں گی تم میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑنے والی سب کو ختم کردوں گی وہ ڈائن کہتے ہوئے ان کی نظروں کے سامنے غائب ہوگئی۔ وہ سب عدن کے قریب چلے گئے۔

تو پاگل تو نہیں ہوگیا عدن تیرا باباجی والا تعویذ کہاں تھا عباد غصہ سے بولا۔

وہ تو رات سوتے وقت اتار دیا تھا ابھی سو رہا تھا دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز پر اٹھا تو عدن

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اب خود پر بیتی بتا سنا رہا تھا اور وہ سب سننے کے بعد سر پکڑ کر بیٹھ گئے وہ سب اس وقت کو پچھتا رہے تھے جب انہوں نے یہاں آنے کو سوچا تھا۔

یہ اس سے اگلے دن کی بات ہے رات بارہ بجے جب سب سو رہے تھے فیصل عباد اور عدن تینوں ایک روم میں جب کہ عزت اور نشاء دوسرے روم میں تھی پیاس سے عباد کی آنکھ کھلی تھی آس پاس دیکھا تو عدن اور فیصل بے سدھ پڑے تھے بغیر آواز پیدا کیے وہ بستر سے اترا اور کچن کی طرف چلا آیا پانی پی کر واپس کمرے کی طرف بڑھا مگر صحن میں سیڑھیوں میں بیٹھی نشا کو دیکھ کر ٹھٹک کر رک گیا۔

نشاء تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ وہ بھی اتنی رات گئے وہ حیران ہو کر اس کے قریب چلا آیا اور نشاء سے پوچھا نشاء سے دیکھ کر گھبرا سی گئی۔

عباد وہ۔ وہ۔ میں۔ وہ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی ناں اس لیے یہاں چلی آئی۔

نشاء پاگل نیند نہیں آ رہی تھی تو مجھے جگا لیتی یا عزت کو ساتھ لے کر آتی وہ بولا۔

دراصل عباد تم بھی سو رہے تھے اس لیے آج عزت بھی جلدی سو گئی تو میں نے اسے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ سر جھکا کر بولی۔

تو پاگل مجھے جگا لیتی ناں رئیلی میں بالکل بھی مائنڈ نہیں کرتا۔ وہ مسکرا دیا۔ اور ٹانگیں پھیلا کر سکے ساتھ وہی بیٹھ گیا۔ ۔کیا ہوا خاموش کیوں ہو کوئی جواب نہ پا کر وہ دوبارہ بولا۔

ہم گھر کب جائیں گے عباد ۔وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

انشاء اللہ جمعہ کو ہم اپنے اپنے گھروں میں اس وقت سو رہے ہوں گے مجھے بھی مما بہت یاد آتی ہے تمہیں پتہ ہے نا اس دفعہ آتے ہوئے مام نے کہا تھا ہمارے واپس آتے ہی وہ ہماری شادی کی ڈیٹ فائنل کر دیں گے۔ رئیلی آئی ایم سو ہیپی وہ چہک کر بولا تو نشاء بھی مسکرا دی۔

چلو اب اندر چلیں۔ وہ بولی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اندر جانے کو مڑی تبھی عباد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا نشاء سنو تو شرما گئی ہو۔ کندھوں سے پکڑ کر جب چہرہ سامنے کیا تو دنگ رہ گیا وہ نشاء نہ تھی نشاء کی شکل ڈائن نے لے لی تھی جو غصہ سے عباد کو گھور رہی تھی۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرا ہاتھ پکڑنے کی سانول کی جگہ لینے کی کوشش کی کمینے۔ وہ عباد کا سر پکڑ کر دیوار سے مار رہی تھی عباد کی چیخیں پورے گھر میں گونج رہی تھیں۔ اور حیرت انگیز طور پر گھر میں موجود اس کے کسی بھی دوست کے کانوں میں اس کی آواز نہ پہنچی تھی اور صبح اسے روم میں نہ پا کر وہ جب باہر آئے تو صحن میں سامنے وہ اوندھے منہ پڑا ہوا تھا سیدھا کرنے پر چہرے پر جگہ جگہ گڑھے اور آنکھیں اور دل اپنی جگہ سے غائب تھے۔

دو دن سے نشاء کسی سے بھی سنبھل نہیں پا رہی تھی سنبھل تو وہ تینوں بھی نہیں رہے تھے اتنا بڑا حادثہ کبھی سوچا بھی نہ تھا ہنستا بستا عباد ایک دن یوں چھوڑ جائے گا گھر والوں کو بھی وہ نہ بتا سکے کہ اگر بتا دیتے تو وہ سب یہی چلے آتے اور ان سب کی جان بھی خطرے میں پڑ جاتی اس لیے بابا جی کے مشورے پر نماز جنازہ پڑھ کر امانتاً کے طور پر دفنا دیا گیا تھا۔ اور اب نشاء کی اب ایک ہی رٹ تھی کہیں سے بھی عباد مجھے لا کر دو اور آج تو حد ہی کر دی تھی کہ ابھی گھر جانا ہے اسی وقت جانا ہے دکھی تو وہ سب بھی تھے مگر بابا جی نے منع کر رکھا تھا تو کیا کرتے عدن سے جب نشاء کی حالت دیکھی نہ گئی تو سب چھوڑ چھاڑ کر وہ بھی جانے کو اٹھ کھڑا ہوا پیچھے در سہمے فیصل اور عزت بھی سامان لیے چلے آئے سامان جیپ میں رکھا اور سفر اسٹارٹ ہو گیا۔

جب وہ گاؤں سے نکلے تو دن کے ساڑھے تین بجے تھے اور اب جب وہ گاؤں کراس کرنے والے تھے تو پانچ بجنے والے تھے جیسے ہی گاؤں کی حدود سے باہر قدم رکھا اچانک سے مغرب کی طرف سے ہوا چلی تھی جس نے آہستہ آہستہ خوفناک آندھی کی شکل اختیار کر لی تھی اپنی اپنی سیٹوں کو مضبوطی سے تھام لو کوئی بھی نیچے نہ اترے گائز۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے عدن ۔نے چلا کر کہا تھا۔ صرف دس سیکنڈ کا طوفان تھا اور منٹوں میں تھم بھی گیا۔

او تھینک گاڈ ہم بچ گئے لگتا ہے یہ بھی اسی ڈائن کا وار تھا فیصل بولا تھا مگر اگلے پل عزت چیخی تھی او گاڈ نشاء۔ نشاء کہاں گئی۔

وہ دونوں بھی مڑ کر پیچھے دیکھنے لگے ابھی تو یہی تھی میرے ساتھ تھی کہاں گئی عزت رو پڑی وہ دونوں جیپ سے نکل آئے آگے پیچھے دیکھا ہر جگہ دیکھ لیا مگر نشاء کو ملنا تھا نہ ملی آوازیں دے دے کر گلے بیٹھ گئے تھے مگر نشاء کہیں ہوتی تو ملتی ناں مغرب سے عشاء ہو گئی مگر نشاء نہ ملی تھک ہار کر وہ لوگ ایک چھوٹے سے غار میں بیٹھ گئے۔

یہ نشا کی آواز ہے ناں تم لوگوں نے سنا۔

انہیں بیٹھے ہوئے ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی جب عزت بولی تو وہ دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

ہمیں تو کوئی آواز سنائی نہیں دی فیصل بولا۔

میں نے سنا فیصل وہ مجھے آوازیں دے رہی ہیں میرا نام لیا اس نے شاید وہ روتے ہوئے مجھے پکار رہی ہے عزت بیٹھے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ عزت ہم نے کچھ نہیں سنا چپ کر کے بیٹھی رہو آگے ہی بہت پریشانیاں ہیں عدن غرا کر بولا۔ اور عزت کا ہاتھ پکڑ کر نیچے بیٹھا لیا۔

میرا یقین کرو عدن مجھے ابھی بھی اس کی آواز سنائی دے رہی ہے وہ رو رہی ہے وہ مجھے بلا رہی ہے وہ سسک اٹھی عدن ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھنے لگا۔

ایسا کچھ بھی نہیں عزت تمہیں وہم ہوا ہے

عدن پلیز میری ایک بار مجھے باہر جانے دو میرا یقین کرو وہ مجھے بلا رہی ہے میرا وہم نہیں ہے یہ میرا یقین کرو پلیز وہ پھوٹ کے رو پڑی۔

او کے ٹھیک ہے چلو عدن اس کا ہاتھ تھام کر اٹھ کھڑا ہوا۔

عدن یہ کیا کر رہا ہے تو یار فیصل اسے روکتے ہوئے بولا۔

ایک دفعہ دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ وہ بولا

یہ پاگل ہو گئی ہے اور تو اس کی باتوں میں آ رہا ہے۔ خود بھی مرے گی ہمیں بھی مروائے گی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

وہ غصہ سے بولا۔

تو یہی بیٹھ یار فیصل ہم بس تھوڑا سا ہی آگے جائیں گے جلد واپس آجائیں گے۔ عدن اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔

ہاں مجھے مرنے کے لیے اکیلا چھوڑ دو میں بھی ساتھ ہی چلوں گا۔ وہ بولا تو وہ تینوں باہر نکل آئے عدن نے اپنے موبائل سے ٹارچ روشن کی اور آگے پیچھے مارنے لگا اب کچھ سنائی دے رہا ہے تھوڑی دیر بعد وہ عزت سے بولا تو وہ سر نفی ہیں ہلانے لگی تو چلو واپس چلیں وہ سے کہتے ہوئے واپس مڑ کر غار کی طرف چلنے لگے۔

گائز مجھے اکیلے چھوڑ کر جا رہے ہو وہ ابھی غار کے قریب ہی پہنچے تھے جب سامنے والی جھاڑی سے نشاء نکل کر زور سے بولی تھی وہ تینوں گھبرا کے پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے مگر اگلے ہی لمحے وہ اپنے منہ سے نکلنے والی چیخ کو روک نہ سکے۔

نشاء یہ تم ہو۔ کیا ہوا ہے تمہیں کہاں چلی گئی تھی تم عزت اسے دیکھتے ہی سسکتے ہوئے بولی اور تیزی سے نشاء کی طرف بڑھی مگر قریب کھڑے عدن نے اسے بازو سے دبوچ لیا۔

یہ نشاء نہیں ہے عزت وہ اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔

کیا ہوا عزت رک کیوں گئی ہو آؤ نا مجھے بہت درد ہو رہا ہے مجھے سہارا دو پلیز فیصل عدن میری مدد کرو مجھ سے چلا نہیں جا رہا ہے وہ لڑکھڑا کر تھوڑا آگے آئی پیشانی اور ہونٹوں کے نیچے سے نکلا ہوا خون ایک بازو آدھا کٹ کر نیچے لٹکتا ہوا وہ نشاء ہی تھی عزت نے تڑپ کر آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر عدن مضبوطی سے اسے تھامے کھڑا رہا۔ ہم کیسے یقین کریں تم نشاء ہو۔ وہ بولا۔

واٹ عدن میں نشاء ہوں آئی سوئیر میرا یقین کرو میں تکلیف میں ہوں کیسے دوست ہو تم وہ روتے ہوئے بولی۔

عدن کیا پتہ یہ واقعی نشاء ہو ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔ خوف سے کانپتا ہوا فیصل بولا۔

اگر یہ نشائی ہے تو پھر ثبوت دے یقیناً یہ وہی کمینی چڑیل ہو گی مجھے یقین ہے ہمیں دھوکہ دے رہی ہو گی وہ بولا۔

ہاں میں نشاء نہیں ہوں مگر یاد رکھنا اب تیری باری ہے تیرے دو دوست تو میرے دھوکے میں آگئے اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اب پہلے تجھے ختم کروں گی سمجھا اس گاؤں سے اب نکل کے دکھا تو سامنے کھڑی روتی ہوئی نشاء کی جگہ اب اس بدصورت ڈائن نے لے لی تھی جواب عدن کو گھور کر دیکھ رہی تھی اگلے ہی پل وہ وہاں سے غائب ہو چکی تھی اور وہ سب اب دکھ بھری کیفیت میں کھڑے یہ سوچ رہے تھے کہ پہلے عباد اور اب نشاء بھی اس دنیا میں نہیں رہی ہے اور اگلے ہی دن گاؤں والوں کو جھاڑیوں سے ایک لڑکی کی لاش ملی تھی اور وہ سب دوست یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے کہ وہ نشاء ہی تھی اس کا حال بھی عباد جیسا ہی تھا فرق صرف اتنا تھا کہ نشاء کا ایک بازو ساتھ نہیں تھا

اگلے دن وہ صبح ہوتے ہی بابا سائیں کے پاس چلے آئے بابا جی نے ان تینوں کی ٹھیک ٹھاک کلاس لے ڈالی کیا ضرورت تھی گاؤں سے باہر جانے کی اور جب میں نے منع کیا تھا

تعویذ گلے سے اتارنا ہی نہیں تو پھر تم لوگوں نے کیوں اتارا دو دوست تو تم لوگ گنوا چکے ہو باقی جو تین بچتے ہو ناں وہ بھی جلد ہی ختم ہو جاؤ گے بابا جی واقعی غصہ میں تھے۔

ایم سوری بابا جی مگر رات کو سوتے وقت اتارتے تھے تعویذ کبھی عادت نہیں تھی ناں پہننے کی اس لیے فیصل بولا تھا۔

تو بیٹا جی عادت نہیں ہے تو اب بھی کیوں پہن رکھا ہے ابھی بھی اتار دو ناں۔ بابا جی مزید جلال میں آگئے۔ عدن نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور بابا جی سے بولا۔

بابا جی کچھ بتائیں اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

آج بدھ ہے کل جمعرات کا دن ہے کل تم لوگ صبح سویرے نکل جانا اس پہاڑی کی طرف وہاں ڈھیر سارے غار ہی غار ہیں تو لوگوں کو ہر غار کو چیک کرنا ہو گا ان سب غاروں میں سے ایک غار ایسا ہے جس میں اس جوڑے کی لاشیں پڑی ہوں گی تم لوگوں کو کسی بھی طرح آگ جلا کر ان لاشوں کو آگ میں ڈالنا ہو گا۔ لاشیں آگ پکڑتے ہی وہ جوڑا بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا مگر ایک بات یاد رکھنا تم لوگ یہ سارا کام اتنا آسان نہیں ہے یہ سب کرتے ہوئے وہ ڈائن تم لوگوں کی راہ میں رکاوٹ ضرور پیدا کرے گی مگر تم لوگ ڈرنا بالکل بھی نہیں جو ڈر گیا وہ مر گیا یہ بات اپنے پلو سے باندھ لینا۔ بابا جی نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلانے لگے۔

اگلی صبح وہ لوگ دس بجے ہی وہاں سے نکل آئے جیپ میں ایک گیلن کیروسین رکھا تینوں نے اپنے پاس الگ الگ ماچس بھی الگ سے سنبھال لیں بقول بابا جی کے اس ڈائن نے رستے مین بہت سی رکاوٹیں بھی ڈالی تھیں۔ ٹھیک ٹھاک چلتی گاڑی کبھی رک جاتی چلانے پر یوں محسوس ہوتا جیسے بہت زیادہ وزن ڈال دیا گیا ہو کبھی ٹائر پنکچر ہو جاتا وہ ٹھیک کرتے تو آگے جا کر گاڑی کا فیول ختم ہو جاتا مگر وہ لوگ ہارے نہیں تھے ساڑھے بارہ بجے وہ سب اس پہاڑی پر پہنچے اور غار کی تلاش جاری کر دی بہت سے غاروں کی تلاشی لینے کے بعد وہ ایک تنگ سے غار میں ابھی داخل ہی ہوئے تھے جب کسی نے پیچھے سے غار کا دھانہ کسی نے بڑے سے پتھر سے ڈھک کر بند کر دیا وہ تینوں گھبرا کر پلٹے پورا غار اندھیرے میں ڈوب گیا عزت فیصل اپنے ہاتھ دو عدن بولا اور موبائل کی ٹارچ آن کر لی۔

غار میں ہلکی سی روشنی ہو گئی وہ تینوں مضبوطی سے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آگے بڑھتے گئے مگر وہاں کچھ بھی نہ تھا سارا غار مکڑی کے جالوں سے اٹکا پڑا تھا۔

اب کیا کریں بابا جی نے کہا تھا عصر کی اذانوں سے پہلے پہلے ان لاشوں کو ڈھونڈنا ہو گا۔ عزت بولی۔

ہاں مگر ہم یہاں سے باہر کیسے جائیں گے فیصل بولا۔

چلو مل کر پتھر کو سرکاتے ہیں شاید کچھ وسیلہ بن ہی جائے عزت تم ٹارچ پکڑ کر رکھو عدن پہلے فیصل سے بولا پھر مڑ کر عزت کو موبائل تھمایا۔ دونوں مل کر زور لگانے لگے ڈیڑھ گھنٹہ وہ دونوں مسلسل زور آزمائی کرتے رہے پتھر اپنی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جگہ سے، تھوڑا اسا سر کا تھا وہ تھک ہار کر بیٹھ گئے۔

اب کیا ہوگا عزت پریشان ہوئی۔

تھوڑا سانس تو لے لیں پھر ٹرائی کرتے ہیں عدن لمبی لمبی سانسیں لیتا ہوا بولا۔

ڈھائی تو بج گئے یار ایک گھنٹہ رہ گیا ہے عصر کی اذان میں فیصل ٹائم دیکھتے ہوئے بولا۔

چلو پھر ٹرائی کرتے ہیں عدن لمبی سانس کھینچتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اگلے پونے گھنٹے میں پتھر اتنا سرکا کہ اس میں سے ایک بندہ ہی بمشکل نکل پاتا ایک ایک کر کے وہ تینوں باہر نکلے تو ہر طرف گہرا سناٹا تھا وہ تینوں آگے بڑھ کر بچتے غاروں کی تلاشی لینے لگے تبھی زور زور سے ہوائیں چلنے لگیں تھی ان تینوں نے مضبوطی سے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام لیے آندھی زوروں کی آئی تھی آس پاس کا سارا کرا اکٹھا ہو کر کسی انسان کی شکل اختیار کرنے لگا جب آندھی چھٹی تو انہوں نے دیکھا سامنے ڈائن کھڑی تھی زور زور سے قہقہے لگا رہی تھی تبھی اس کی آنکھوں سے تیز روشنی نکلی اور پہاڑ کے اوپر پڑے بڑے سے پتھر پر جا گری پتھر کے عین نیچے وہ تینوں کھڑے تھے پتھر لڑکھڑاتا ہوا تیزی سے نیچے کی طرف آیا عدن نے فیصل اور عزت کو دھکا دے کر خود بھی دوسری طرف چھلانگ لگا دی پتھر ان تینوں پر گرنے کی بجائے غار کے بند دھانے پر پڑے بڑے سے پتھر پر جا گرا غار کے دھانے پر پڑے پتھر ہٹ گیا اور غار کا دہانہ کھل گیا سامنے ہی دو لاشیں پڑی تھی بلکہ عجیب وغریب دو ڈھانچے تھے جنہیں دیکھتے ہی بدن میں کپکپی طاری ہو جاتی۔

عدن لاشیں مل گئی تو ایک کام کر اس ڈائن کو سنبھال میں گاڑی سے کیروسین نکال کر لاتا ہوں فیصل چلا کر بھاگا اور گاڑی سے کیروسین نکالنے لگا عزت آس پاس سے جھاڑیاں اکٹھی کرنے لگی وہ ڈائن اڑتی ہوئی اس غار کے دھانے پر جا کھڑی ہوئی اور کچھ پڑھ کر زمین کی طرف پھونکا تو بڑے بڑے سانپ اور بچھو رینگتے ہوئے آنے لگے وہ تینوں ڈر کر پیچھے ہٹے اور اپنے اپنے تعویذ گلے سے اتار کر ہاتھوں میں تھام لیے جیسے ہی کوئی سانپ یا بچھو سامنے آتا تعویذ کے ساتھ ٹچ ہوتے ہی انہیں آگ لگ جاتی ڈائن اپنا وار خالی دیکھ کر غرائی اور فضا میں ہاتھ بلند کر لیا۔ ہاتھ بلند کرتے ہی اس کے ہاتھ مین ایک لمبا سا نوکیلا سریے نما لوہا آ گیا پوری طاقت سے ساتھ سامنے کھڑے عدن کی طرف پھینکا فیصل نے دیکھا عدن اپنے دھیان میں قریب آتے بچھو کو خود سے چھڑوا رہا تھا وہ تیزی سے آگے آیا عدن کو دھکا دے کر پیچھے کی طرف ہٹایا لوہا عدن کی بجائے اس کے سینے کو چیرتا ہوا دوسری جانب نکل گیا۔

فیصل عدن اور عزت مل کر چیخے تھے عدن ایک ہی جمپ میں فیصل کے پاس تھا گرتے ہوئے فیصل کا سر اپنے شانے سے لگایا فیصل تجھے کچھ نہیں ہوگا۔ دیکھ ہمت مت ہار میں ہوں ناں میں سب ٹھیک کر دوں گا چل ہمت کر گاڑی میں بیٹھ اس ڈائن کو پھر دیکھ لیں گے۔

عدن۔ مم۔ مجھے چھوڑ عزت کو سنبھال فیصل نے پیچھے کی طرف اشارہ کیا اور عدن پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھنے لگا وہ ڈائن اب عزت کو گھسیٹتے ہوئے جھاڑیوں میں لے جا رہی تھی اور عزت

زور زور سے چلا کر اسے مدد کو بلا رہی تھی۔

جا عدن پپ پلیز جا عزت کو بچا میں تیری طرح بہادر نہیں ہوں فیصل اپنی پروا کیے بغیر بولا عدن اس کا سر زمین پر رکھ کر تیزی سے اٹھا اور قریب پڑی فیصل کی لائی ہوئی کیروسین لے کر غار کی طرف بھاگا غار میں پڑے ڈھانچوں پر ڈھکن کھول کر اچھی طرح ڈال کر جیب سے ماچس نکالی تیلی نکال کر جیسے ہی آگ لگانے لگا تبھی غار کے دھانے پر اس ڈائن کا چہرہ نمودار ہوا عدان نے ہاتھ میں پکڑے تعویذ کو سامنے کر کے اس ڈائن کو غار میں داخل ہونے سے روکا اور دوسرے ہاتھ سے آگ جلا کر ڈھانچوں میں پھینک دی پوری غار چیخوں سے گونج اٹھی جیسے بہت سی چڑیلیں مل کر بین کر رہی ہوں ڈھانچے جل کر راکھ ہوئے اور ایک بار پھر آندھی طوفان آیا اور ساری راکھ اڑا کر لے گیا۔

اب وہاں کچھ بھی نہ تھا نہ ہی ڈائن اور نہ ہی اس کا الوذن عدن کو عزت کا خیال آیا تو وہ جھاڑیوں کی طرف بھاگا قریب ہی جھاڑی میں بے ہوش پڑی عزت مل گئی تھوڑی سی کوششوں کے بعد وہ ہوش میں آئی۔

عدن فیصل کہاں ہے۔ وہ خوفزدہ ہوئی۔

ہاں وہ ٹھیک ہے وہ بولا۔ اور اسے لیے جب فیصل کے پاس آیا تو فیصل اپنی زندگی کی سانسیں پوری کر چکا تھا۔

آج ان کے بچھڑے ہوئے ان تینوں دوستوں کی آٹھویں برسی تھی اور عزت سے شادی ہوئے چھ ماہ ہو چکے تھے وہ اور عزت مل کر ہر سال ان کی برسی ایک ہی دن مناتے تھے حالانکہ ان تینوں کی ڈیتھ ایک دو دن کے گیپ سے ہوئی تھی وہ دور بہت مشکل دور تھا ایک ایڈونچر کے طور پر وہ اس گاؤں گئے تھے مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ جب وہ جائیں گے تو پانچ اور جب واپس آئیں گے تو دو رہ جائیں گے آج بھی وہ دن وہ منظر یاد کر کے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بہت سی یادیں سینہ چیرتی ہوئی اندر آ پہنچتی ہے۔ اور پھر وہ دونوں کئی کئی ماہ خود کو سنبھال نہیں پاتے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ مجھے شدت سے آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔

نظم

اندھیروں سے اجالا مانگنا ہوگا،
خبر کیا تھی یہ دن بھی دیکھنا ہوگا
اگر خورشید ہے تو روشنی دے گا،
وہ سایہ ہے تو اس کو پھیلانا ہوگا
پرانی رسموں سے اب کچھ نہیں حاصل،
ہمیں سوچوں کا دھاوا موڑنا ہوگا
میں آسانی سے کیسے ڈوب سکتا ہوں،
سمندر کو بہت کچھ سوچنا ہوگا
رہا ہوں برسر پیکار ظلمت سے،
سحر کو اب میرا دکھ بانٹنا ہوگا
قادر اوروں کی خاطر زندہ رہتا ہے،
خوشی کا ہر لبادہ اوڑھنا ہوگا

قادر یار۔ ڈڈیال

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

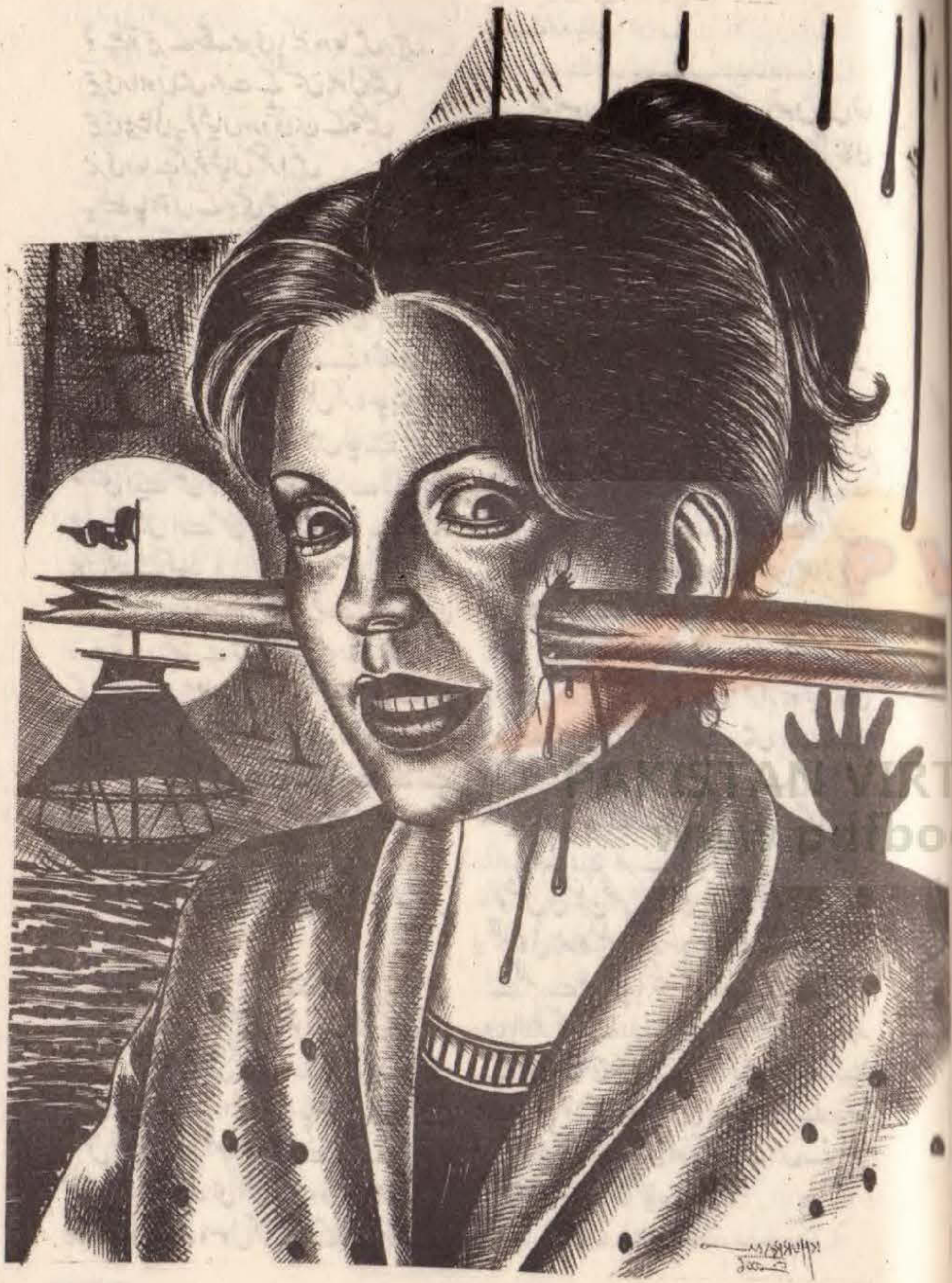

پراسرار قلم

---تحریر: انعم۔حویلیاں ہزارہ---

خوبصورت سنہری قلم فہد کے ہاتھوں میں تھا اس کی خوشی قابل دید تھی اس نے ڈائری نکالی اور قلم سے لکھا کہ کل یہاں خاص واقعہ وقوع پذیر ہونے والا ہے اسے ایسے محسوس ہوا کہ کسی نے برف جیسے ہاتھ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیئے ہوں پھر اس کے ہاتھ حرکت میں آئے اور لکھنا شروع ہو گئے۔ کہ کل تمہارے گھر چوری ہونے والی ہے۔ اگلے ہی دن اس نے تمام گھر کی سیکیورٹی سخت کر دی جگہ جگہ گارڈ کھڑے کر دیئے پرائیویٹ سیکیورٹی ایجنسیوں سے بھی رابطہ کیا رات کو اگرچہ چور گھر میں داخل تو ضرور ہوئے لیکن جھاڑیوں میں چھپے ہوئے گارڈز نے تینوں چوروں پر کمال پھرتی سے فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں وہ دونوں چور زخمی ہو گئے جبکہ تیسرا فرار ہو گیا۔ زخمی چور بعد میں پولیس کی حراست میں دے دیئے گئے سنہری قلم کی پیشین گوئی کی بدولت اس کا گھر محفوظ رہا جو فہد کے لیے بڑے فخر کی بات تھی۔ فہد اپنے کمرے میں گیا قلم سے لکھنے کی کوشش کی لیکن قلم نے کوئی جواب نہ دیا اس نے قلم کافی جھٹکا لیکن بے سود رہا اگلے دو دن بھی اس نے قلم سے لکھنا چاہا لیکن قلم نے کوئی جواب نہیں دیا بالآخر تیسرے دن سہ پہر کے وقت جب فہد نے لکھا کہ آج کیا ہونے والا ہے تو اسے اپنے ہاتھوں پر ٹھنڈک کا احساس ہوا اور اس کے ہاتھ خود بخود کچھ لکھنا شروع ہو گئے جب اس نے سطر خود پڑھی تو وہ بوکھلا گیا۔

-ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

فہد مصطفیٰ ملک کے معروف بزنس مین مصطفیٰ اکرام کا بیٹا تھا دو بیٹیاں تھیں جو شادی شدہ تھیں فہد نے پراسرار قلم پر بننے والی ڈاکومینٹری دیکھی تو وہ حیران رہ گیا اگرچہ اس نے قلم کے بارے میں پہلے بھی سن رکھا تھا لیکن اسے قلم کے کمالات کے بارے میں مکمل آشنائی اب ہوئی تھی کہ قلم مستقبل کے بارے میں پیش گوئی کرتا ہے اور یہ پیش گوئی ہمیشہ درست ثابت ہوئی ہے فہد کے دل میں اس قلم کو حاصل کرنے کی خواہش نے جنم لیا۔ کیونکہ وہ اپنے مستقبل کے بارے میں جاننا چاہتا تھا وہ خوبصورت سنہری قلم میوزیم کی ملکیت تھا قلم میوزیم میں لوگوں کی توجہ کا مرکز تھا لیکن قلم سے لکھنے کی اجازت بہر حال کسی کو میسر نہیں آ سکی تھی۔ قلم جس میوزیم میں تھا فہد نے وہاں بھی رابطہ کیا تھا لیکن وہ اسے بیچنے کو تیار نہیں تھے لیکن انہوں نے فہد کو یقین دہانی کروا دی تھی کہ وہ تقریباً سال بعد قلم کو نیلام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

لیکن ایک سال کا انتظار فہد کے لیے محال تھا بالآخر اس نے قلم حاصل کرنے کے لیے دوسرا طریقہ اپنانے کا فیصلہ کر لیا۔

فہد تم نے مجھے ریسورنٹ میں کیوں بلایا ہے شہ زر نے کرسی گھسیٹتے ہوئے کہا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تو چلے تو تیرے سنگ میری پاکیزہ دعائیں رہیں
تیری راہوں میں، محبت کے خسیں پھول بچیں
تیری پیشانی پہ خوشیاں، روشنی بن کے چمکیں
میری دعا ہے کہ خوشیاں مسکرائیں
یہ سلسلے چاہتوں کے یونہی تیرے سنگ رہیں

نائلہ عندلیب بٹ - آزادکشمیر

ٹیلی وژن پر چلنے والی ڈاکومنٹری تم نے یقیناً دیکھی ہوگی فہد نے پوچھا۔ شہ زر نے اثبات میں سر ہلایا دراصل میں وہ قلم حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔لیکن میوزیم والے اسے بیچنا نہیں چاہتے ہیں کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو میرے لیے قلم کو چرا سکے میں اسے من چاہی قیمت دینے کو تیار ہوں فہد نے کہا۔

میرے دوست انسان قیمت سے انجان رہے تو ہی اچھا ہے شاید تمہیں قلم سے جڑی بھیانک بات نہیں معلوم اس قلم کو استعمال کرنے والا کوئی بھی شخص زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہا۔

میں نے تمہیں یہاں لیکچر دینے کے لیے نہیں بلایا ہے مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ میری مدد کرو گے یا نہیں فہد نے پوچھا۔

میں کسی بھی غلط کام میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا شہ زر نے کہا۔

فہد کے چہرے پر غصہ کے آثار ابھرے جس کی وجہ سے وہ پل بھر بھی ریسٹورنٹ میں نہیں ٹھہرا اور فہد نے قلم حاصل کرنے کے لیے ایک مشہور چور سے رابطہ کیا اور اسے من چاہی قیمت کی پیش کش کی چور نے قلم میوزیم سے چرانے کا وعدہ کرلیا۔ اور پھر جلد ہی اس نے وہ قلم چرانے کے بعد اس کی قیمت وصول کرنے کے بعد قلم فہد کے حوالے کر دیا۔

خوبصورت سنہری قلم فہد کے ہاتھوں میں تھا اس کی خوشی قابل دید تھی اس نے ڈائری نکالی اور قلم سے لکھا کہ

کل کیا خاص واقعہ وقوعہ پذیر ہونے والا ہے اسے ایسے محسوس ہوا کہ کسی نے برفیلے ہاتھ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیئے ہوں پھر اس کے ہاتھ حرکت میں آئے اور لکھنا شروع ہو گئے۔ کہ کل تمہارے گھر چوری ہونے والی ہے۔

اگلے ہی دن اس نے تمام گھر کی سکیورٹی سخت کر دی جگہ جگہ گارڈ کھڑے کر دئے پرائیویٹ سکیورٹی ایجنسیوں سے بھی رابطہ کیا رات کو اگرچہ چور گھر میں داخل تو ضرور ہوئے لیکن جھاڑیوں میں چھپے ہوئے گارڈز نے تینوں چوروں پر کمال پھرتی سے فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں وہ دونوں چور زخمی ہو گئے جبکہ تیسرا فرار ہو گیا۔ زخمی چور بعد میں پولیس کی حراست میں دے دئے گئے سنہری قلم کی پشین گوئی کی بدولت اس کا گھر محفوظ رہا جو فہد کے لیے بڑے فخر کی بات تھی۔

فہد اپنے کمرے میں گیا قلم سے لکھنے کی کوشش کی لیکن قلم نے کوئی جواب نہ دیا اس نے قلم کافی جھٹکا لیکن بے سود رہا اگلے دو دن بھی اس نے قلم سے لکھنا چاہا لیکن قلم نے کوئی جواب نہیں دیا بالآخر تیسرے دن سہ پہر کے وقت جب فہد نے لکھا کہ آج کیا ہونے والا ہے تو اسے اپنے ہاتھوں پر ٹھنڈک کا احساس ہوا اور اس کے ہاتھ خود بخود کچھ لکھنا شروع ہو گئے جب اس نے سطر خود پڑھی تو وہ بوکھلا گیا۔

شہ زر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر فہد کے گھر کی طرف جا رہا تھا فہد اس کے ناراض تھا اور وہ اسے منانے کے لیے جا رہا تھا اسے اپنے فون پر فہد کے نمبر پر کال موصول ہوئی وہ بے حد خوش تھا کہ فہد نے ناراضگی ختم کر دی ہے اس نے کال پک کی لیکن اس کے پہلے کہ وہ کچھ کہتا اسے سڑک پر سفید کپڑوں میں ملبوس لڑکی دکھائی دی جو اچانک غائب ہو گئی تھی شہ زر بے حد گھبرا گیا تھا یہی وجہ تھی کہ گاڑی بے قابو ہو کر درخت سے جا ٹکرائی۔

قلم کی لکھی ہوئی پشین گوئی کہ اس کے دوست شہ زر کا ایکسیڈنٹ ہونے والا ہے یہ خبر اسے سکتے میں مبتلا کر گئی تھی اس نے شہ زر کے بغیر کسی کو اپنا دوست نہ بنایا تھا فہد کے والدین اسے مصروفیات کی بنا پر کبھی اتنا وقت نہیں دے سکے تھے والدین سے دوری نے فہد کو شہ زر کے اور بھی قریب کر دیا تھا یکدم وہ سکتے کی کیفیت سے باہر آیا اور اپنے دوست کا نمبر ڈائل کرنے لگا شہ زر نے کال ریسو کی فہد نے اطمینان کا سانس لیا جو وقتی ثابت ہوا فہد اس سے پہلے کچھ بولتا اسے گاڑی کسی چیز کے ساتھ ٹکرانے کی آواز سنائی دی جس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔ گہرے دکھ اور پریشانی نے یکدم اسے گھیرے میں لے لیا اچانک ہونے والے حادثے نے فہد کی ذہنی صلاحیت کو مفلوج کر دیا تھا وہ پورچ کی طرف بھاگا۔ گاڑی نکالی وہ جانتا تو نہیں تھا کہ شہ زر اس وقت کہاں ہوگا۔ لیکن وہ گھر میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اس کی گاڑی سڑکوں پر رواں دواں تھی وہ ارد گرد کا جائزہ لے رہا تھا ایک جگہ اسے لوگوں کا مجمع دکھائی دیا اس نے جب قریب جا کر دیکھا تو وہ شہ زر تھا جو اپنی گاڑی میں زخمی حالت میں موجود تھا مجمع میں کسی آدمی نے اگرچہ ایمبولنس کو بلانے کے لے فون کر دیا تھا لیکن فہد ایمبولینس کا انتظار کر کے اپنے دوست کی جان کو مزید خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا اسے اپنی گاڑی میں ڈالا اور ہسپتال کی طرف روانہ ہو گیا شہ زر کا خون بہت بہہ چکا تھا فہد نے اس کے لیے خون کا بندوبست کیا اور اپنے دوست کے لیے بے پناہ دعائیں مانگیں انہیں دعاؤں کی وجہ سے شہ زر موت کے منہ سے واپس آ گیا تھا دو دن بعد شہ زر کو ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا دو دنوں میں فہد کا بے حد خیال رکھا وہ اس بات پر خوش تھا کہ قلم کی بدولت وہ بروقت اپنے دوست کے پاس پہنچ گیا اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ شہ زر کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کا قلم کے ساتھ تعلق تھا۔

تم کچھ پریشان ہو فہد نے شہ زر سے پوچھا جو بستر پر لیٹا ہوا تھا نہیں کچھ بھی نہیں لیکن فہد محسوس کر رہا تھا کہ وہ بدستور پریشان ہے پہلے تو اس نے ایکسیڈنٹ کو پریشانی کی وجہ سمجھا لیکن بعد میں فہد کو احساس ہوا کہ شہ زر پریشانی کا تعلق کسی اور چیز سے ہے۔

دیکھو میں تمہارا دوست ہوں تم اپنی پریشانی میرے ساتھ بانٹ سکتے ہو فہد نے جب بہت اصرار کیا تو شہ زر نے بتانا شروع کیا کہ ایکسیڈنٹ سے کچھ دیر قبل میں نے ایک سفید لباس میں ملبوس لڑکی دیکھی جو میری نگاہوں کے سامنے غائب ہو گئی فہد نے جب یہ سنا تو اسے بھی تشویش ہوئی لیکن اس نے شہ زر کو دلاسہ دیا کہا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یہ تمہارا وہم ہوگا۔

اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے ماموں نے رشتے کے لیے ہاں کردی شہ زر نے موضوع بدلنے کے لیے فہد سے پوچھا فہد نے ایک لمبی سانس لی

خدا جانے انہوں نے اتنی دیر کیوں لگادی ہے تم جانتے ہو کہ میں مصفرہ کو کتنا پسند کرتا ہوں اب میری دعا ہے کہ وہ جلدی مثبت جواب دیں فہد نے کہا ضرور مثبت جواب دیں گے آخر میرے دوست میں کس چیز کی کمی ہے شہ زر نے کہا تو فہد مسکرا دیا۔

کیا مصفرہ کے گھر والے رشتے کے لیے مان جائیں گے فہد نے قلم سے لکھا اسی کیفیت نے اسے گھیر لیا جو قلم سے لکھتے ہوئے اسے عموماً محسوس ہوتی تھی جب وہ اس کیفیت سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ کاغذ پر ہاں لکھا ہوا تھا یہ پڑھ کر اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اس کی برسوں کی مراد بھر آئی تھی اب اسے یقین ہوگیا تھا کہ وہ ضرور مصفرہ سے شادی کرے گا۔

کتنے ہی دن بیت گئے فہد کی اپنی کزن مصفرہ کے ساتھ منگنی ہوگئی قلم نے کئی پیشین گوئیاں کی جو درست ثابت ہوئیں فہد قلم اور پیشین گوئیوں سے متعلق ہر بات اپنے دوست سے شیئر کرتا تھا شہ زر کے ذہن میں قلم سے متعلق شکوک وشبہات موجود تھے کہیں نہ کہیں اس کے ذہن میں یہ کھٹکا ضرور تھا کہ اس قلم کو استعمال کرنیوالا کیوں ایک سال کے اندر اندر مر جاتا ہے یہ ایک راز تھا جس پر پردہ اٹھنا ابھی باقی تھا اس دن پیر نئے ہفتے کا پہلا دن تھا فہد خوشگوار موڈ میں اٹھا اس نے اندازہ لگایا تھا کہ قلم تین دن بعد لکھتا تھا اور آج چوتھا دن تھا اس نے چہرے پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ قلم اٹھایا اور قلم سے لکھا کہ آج کیا ہونے والا ہے۔ برفیلے ہاتھ اسے اپنے ہاتھوں پر محسوس ہوئے جب اسنے قلم کی تحریر پڑھی تو اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہوئیں کاغذ پر فہد کی موت کی پیشین گوئی کردی تھی جو سیڑھیوں سے گرنے کے بعد ہونے والی تھی غصہ میں آکر اس نے قلم کو پھینکا جو دیوار کے ساتھ ٹکرایا لیکن قلم کو معمولی نقصان پہنچا۔

نہیں ایسا نہیں ہوسکتا میں نہیں مر سکتا نہیں نہیں میں نہیں مر سکتا۔ وہ بڑبڑایا وہ اپنے کمرے میں دبک کر بیٹھ گیا وہ سیڑھیوں کے نزدیک بھی نہیں جانا چاہتا تھا اچانک اسے اپنے موبائل فون پر بیل سنائی دی فہد نے کال رسیو کی جو شہ زر کی تھی موت کا خوف فہد کے وجود پر حاوی ہوچکا تھا جس کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے تھے۔

شہ زر قلم نے مم۔ مم۔ میری موت کی پیشین گوئی کردی ہے۔ فہد کے منہ سے بمشکل یہ الفاظ نکلے۔

یہ تم کیا کہہ رہے ہو فہد شہ زر نے کہا۔

مجھے بچالو میں مرنا نہیں چاہتا پلیز کچھ کرو یہ کہہ کر فہد پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

تمہیں کچھ بھی نہیں ہوگا حوصلہ کرو میں کچھ کرتا ہوں شہ زر نے دلاسہ دیتے ہوئے کہا شہ زر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنے دوست کے لیے کیا کرے اس کی کیسے مدد کرے اچانک اس کے ذہن میں اپنے کلاس فیلو کا خیال آیا اس کے دادا اللہ والے تھے شاید وہ اس قلم کے بارے میں

کچھ بتا سکتیں وہ بنا دیر کئے اپنے دوست کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا جو زیادہ دور نہ تھا شہ زر نے قلم اور اس کی پیشین گوئیوں سے متعلق تمام تر تفصیلات انکے گوش گزار کردیں بزرگ نے تسبیح پر کلام پاک پڑھنا شروع کردیا اور اپنی آنکھیں بند کردیں کچھ دیر بعد انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو کہا کہ۔

تمہارے دوست کی جان خطرے میں ہے قلم دراصل ایک بدروح کی ملکیت ہے بیٹا کچھ سال پہلے کی بات ہے جب ردا اپنے چاچا کے ہاں رہتی تھی اس کے والدین فوت ہوچکے تھے ردا اپنے والد کی وراثت میں حصہ دار تھی اس کے چاچا چاہتے تھے کہ جائیداد انہی کی قبضے میں رہے ردا کے چچا ردا کی شادی اپنے لفنگے بیٹے سے کرنا چاہتے تھے لیکن ردا اپنے کزن سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی اس جرم کی پاداش میں چاچا نے اسے کلہاڑی کے وار سے اس وقت قتل کردیا جب وہ قلم سے ہوم ورک کر رہی تھی ردا کی روح قلم کے ساتھ وابستہ ہوگئی بیٹا یہ وہ قلم ہے جو تمہارے دوست کے پاس ہے اس قلم کے ذریعے اسنے بہت سے قتل کیے ہیں جو انسان بھی اس قلم سے کچھ جاننا چاہتا ہے وہ اس کے بارے میں پیشین گوئی کرتی ہے اور پیشین گوئیوں کو پورا کرنے کے لیے تگ ودو کرتی ہے تمہارے ایکسیڈنٹ میں بھی اس کا ہاتھ ہے اس رات وہی تمہیں سڑک پر دکھائی دی تا کہ تم گھبرا کر گاڑی کا ایکسیڈنٹ کردو اور وہ اس میں کامیاب رہی تمہارے دوست کی جان لینے کے لیے اس نے کوشش کردی ہے بیٹا اپنے دوست کو فون کر کے منع کردو کہ کچھ بھی ہوجائے سیڑھیوں کی طرف مت جائے کیونکہ اس روح نے قلم کے ذریعے جو بھی لکھا ہے وہ اسی طرح تمہارے دوست کو مارے گی اور ہاں جتنا جلدی ہوسکے اس قلم کو نیست ونابود کردیں۔

فہد میری بات غور سے سنو کسی بھی حالت میں سیڑھیوں کی طرف مت جانا اور ہاں قلم اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی رابطہ منقطع ہوگیا شہ زر نے فہد کا نمبر دوبارہ ڈائل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا فہد نے بھی شہ زر کا نمبر بار بار ملایا لیکن وہ بھی اس کوشش میں ناکام ہوگیا۔ فہد نے سوچ لیا تھا کہ وہ کسی بھی حالت میں سیڑھیوں کی طرف نہیں جائے گا وہ اس بارے میں پریشان تھا کہ آخر شہ زر قلم کے بارے میں کیا بات کرنے والا تھا ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ فہد کو محسوس ہوا کسی نے دروازہ کھولا ہے اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو آگے شہ زر کھڑا تھا فہد بھاگ کر شہ زر کے گلے لگ گیا فہد کو شہ زر کے آنے سے بہت حوصلہ مل گیا تھا اور اسے امید کی ایک کرن دکھائی دی۔

فہد تمہاری جان کو اب کوئی خطرہ نہیں ہے کاشف کے دادا نے قلم کے ساتھ وابستہ بدروح کو ختم کردیا ہے اب تم محفوظ ہو فہد کو یہ سن کر اطمینان ہوا مجھے معلوم ہے تم نے ناشتہ بھی نہیں کیا ہے اور کھانا بھی نہیں کھایا چلو آؤ نیچے چل کر کھانا کھاتے ہیں۔

شہ زر نے کہا۔ فہد شہ زر نے ساتھ اپنے کمرے سے نکلا فہد کا کمرہ دوسری منزل پر تھا کھانا کھانے کے لیے اسے سیڑھیوں سے نیچے اترنا تھا شہ زر کے آجانے کے بعد اب اسے سیڑھیوں سے نیچے اترنے میں کسی قسم کا خوف نہیں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہی فہد نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اسے کسی نے دھکا دے دیا اسے ایک سیڑھی کی نوک لگی جس کی وجہ سے اس کے ماتھے سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا اس نے اپنی بند ہوتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا تو اوپر اس کا دوست شہ زر نہیں تھا بلکہ سفید کپڑوں میں ملبوس لڑکی تھی جس نے فہد کو دھکا دیا تھا یہ آخری منظر تھا جو کہ وہ دیکھ پایا تھا۔

شہ زر ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان تھا جب اسے مصطفیٰ اکرم کی کال موصول ہوئی جو اسے پریشانی میں مبتلا کر گئی تھی اس نے بنا تاخیر کال پک کر لی بیٹا فہد سیڑھیوں سے گر کر زخمی ہو گیا ہے ہم اسے ہسپتال لے کر جا رہے ہیں مصطفیٰ اکرم نے شہ زر کو اطلاع دی وہ اپنے دوست کے پاس اڑ کر پہنچ جانا چاہتا تھا لیکن وہ چاہتا تھا کہ فہد کی جان کے لیے بننے والے ہر ایک خطرے کو ختم کر دے لہذا اس نے پہلے فہد کے گھر جانے کا سوچا فہد کے گھر میں داخل ہو کر اس نے سب سے پہلے فہد کے کمرے کا رخ کیا کسی بھی ملازم نے اسے روکنے کی کوشش نہ کی کیونکہ وہ گھر کے ایک فرد کی طرح تھا کمرے میں اس نے ہر طرف قلم کو تلاش کیا لیکن اسے قلم کہیں بھی دکھائی نہیں دیا وہ تمام جگہیں اس نے چھان ماریں جن میں قلم ملنے کے قوی امکانات تھے وقت رفتہ رفتہ بیت رہا تھا آخر مایوس ہو کر فہد کے کمرے میں موجود ڈریسنگ ٹیبل کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا کہ اچانک اسے شیشے میں قلم دکھائی دیا اس نے جب مڑ کر دیکھا تو زمین پر دیوار کے قریب قلم دکھائی دیا اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی اس نے جلدی سے قلم اٹھایا لیکن ایک امتحان ابھی باقی تھا جس کا اسے سامنا کرنا تھا

جونہی اس نے قلم اٹھایا پورا کمرہ لرزنے لگا اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے قلم اس کے ہاتھ سے گرنے والا تھا لیکن اس نے قلم پر اپنی گرفت مضبوط کر لی اسی پر بس نہیں ہوئی بلکہ ایک روح وہاں پر ظاہر ہوئی وہ پہلی ہی نگاہ میں اسے پہچان گیا تھا کہ یہ ردا کی روح ہے کیا چاہتی ہو میرے دوست کی جان کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو شہ زر نے پوچھا۔

ہر چیز کی کوئی نہ کوئی قیمت ہوتی ہے تمہارے دوست نے میرا قلم استعمال کیا ہے اور اس کی قیمت اب وہ اپنی جان سے ادا کرے گا میں نے مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیاں کی ہیں انہیں درست ثابت کرنے کے لیے اتنی محنت کی ہے اس کے بدلے میں مجھے فہد کی جان چاہیے ردا کی روح نے چیختے ہوئے کہا میرے زندہ رہتے ہوئے تم میرے دوست کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی ہو۔ شہ زر نے کہا۔

اے لڑکے میرے رستے کی دیوار مت بننا ورنہ زندہ نہیں رہو گے قلم میرے حوالے کر دو اور یہاں سے چلے جاؤ روح نے کہا۔

تمہیں یہ قلم بالکل نہیں ملے گا جیسے ہی شہ زر نے یہ الفاظ کہے تو روح نے شہ زر کی طرف اشارہ کیا شہ زر ہوا میں بلند ہوا اور دیوار سے جا ٹکرایا اس کے جسم میں درد کی شدید ٹیس اٹھی اور قلم شہ زر کے قریب ہی گر گیا لیکن وہ اپنے درد کی پرواہ کیے بغیر ہی جلدی سے قلم کی طرف لپکا اور قلم کو اس قدر زور سے پٹخا کہ قلم کی نوک قلم سے الگ ہو گئی روح نے ایک چیخ بلند کی شہ زر نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا قریب پڑا ہوا لکڑی کا گلدان اٹھایا اور قلم پر وحشیوں کی طرح وار کرنے لگا جیسے جیسے

اس کے ہاتھوں میں تیزی آتی جا رہی تھی اس طرح روح کے چلانے میں بھی تیزی آتی جا رہی تھی اس نے جب قلم بالکل توڑ دیا تو وہ روح وہاں سے غائب ہوئی قلم کا کچرا شہ زر نے اٹھایا اور باسکٹ میں پھینک دیا۔

فہد ہسپتال کے بستر پر لیٹا ہوا تھا جبکہ شہ زر اس کے قریب ہی بستر پر بیٹھا ہوا تھا فہد نے اپنا رخ موڑتے ہوئے شہ زر سے کہا۔

مین بہت شرمندہ ہوں کہ میری ضد نے نہ صرف میری جان خطرے میں ڈالی بلکہ تمہارے لیے بھی خطرہ کھڑا کر دیا۔

شہ زر اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا فہد کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا فہد مجھے خوشی ہے کہ تم نے اس واقعہ سے سبق حاصل کر لیا لیکن اس روح نے تمہیں نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ ایک اچھا کام بھی کیا کہ تمہاری اور مصفرہ کی منگنی کروا دی فہد اور شہ زر دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

غزل

تیرے بغیر یہ دنیا اداس ہے میری
کہ جیسے جان بھی تیرے ہی پاس ہے میری
ہزار جام لٹا دوں ہزار پیمانے
کسی کے پھول سے ہونٹوں میں پیاس ہے میری
لگا ہے روگ محبت کا مجھ کو صدیوں سے
کسی کا پیار ہی جینے کی آس ہے میری
چلی ہے ایسی زمانے میں نفرتوں کی ہوا
کسی کا پیار، وفا بدحواس ہے میری
میرا جمال ہے پھیلا ہے چار سو عثمان
یہ ایک چیز ہی دنیا میں خاص ہے میری

محمد علی ۔ خانیوال

محبت اک حقیقت ہے یہ افسانہ نہیں ہوتا
کبھی اپنی خوشی سے کوئی دیوانہ نہیں ہوتا
حسیں جلووں کا مرکز ہے جہاں تم سجدہ کرتے ہو
وہاں کعبہ نہیں ہوتا بت خانہ نہیں ہوتا
کرم ہے ان خیالوں کو جو دل بہلائے رکھتے ہیں
بھلا کس کے تصور میں صنم خانہ نہیں ہوتا
جو اہل ظرف ہوتے ہیں بقدر ظرف پیتے ہیں
چھلک جاتا ہے جو وہ ان کا پیمانہ نہیں ہوتا
نظر کا حسن بھی شامل ہو پیمانوں میں اے قادر
جہاں ساقی نہیں ہوتا وہ میخانہ نہیں ہوتا

عبدالقادر ۔ میرپور

غزل

اپنے ماضی کے تصور سے ہراساں ہوں میں
اپنے گزرے ہوئے ایام سے نفرت ہے مجھے
اپنی بیکار تمناؤں سے شرمندہ ہوں میں
اپنی بے سود امیدوں پر ندامت ہے مجھے
میرے ماضی کو اندھیروں میں دبا رہنے دو
میرا ماضی میری ذات کے سوا کچھ بھی نہیں
میری امیدوں کا حاصل میری کاوش کا صلہ
ایک بے نام اذیت کے سوا کچھ بھی نہیں

عارف چوہدری ۔ نارووال

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کالا جادو

---تحریر: نمل سحر---میانوالی

رات کے گیارہ بجے اچانک آنٹی کے چیخنے کی آواز سنائی دی اور آواز اتنے زور سے آئی کہ ہم سب اٹھ گئے جب ہم کمرے میں پہنچے تو آنٹی بری طرح تڑپ رہی تھیں وہ اپنے بستر سے اچھل اچھل کر جاتی تھیں ہم سب بہت ڈر گئے ان کی چیخیں اور بلند ہوتی گئیں ہمارے چاچو نے تمام سورتیں پڑھ کر ان پر دم کیا تو انہیں کچھ فرق پڑا پھر ہمارے چاچو نے ہمارے ماموں کو فون کیا کہا۔

آپ نے کیا دم کیا ہے۔

انہوں نے کہا۔ میں نے دم کیا کیونکہ ان پر کالا جادو کیا گیا تھا۔

پھر ہمارے چاچو نے ہمارے پیروں کو میرا شریف فون کیا انہوں نے آنٹی کو دم کیا پھر ان کا دورہ ٹوٹ گیا۔ پھر اس دن کے بعد تو جیسے یہ سلسلہ شروع ہو گیا پہلے تو صرف رات کو دورے پڑتے تھے پھر تو دن میں بھی پڑنے لگے انکے بچے ان کے پاس جانے سے ڈرتے تھے عینا ان کے پاس تک نہیں جاتی تھی ہم سب بہت روتے تھے آنٹی کو دیکھ کر پھر ہمارے پیر میرا شریف والے انہوں نے کہا کہ انہیں میرا شریف لے آؤ اور وہاں جب آنٹی کو دورے پڑتے تو وہ اتنی بھاری ہو جاتیں کہ ان کا سر بھی ہم نہیں اٹھا وہ ہماری پکڑ میں نہیں آتی تھیں ان کو قابو کرنا مشکل ہو جاتا تھا پھر چاچو آنٹی اور آنٹی کی بھاجی باجی شمائل ان کے ساتھ گئیں وہاں پر بھی انہیں دورے پڑتے رہے وہ تو اچھا تھا کہ گاڑی ہمارے آنٹی کے کزن عدنان بھائی کی تھی انہوں نے بھی آنٹی کو بہت سنبھالا انکی ہر طرح سے مدد کی انہیں کھانا کھلاتے دوائی دیتے تھے ہاں پر پیر جینے دم کیا پانی بھی دم کیا جب آنٹی کو دورہ پڑتا تو ان پر پانی دم کیا ہوا مارتے ہمارے پیروں نے بتایا کہ ہماری آنٹی پر کالا جادو جو کہ الٹا لکھا ہوا ہے وہ بکرے کے دل کے ساتھ اور کسی اور چیز سے کیا ہوا ہے پرانی قبر میں دفن ہے۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

آج پھر سے ہماری آنٹی جی کی طبیعت کچھ خراب سی تھی پتہ نہیں نجانے کتنے دنوں سے وہ خواب میں ڈر رہی تھیں آج رات پھر وہ خواب میں ڈر کر اٹھ بیٹھی تھیں ہماری آنٹی جن کا نام رومانیہ ہے وہ رشتے میں ہماری چاچی ہیں ہم سب انہیں آنٹی کہتے ہیں انکے تین بچے ہیں بڑا بیٹا عدنان جو کہ آٹھویں کلاس میں ہے پھر چھوٹا عقیل جو کہ فائیو کلاس کے بعد حافظ بن رہا ہے اور پھر سب سے چھوٹی عینا جو کہ تھری کلاس میں ہے ہمارا اور ہمارے چاچو کا گھر الگ الگ تھا پر ہمارے ابو کے فوت ہو جانے کے بعد ہم سب اپنے پرانے گھر واپس آ گئے ہیں جہاں پر ہمارے چاچو ان کے بچے اور ہماری دادی جان رہتی تھیں ہم پانچ بہن بھائی ہیں بڑی بہن کنول سحر جس کی شادی ہوئی ہے پھر میں نمل سحر پھر میرے سے چھوٹا بھائی عزیر حیات۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پھر ہماری بہن رمشا سحر اور پھر آخر مین احتشام الحق جو عقیل کے ساتھ فائیو کلاس کے بعد حافظ بن رہا ہے۔ اور رمشا اور عزیرا ابھی پڑھائی کر رہے ہیں آج آنٹی اور چاچو اور ان کے ساتھ ہماری دوسری پھوپھو رینت لوگ ہمارے رشتہ داروں کے گھر گئے ہوئے تھے جو کہ پیروں کے ساتھ ہوتے تھے اور تعویذ دیا کرتے تھے جب آنٹی لوگ وہاں پہنچے تو دوپہر کے بارہ بجے تھے اور گرمیوں کے دن تھے آنٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی پر پھر بھی وہ گئی تھیں انہوں نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ جب ہمارے ماموں جن کے گھر آنٹی لوگ گئے تھے وہ دم وغیرہ کرتے تھے انہوں نے جب آنٹی کو دیکھا تو کہا۔

آپ کی طبیعت خراب ہے ناں۔

آنٹی نے کہا۔۔ جی میں خواب میں ڈر جاتی ہوں۔

انہوں نے کہا۔ میں آپ کو دم کرتا ہوں

انہوں نے آنٹی کو دم کیا پھر وہ سب لوگ شام تک گھر لوٹ آئے تھے پھر رات کے گیارہ بجے اچانک آنٹی کے چیخنے کی آواز سنائی دی اور آواز اتنے زور سے آئی کہ ہم سب اٹھ گئے جب ہم کمرے میں پہنچے تو آنٹی بری طرح تڑپ رہی تھیں وہ اپنے بستر سے اچھل اچھل کر جاتی تھیں ہم سب بہت ڈر گئے ان کی چیخیں اور بلند ہوتی گئیں ہمارے چاچو نے تمام سورتیں پڑھ کر ان پر دم کیا تو انہیں کچھ فرق پڑا پھر ہمارے چاچو نے ہمارے ماموں کو فون کیا کہا۔

آپ نے کیا دم کیا ہے۔

انہوں نے کہا۔ میں نے دم کیا کیونکہ ان پر کالا جادو کیا گیا تھا۔

پھر ہمارے چاچو نے ہمارے پیروں کو میرا شریف فون کیا انہوں نے آنٹی کو دم کیا پھر ان کا دورہ ٹوٹ گیا۔ پھر اس دن کے بعد تو جیسے یہ سلسلہ شروع ہو گیا پہلے تو صرف رات کو دورے پڑتے تھے پھر تو دن میں بھی پڑنے لگے ان کے بچے ان کے پاس جانے سے ڈرتے تھے عینا ان کے پاس تک نہیں جاتی تھی ہم سب بہت روتے تھے آنٹی کو دیکھ کر پھر ہمارے پیر میرا شریف والے انہوں نے کہا۔

انہیں میرا شریف لے آؤ۔

اور پھر آنٹی کو وہاں پر لے جایا گیا۔ وہاں جب آنٹی کو دورے پڑتے تو وہ اتنی بھاری ہو جاتیں کہ ان کا سر بھی ہم نہیں اٹھا وہ ہماری پکڑ میں نہیں آتی تھیں ان کو قابو کرنا مشکل ہو جاتا تھا پھر چاچو آنٹی اور آنٹی کی بھانجی باجی شمائل ان کے ساتھ گئیں وہاں پر بھی انہیں دورے پڑتے رہے وہ تو اچھا تھا کہ گاڑی ہمارے آنٹی کے کزن عدنان بھائی کی تھی انہوں نے بھی آنٹی کو بہت سنبھالا انکی ہر طرح سے مدد کی انہیں کھانا کھلاتے دوائی دیتے تھے ہاں پر پیر جینے دم کیا پانی بھی دم کیا جب آنٹی کو دورہ پڑتا تو ان پر پانی دم کیا ہوا مارتے ہمارے پیروں نے بتایا۔

ہماری آنٹی پر کالا جادو جو کہ الٹا لکھا ہوا ہے وہ بکرے کے دل کے ساتھ اور کسی اور چیز سے کیا ہوا ہے پرانی قبر میں دفن ہے پھر پیر جی نے کہا۔

آپ کو ایک کالا بکرا ذبح کرنا ہو گا۔

پھر چاچو نے بکرا ذبح کیا وہ وہاں دو تین دن رہے پھر واپس آ گئے پھر آنٹی کی طبیعت بھی کچھ بہتر ہونے لگی۔ ایک دن جب آنٹی نماز پڑھ رہی تھیں تو انہیں پھر سے دورہ پڑا پانی جو کہ دم تھا ان

کے اوپر پانی کے چھینٹے مارے تو ان کی حالت ٹھیک ہو گئی۔

پھر جب اگلے دن آنٹی کپڑے استری کر رہی تھی اور ٹی وی پر نعتیں سن رہی تھیں کہ ان کو پھر دورہ پڑا شام کا وقت تھا اور نمازیوں کا ٹائم تھا کیونکہ ہمارے گھر کے بالکل ساتھ مسجد ہے اور ہمارے گھر اور مسجد کی چھت ایک ہی ہے اور چھت پر بھی مسلمان جنات آباد ہیں جو کہ آنٹی والے کمرے یعنی جو کہ ہماری دادی جانکا کمرہ تھا پھر ان کی وفات کے بعد آنٹی لوگ اس میں شفٹ ہو گئے تھے ہماری دادی جان ہمیں بتاتی ہیں کہ صبح کی آزان کے ساتھ ہی جنات انہیں پیروں سے پکڑ کر ہلاتے تھے کہ نماز پڑھ لو آنٹی کا وہ دورہ بہت ہی برا تھا وہ اچھل کر گری اور چارپائیوں کے نیچے گر گئی اور بے ہوش ہو گئیں بار بار کہتی تھیں کہ مین نماز پڑھوں گی اور نعتیں سنوں گی پھر سورتیں پڑھیں دم کیا پانی پلایا تو دورہ ختم ہوا پھر پیر صاحب نے فون پر چاچو کو سوتیں پڑھنے کو دیں اور گھر میں دم کیا پھر اس دن کے بعد اللہ کا شکر ہے کہ آج تک آنٹی کو کچھ نہیں ہوا ہمیں ہماری دادی جان کی کمی بہت ہی شدت سے محسوس ہوتی ہے اور اپنے ابو کی بھی کیونکہ ماں باپ سے بڑھ کر اور کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی مجھے اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

نظم

اے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے
بن تیرے رونا نہ نصیب ہوتا
ہر لمحے خوشی کے قریب ہوتا
اچھا تھا، پیار میں غریب ہوتا
ارے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے
پہلی نظر میں دل توڑا تو نے
ایک ہی پل میں مجھے چھوڑا تو نے
تو نے، میرے دل کو، توڑا تو نے
ارے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے
بستر بستر شکن شکن
ٹوٹے میرا بدن بدن
تنہائی میں سنن سنن
ارے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے
دھڑکن سسکے، آہیں بھرے،
اشکوں سے نگاہیں بھر لے
رسوائی سے بانہیں بھرے
ارے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے
چپ چاپ سا ہے دل اب بھی
ہیں چپکے چپکے ہوئے لب بھی
ناراض مجھ سے میرا رب بھی
ارے عشق! ایسا نہ کیا ہوتا تو نے

اسحاق احمد ساقی ۔ سنجر پور

محبت جوگ ٹھہرا ہے، دلوں کا روگ ٹھہرا ہے
وفا کچھ کر نہیں سکتی، دلوں کو شاد کرتا ہے
کبھی برباد کرتا ہے، یہ شکوہ کر نہیں کر سکتا
یہ ایک جوگ ٹھہرا ہے، تلخ ہونا بھی چاہوں تو
زباں خاموش رہتی ہے
محبت جوگ ٹھہرا ہے، دلوں کا روگ ٹھہرا ہے

سعدیہ چوہدری ۔ آزاد کشمیر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

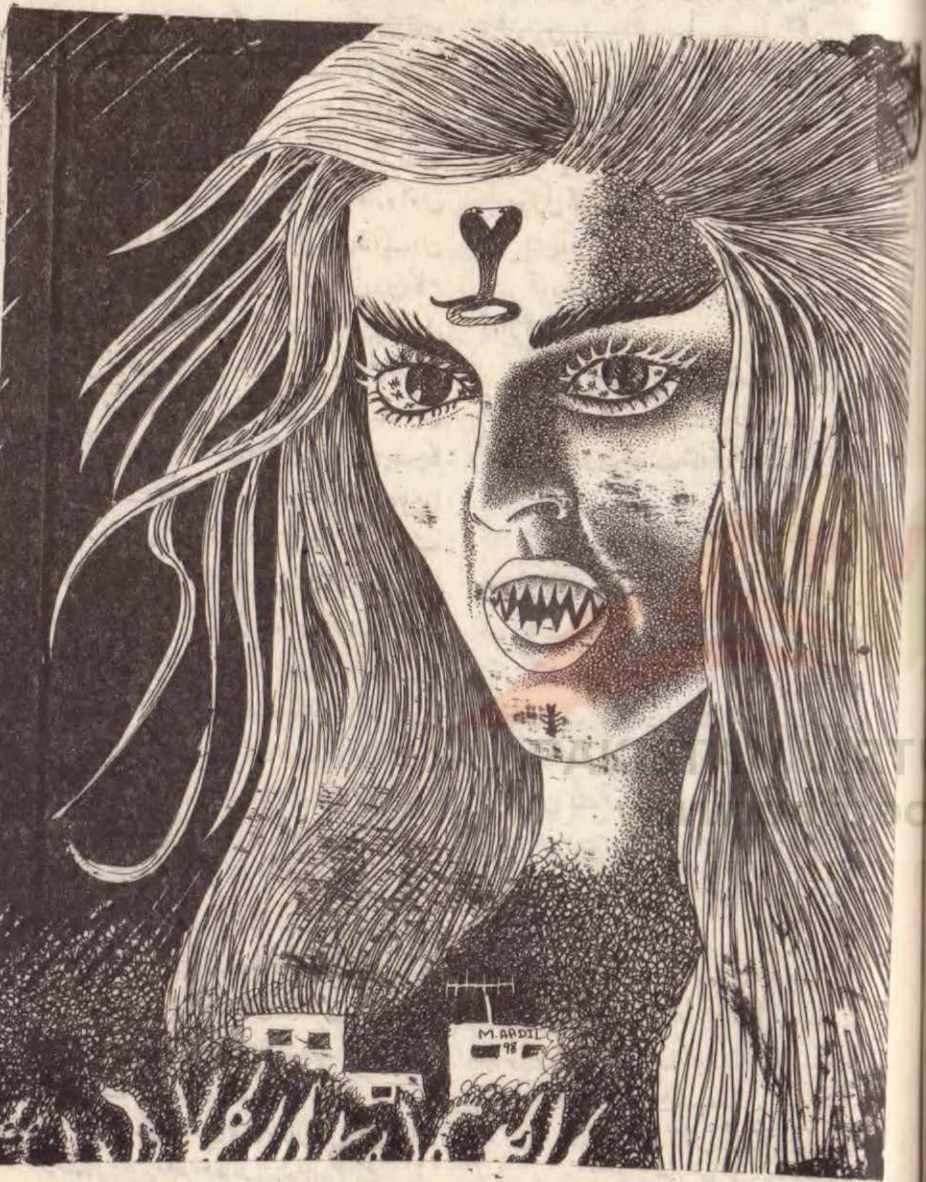

خونی بیوی

---تحریر: مجید احمد جائی ملتان

کہنے لگے معاف کرنا، میں اجتماع میں گیا ہوا تھا۔ آپ کے حالات کی خبر مجھے ہو چکی تھی۔ مگر آ نہ سکا۔ اس ملاقات کے بعد میں اجتماع میں چلا گیا۔ تمھیں اچھے عامل کے پاس جانے کا کہا تھا اور تم نام نہاد عامل کے پاس جا پہنچے۔ اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ تمھیں بھی قید کروایا اور خود بھی سزا پا بیٹھا۔۔ اب اس کا علاج مجھے کرنا ہی ہوگا۔ اسے خبر ہو چکی ہے کہ میں تمھارے پاس آیا ہوا ہوں۔ میں تمھیں ایک نسخہ دے رہا ہوں اگر تمھیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو اسے ختم کر دینا۔ اپنے اردگرد دائرہ لگا لو اور اس کے حصار سے باہر نہیں نکلنا جب تک چلہ مکمل نہ ہو جائے۔ تمھیں قرآن مجید پڑھنا تو آتا ہے۔ یہ نسخہ لو اور جتنا کہا جائے اتنا پڑھنا ہے۔ کم نہ زیادہ۔ انشا اللہ رہائی ملے گی۔ بھلا ہو اس نیک جن کا جس نے میری مدد کی۔ اس نے مجھے وہاں سے آزاد کرایا اور میں گھر پہنچا گیا۔ میری رہائی اور ٹھیک ٹھاک گھر پہنچنے میں نیک جن کا کمال ہی تو ہے۔ وہ ملتے تو میں کب کا مرکھپ گیا ہوتا۔ میرے ساتھ میرے گھر والوں کا نجانے کیا حال ہوتا۔ میں بیوی کے قید خانے سے چھٹکارا پا کر گھر پہنچ چکا تھا اور اپنی زندگی جی رہا تھا اسی طرح کئی دن گزر گئے۔ ایک دن میری بیوی آگ بگولہ، وحشت زدہ چہرہ لئے میرے گھر آ گئی۔ وہ مجھے مارنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا کام کرتی۔ میں نے اس نیک بزرگ جن کا بتایا ہوا عمل کرنا شروع کر دیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے، میری بیوی آگ کی لپیٹ میں آ گئی۔ آہستہ آہستہ آگ اسے ختم کرنے لگی اور چند لمحوں میں میرے سامنے آگ نے اسے ختم کر دیا۔ آگ سے پیدا ہوئی تھی آگ میں جل کر راکھ بن گئی۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

آج کے اس دور میں لوگ جنات پر یقین نہیں رکھتے مگر! یہ سچ ہے جہاں انسان بستے ہیں وہی پر جنات کے بسیرے بھی ہوتے ہیں۔ یہ آگ سے پیدا ہوئی خلائی مخلوق کہلاتی ہے۔ جو عام طور پر نظر نہیں آتی۔ ان کے ٹھکانے ویران کھنڈرات، پرانے قبرستان ہوتے ہیں۔ مجھے بھی جنات پر یقین نہیں تھا،

ایک دن میرے ساتھ دوست کے ساتھ عجیب واقعہ ہوا تب سے میں تسلیم کر گیا کہ اشرف المخلوقات کی طرح جنات کی بھی دُنیا آباد ہے۔ انسانوں کی طرح یہ بھی شادیاں کرتے ہیں۔ ان کے بھی خاندان ہوتے ہیں۔ جس طرح اچھے بُرے انسان ہوتے ہیں اُسی طرح یہ بھی اچھے بھی ہوتے ہیں اور انتہائی کمینے بھی۔

سردیوں کے دن تھے۔ ہر بشر مغرب کی نماز پڑھتے ہی اپنے اپنے لحافوں میں گھس جاتے تھے۔ جمال اس وقت ڈیوٹی پہ جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ رات کی ڈیوٹی تھی۔ گھر سے تقریباً بیس

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کلومیٹر کا سفر تھا۔نہر کنارے ،ویران ،سنسان راستہ،دن ڈیہاڑے بھی جہاں سے گزرتے ہوئے خوف آتا تھا۔راستے میں ایک پرانا قبرستان پڑتا تھا۔جب جمال ڈیوٹی پر جاتا،دور دور سے گیڈروں کے چیخنے کی آوازیں ماحول میں ارتعاش پھیلا رہی ہوتی تھیں۔کہیں کہیں آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ایک دن حسب معمول جمال ڈیوٹی پہ گیا۔اس دن کام تھوڑا تھا جو جلد ہی ختم ہو گیا۔جمال کو گھر جانے کی سوجھی کیونکہ آفس میں سونے کے لئے کوئی انتظام نہیں تھا۔جمال بائیک لئے آفس سے نکل پڑا۔گھپ اندھیرا،رات کو اپنی چادر میں لپیٹ چکا تھا۔اوپر سے قہر کی سردی۔ہاتھ تو کیا پورے کا پورا جسم سردی سے سن ہو رہا تھا۔موٹر سائیکل پر ویسے بھی ہوا لگتی ہے۔جمال سردی سے ٹھر ٹھر کانپ رہا تھا۔ابھی آدھا سفر باقی تھا نہر کنارے گھپ اندھیرا تھا تھوڑا دور پرانا قبرستان آتا تھا جمال کا خوف سے بُرا حال تھا۔اب پچھتا رہا تھا کاش! آفس سے نہ نکلتا۔سہمے سہمے اپنے خیالوں میں گم محو سفر تھا کہ اچانک شور برپا ہوا۔جیسے کوئی ہنگامہ ہو۔کسی کی ''جنج'' آ رہی ہو۔مگر اس وقت ،گھپ اندھیرے میں جبکہ اردگرد کوئی بشر نظر نہیں آتا تھا۔جمال کے خوف سے پسینے چھوٹ رہے تھے۔سخت سردی میں بھی پسینے سے شرابور تھا۔اچانک بائیک کے آگے کوئی چیز نمودار ہوئی۔جمال نے بائیک روکی ہی تھی۔پھر اسے ہوش ہی نہ رہا۔

ایک دن جمال نے مجھے یوں بتایا کہ جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو عالیشان محل میں پایا۔خوشبوؤں سے معطر معطر ایسا عالیشان محل میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ابھی چاروں طرف کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ دروازہ کھلا۔ایک قوی ہیکل لڑکی اندر داخل ہوئی۔ڈورانی شکل،لمبے لمبے ناخن،ہاتھوں پہ بال ہی بال تھے۔کم از کم انسان تو ایسے نہیں ہوتے۔میں سوچ ہی رہا تھا۔میں کہاں آگیا ہوں۔؟میرے چہرے کے تاثر دیکھ کر وہ لڑکی مجھ سے مخاطب ہوئی۔

ابن آدم کیسے ہو۔؟

آ،،،آ،،آپ کون بمشکل میرے حلق سے آواز نکلی۔

گھبراؤ نہیں۔میں تمھیں کچھ نہیں کہوں گی۔ تم ہی تو میری جان ہو۔تم مجھے بہت پسند ہو۔میں تم پہ قربان ہوں۔مجھ سے شادی کرو گے۔

تم ہو کون۔؟میں نے پوچھا۔

میں جنات سے ہوں۔میں نے تمھیں اُس رات دیکھا جب میں اپنے رشتے دار کی شادی میں بارات کے ہمراہ جا رہی تھی۔مجھ سے رہا نہ گیا۔میں تمھیں اُس دُنیا سے اپنے محل میں لے آئی۔ تم جہاں سے کہیں نہیں جا سکتے؟مجھ سے شادی کرو گے تو تمھاری ہر خواہش پوری کروں گی۔

لیکن مجھے تو آپ سے شادی نہیں کرنی،تم جنات میں سے ہو اور میں ابن آدم۔میری اپنی دنیا ہے۔میری اپنی قوم ہے،میں آپ سے شادی نہیں کر سکتا۔ہر گز نہیں۔

آپ کو مجھ سے شادی کرنی ہی ہوگی۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟تمھارا وجود آگ سے بنا ہے۔میں ابن آدم ہوں میرا وجود مٹی سے بنا ہے۔ہمارا ملاپ کیسے ہو سکتا ہے۔؟

کیوں نہیں ہو سکتا۔؟بس مجھے تم سے شادی کرنی ہے۔میری ہی مرضی چلے گی۔میری برادری،رشتے دار میری ہی بات مانتے ہیں۔مجھے اس

نے ایک خوبصورت کمرے میں قید کر رکھا تھا۔اس کی مرضی کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔کئی دن یونہی گزر گئے۔میں ہار گیا۔اس کے علاوہ میرے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔مجبوراً مجھے شادی کرنی پڑی۔

وہ بہت خوش تھی۔اس خوشی کے موقع پر شاندار جشن کا انعقاد کیا گیا۔رات کے گہرے ہوتے ہی اس کی برادری جمع ہو گئی۔انسانوں کی طرح ڈھول باجے والے آئے۔گیت گائے گئے۔ڈانس ہوئی،رنگے رنگ کے کھانے تیار کیے گئے۔خوب ہلہ گلہ تھا۔آج تو مجھے کوئی بھی بد صورت نہیں لگ رہی تھی۔حسین سے حسین لڑکیاں شریک تھیں۔ایسا لگتا تھا سارا حسن یہاں اُمڈ آیا ہے۔رات کے آخری وقت میں جشن ختم ہوا تو بھی اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔وہ رات آخر گزر گئی۔

نئے سفر کا آغاز ہو چکا تھا۔نئی زندگی کی شروعات ہو چکی تھی۔میری بیوی حد سے زیادہ مجھ سے پیار کرتی تھی۔مجھے اپنے ساتھ لیے مختلف علاقوں کی سیر کرواتی،جس چیز کی طلب ہوتی فورا حاضر کر دیتی۔سب کچھ پا کر بھی میں خوش نہیں تھا۔میں اپنی دُنیا میں جانا چاہتا تھا۔مجھے امی جان بہت یاد آ رہی تھی۔ایسا لگتا تھا جسے صدیاں گزر گئی ہوں۔دل ہر چیز پا کر بھی خوش نہیں تھا۔نجانے کیا چیز تھی جو اکسا رہی تھی۔یہاں مجھے کوئی پریشانی نہیں تھی۔پھر بھی میں نجات چاہتا تھا وہ بھی اپنی بیوی سے،اپنی شریک حیات سے،جو تن من سے اپنا مان چکی تھی۔

وقت کا پنچھی محو پرواز رہا۔دن سالوں پر محیط ہوتے گئے۔میرے اس سے دو بچے بھی ہو گئے۔بالکل ماں کی طرح شکل وصورت،بیٹا دو سال کا اور بیٹی ایک سال کی تھی جب میری بیوی مجھے اپنے کسی عزیز کی شادی پر لے گئی۔وہاں پر میری ملاقات ایک بزرگ جن سے ہوئی۔جو بہت نیک تھا۔اس بزرگ نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

آپ ابن آدم سے ہو ناں۔

میں نے سر جھکا کر ہاں میں جواب دیا۔

علیک سلیک ہونے پر میں نے اپنی تمام کہانی اس کے گوش گوار کی۔میں واپس اپنی دُنیا میں جانا چاہتا تھا۔

بابا جی میں سب کچھ پا کر بھی خوش نہیں ہوں۔آپ ہی مجھے نیک لگتے ہیں۔کیا مجھے میری بیوی سے نجات دلا سکتے ہیں۔

کوئی نہیں بیٹا،کام مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں ہے۔اس نے مجھے چھوٹا سا رومال دیا اور کہا جب بھی مجھ سے ملنے کی طلب ہوں۔اس رومال کو سونگھ لینا میں حاضر ہو جاؤں گا،یہ جادو والا رومال ہے۔اپنی بیوی کو خبر نہ ہونے دینا،ورنہ قیامت برپا کر دے گی۔

یوں میری اس نیک جن سے دوستی ہو گئی۔

میں جب بھی اداس ہوتا ،رومال کو سونگھ لیتا۔رومال کا سونگھنا ہوتا تھا کہ نیک جن حاضر ہو جاتا۔پھر ہم ڈھیروں باتیں کرتے۔نیک جن اللہ تعالی کی عبادت میں مصروف رہتا تھا۔کئی دفعہ مجھے اپنے ساتھ بھی لے گیا۔پل بھر میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں پہنچ جاتے تھے۔نیک جن نے کئی حج کر لئے تھے۔مجھے اولیائے اللہ کی محفلوں میں لے جاتا۔میں اس کی صحبت میں رہ کر خوش تھا۔اداسی ختم ہو گئی تھی۔

پھر ایک دن نیک جن نے مجھے کہاں جمال

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تیار رہنا آج آپ کو اپنی دنیا میں چھوڑ آنا ہے۔ پہلے تو ہم چند گھنٹوں کے لئے ملتے تھے۔ پھر میں اپنے بیوی بچوں میں آجاتا تھا۔ اس طرح میری بیوی کو کوئی شکایت نہیں تھی۔

میں حسب وعدہ تیار تھا۔ نیک جن نے مجھے واپس اپنی دُنیا میں پہنچا دیا۔ وہی رات کا منظر تھا۔ میری بائیک نہر کنارے کھڑی تھی میں حیران تھا کہ اس کا انجن ابھی تک گرم تھا۔ میں بائیک لئے کام پر چلا گیا۔

سب کچھ نارمل تھا۔ جیسے کچھ ہوا نہیں ہے۔ میرے ساتھ کیا ہوا، کیا نہیں ہوا۔ مجھے ہی پتہ تھا۔ میرے علاوہ کسی کو کچھ بھی خبر نہیں تھی۔۔ میری بیوی کو خبر ہوئی تو انتقام پر اُتر آئی۔ مجھے اذیت دینے پر تل گئی۔ کبھی بائیک کو نقصان پہنچا دیتی، کبھی میرے گھر میں توڑ پھوڑ کر دیتی۔ مجھے بار بار دھمکی دے رہی تھی۔

میرے پاس چلے آؤ اسی میں تمھاری بھلائی ہے ورنہ میں تمھیں ختم کر دوں گی۔

میری بیوی وحشی ہو گئی تھی۔ روز نئے حربوں سے مجھے تنگ کرتی تھی۔ کبھی میری بائیک کا نقصان کر دیتی۔ کبھی آفس میں بوس سے ڈانٹ کھلانے میں اس کا ہاتھ ہوتا۔ میں ٹھیک ٹھاک کام کر رہا ہوتا اچانک کام خراب ہو جاتا۔ میرے آفیسر میری تمام اسٹاف کے سامنے بے عزتی کرتے۔ یہ تمام میری بیوی کر رہی تھی۔ میں اس کے روز روز کے نقصان سے تنگ تھا۔

میری کھوپڑی نے کام کیا۔ مجھے نیک جن نے جو رومال دیا تھا، وہ گھر اپنی الماری میں رکھ دیا تھا۔ اس کی یاد آتے ہی میں الماری کی طرف بھاگا۔ الماری کھولی تو رومال غائب تھا۔ مجھے تشویش ہوئی، رومال کہاں جا سکتا ہے۔ میں حیران و پریشان وہی زمین پر بیٹھ گیا۔ بیٹھے بیٹھے مجھے اونگھ آ گئی۔ نیند میں نیک جن سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے میرے کندھے تھپکائے اور تسلی دی۔

جمال میں تمھیں رومال دیا تھا، مگر تم اس کی حفاظت نہیں کر سکے۔ وہ رومال تمھاری بیوی نے اٹھا لیا ہے۔ اسے ساری خبر ہو چکی ہے کہ میں تمھاری مدد کر رہا ہوں۔

ایک دن اس کے میری ساتھ خوب لڑائی بھی ہوئی ہے۔ وہ چیختی، چلاتی چلی گئی تھی۔ اس کے ارادے ٹھیک نہیں ہیں۔ وہ کسی بھی لمحے کچھ بھی کر سکتی ہے۔ تم جتنی جلدی ہو سکے کسی عامل کے پاس جا کر تعویذ لو۔ بیوی کو قابو کرنے کا چلہ کاٹو۔ ورنہ تمھارے ساتھ، تمھارے گھر والوں کو بھی ختم کر دے گی۔ وہ بڑی ظالم ہے۔ اسے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔

نیک جن کافی دیر میرے پاس بیٹھا رہا پھر مجھ سے اجازت لی اور اپنی دنیا کو لوٹ گیا۔ اب مجھے عامل ڈھونڈنا تھا۔ میں اپنی ساری کہانی امی جان کو سنا دی۔ میرے بارے میں امی! جان کر حیران و ششدر رہ گئی۔ پھر ہم نے بہت سے عاملوں سے رابطہ کیا۔۔۔ آخر کار ہم شہر کے مشہور عامل کے پاس پہنچ ہی گئے۔

عامل نے چند سوالات کئے اور منتر پڑھنے لگا۔ ہم اس کے سامنے بیٹھے سارا منظر دیکھتے رہے۔ عامل نے اپنے تمام منتر پڑھ ڈالے مگر وہ قابو میں نہ آئی۔ میری بیوی وحشی درندے کی طرح آگ بگولہ ہو گئی۔ میری بیوی کو قابو کرنا اس عامل کا کام نہیں تھا۔ ہوا کیا۔ الٹا عامل صاحب ہاتھ جوڑ کر بھاگ گئے۔ میری بیوی نے عامل صاحب کی ٹانگیں توڑ دی۔ اس کی شکل ڈورانی ہو گئی تھی۔ کبھی تو خوبصورتی کا مجسمہ نظر آتی تھی مگر اب چڑیل کے روپ میں سامنے تھی۔ شاید یہی اس کا اصلی چہرہ تھا۔ اس نے بڑے بڑے ناخنوں والے ہاتھ آگے بڑھائے اور دوسرے لمحے میں اس کی گرفت میں تھا۔ اس کے بازوؤں پر لمبے لمبے بال تھے جیسے میں ریچھ کے حصار میں ہوں۔ پھر کیا، مجھے وہاں سے اٹھا لے گئی۔ میں التجائیں کرتا رہ گیا، مگر اس نے ایک نہیں سنی۔

میں نے تمھیں روکا تھا کہ ایسا کچھ نہ کرنا جس سے مجھے نقصان پہنچے، مگر تم نے میری ایک نہیں مانی۔ اب دیکھتے جاؤ میں تمھارے ساتھ کیا کیا کرتی ہوں۔ تمھارے ساتھ ساتھ تمھارے خاندان کو بھی ختم کر دوں گی۔

اس نے مجھے قید خانے میں قید کر کے رکھ دیا۔ میں قیدی پرندے کی طرح پھڑ پھڑاتا رہ گیا۔ عجیب کشمکش تھی۔ کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ کیا کروں، کدھر جاؤں۔ رہائی کی کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ سوچوں کی یلغار تھی اور میں تھا۔

کئی دن یونہی گزر گئے۔ دل ہی دل میں اس نیک بزرگ جن کو یاد کر رہا تھا۔ کہتے ہیں ناں کچھ لمحے قبولیت کے ہوتے ہیں۔ ابھی میں اس بزرگ جن کو یاد کر ہی رہا تھا کہ وہ حاضر ہو گئے۔ سلام و دعا کے بعد حال احوال ہوئے۔

کہنے لگے معاف کرنا، میں اجتماع میں گیا ہوا تھا۔ آپ کے حالات کی خبر مجھے ہو چکی تھی۔ مگر آ نہ سکا۔ اس ملاقات کے بعد میں اجتماع میں چلا گیا۔ تمھیں اچھے عامل کے پاس جانے کا کہا تھا اور تم نام نہاد عامل کے پاس جا پہنچے۔ اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ تمھیں بھی قید کروایا اور خود بھی سزا پا بیٹھا۔۔ اب اس کا علاج مجھے کرنا ہی ہوگا۔ اسے خبر ہو چکی ہے کہ میں تمھارے پاس آیا ہوا ہوں۔ میں تمھیں ایک نسخہ دے رہا ہوں اگر تمھیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو اسے ختم کر دینا۔ اپنے اردگرد دائرہ لگا لو اور اس کے حصار سے باہر نہیں نکلنا جب تک چلہ مکمل نہ ہو جائے۔ تمھیں قرآن مجید پڑھنا تو آتا ہے۔ یہ نسخہ لو اور جتنا کہا جائے اتنا پڑھنا ہے۔ کم نہ زیادہ۔ انشاءاللہ رہائی ملے گی۔

بھلا ہو اس نیک جن کا جس نے میری مدد کی۔ اس نے مجھے وہاں سے آزاد کرایا اور میں گھر پہنچا گیا۔ میری رہائی اور ٹھیک ٹھاک گھر پہنچنے میں نیک جن کا کمال ہی تو ہے۔ وہ ملتے تو میں کب کا مر کھپ گیا ہوتا۔ میرے ساتھ میرے گھر والوں کا نجانے کیا حال ہوتا۔ میں بیوی کے قید خانے سے چھٹکارا پا کر گھر پہنچ چکا تھا اور اپنی زندگی جی رہا تھا اسی طرح کئی دن گزر گئے۔

ایک دن میری بیوی آگ بگولہ، وحشت زدہ چہرہ لئے میرے گھر آ گئی۔ وہ مجھے مارنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا کام کرتی۔ میں نے اس نیک بزرگ جن کا بتایا ہوا عمل کرنا شروع کر دیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے، میری بیوی آگ کی لپیٹ میں آ گئی۔ آہستہ آہستہ آگ اسے ختم کرنے لگی اور چند لمحوں میں میرے سامنے آگ نے اسے ختم کر دیا۔ آگ سے پیدا ہوئی تھی آگ میں جل کر راکھ بن گئی۔

جانتے ہو وہ نسخہ کیا تھا۔ نہیں ناں۔ چلو آج میں تمھیں بھی وہ نسخہ دے دیتا ہوں۔ کیونکہ کر بھلا ہو بھلا'' اس نیک بزرگ جن نے سورۃ العمران

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کی آیت دی۔ہاں مجھے آیت الکرسی کا نسخہ دیا تھا۔میں نے آیت الکرسی پڑھ کر ہی اپنی بیوی پر پھونک ماری تھی، جس سے وہ جل کر ختم ہوگئی۔ اس دن سے آج تک میں نے آیت الکرسی پڑھنا نہیں چھوڑی۔ گھر میں ہوں، یا کسی سواری پر سوار ہو رہا ہوں آیت الکرسی ضرور پڑھ لیتا ہوں ۔سونے سے پہلے آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیتا ہوں، اور اپنے گھر کو بھی آیت الکرسی کے حصار میں رکھتا ہوں ۔یوں رب کی ذات مجھے جنات سے محفوظ رکھتی ہے۔میں آج تک اس نیک بزرگ جن کو دعائیں دیتا ہوں جس نے مجھے رہائی دلائی تھی۔

واقعی انسانوں کی طرح جنات میں بھی اچھے اور بُرے دونوں ہوتے ہیں۔بُرے جن انسان اور اس کی اولاد کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں اور نیک جن ان کو ختم کرنے کے طریقے بتاتے ہیں۔ آپ کو یقین نہ آئے تو آیت الکرسی پڑھنا معمور بنالیں۔پھر دیکھنا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا نزول ہوگا اور رب تعالی کی حفظ و امان میں بھی رہیں گے۔(انشااللہ)

مجید احمد جائی ظہور سوئٹ اڈہ بلی والا، مین
بہاول پور روڈ ملتان

غزل

سر شام ہی میں نے ایک خواب دیکھا
اجڑے باغ میں کھلتا ایک گلاب دیکھا
کانٹوں بھرے اس گلاب کی روح کو
اسے آج پہلی دفعہ بے نقاب دیکھا
تھے کانٹے بھی آبدیدہ اس پھول کے درد پر
...یوں کانٹوں کی دنیا میں انقلاب دیکھا
میں منتظر تھا کہ اس کی مہک مجھ تک پہنچے
اس کی بے بسی پر اپنا جواب دیکھا
پھر بیٹھ گیا اس اجڑے باغ کی دلیز پر
عمران آنسوؤں سے ہوتا اسے سیراب دیکھا.

امیر گل خان۔ ڈیرہ غازی خان

پیار کے قابل

وہ میرے پیار کے قابل ہی نہ تھا
کیوں انتظار کیا وہ وفا کے قابل ہی نہ تھا
انجانے میں اسے وفا کا دیوتا سمجھ بیٹھے ہم
وہ انسان کہلانے کے قابل ہی نہ تھا
اس کی رفاقت کیلئے کیا کچھ نہیں کیا ہم نے
وہ تھا اک دھوکہ اعتبار کے قابل ہی نہ تھا
قدم قدم پر اس نے اتنے جھوٹ بولے
وہ تھا اک جھوٹ سمجھنے کے قابل ہی نہ تھا
میری محبت کو پامال کیا اس نے عمران
وہ میرے دل میں رہنے کے قابل ہی نہ تھا

امیر گل خان۔ ڈی جی خان

غزل

تیرے ہونٹوں کی خاموشی مجھے اچھی نہیں لگتی
تیری معصوم آنکھوں میں نمی اچھی نہیں لگتی

یوں مدہوشی میں مجھ سے پوچھتے ہو معنی الفت کے
یہ سادگی تیری ہمیں اچھی نہیں لگتی
سجا کر آنکھ میں کاجل نہ دیکھیں آئینے کو یوں
ہمیں یہ بے حجابی بھی صنم اچھی نہیں لگتی
میری جان میرا سپنا بن کر آنکھوں میں اتر جانا
یہ دور اور مجبوری ہمیں اچھی نہیں لگتی

ساجد رفیق ساجد۔ چک نمبر 75ر ب

سرائے لہو

تحریر .معاویہ عنبر وٹو .0345.8393210

ایک دم سے اسے احساس ہوا کہ اس پائپ میں خون بھرا ہوا ہے اور یہ خون اسی ٹونٹی کے ذریعے نیچے آیا تھا لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ کہ اسی کو استعمال کیا جائے چنانچہ اسنے اس پائپ پر زور آزمائی کی پہلے اسے اوپر کی جانب موڑا اور اس کے بعد وہ ٹوٹ کر کاشف کے ہاتھ میں آ گیا لیکن اب اس سے خون نیچے نہیں گرا تھا وہ پائپ کو چادر کی رسی میں باندھنے لگا اور اس کے بعد اس نے اس ٹکڑے کو بڑی مہارت کے ساتھ روشندان میں پھینکا اور ایک لمحے کے لیے اسے خوشی کا احساس ہوا کہ پائپ روشندان میں جا پھنسا تھا پہلے اس نے اس کی مضبوطی کا اندازہ لگایا اور اسکے بعد ہی رسی کے سہارے اوپر چڑھنے لگا۔اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے بہت سی آنکھیں اس کا جائزہ لے رہی ہوں اور وہ سرگوشیاں سی کر رہی ہوں۔اسکے کانوں میں سرگوشیاں کی آواز آ رہی تھی لیکن وہ ہر آواز سے بے نیاز ہو کر اپنی یہ منزل طے کر رہا تھا اور آخر کار اسکے ہاتھ روشندان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے روشندان کے قریب پہنچ کر اس نے جائزہ لیا وہ اس کا بدن اس سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں۔اور یہ دیکھ کر ایک بار پھر خوشی کا احساس ہوا کہ روشندان کی چوڑائی اتنی تھی کہ وہ اس سے باہر نکل سکتا تھا اس کے علاوہ ایک چیز جو اسے نظر آ رہی تھی وہ ذرا ہمت بندھانے والی تھی روشندان کے عین سامنے کوئی دو تین فٹ کے فاصلہ پر ایک درخت کی شاخ گزرتی نظر آ رہی تھی اگر روشندان سے باہر نکل کر وہ اس شاخ کو پکڑ لے تو درخت کے ذریعے نیچے اتر سکتا ہے۔ابھی وہ اسی سوچ میں تھا کہ دروازے پر پھر آہٹ محسوس ہوئی اور اس بار دروازہ کھل گیا تھا۔اس نے پیچھے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے اسے ایک خوفناک چیخ سنائی دی کاشف بری طرح لرز کر رہ گیا ابھی تک اس کے پاؤں چادر کی ایک گرہ میں پھنسے ہوئے تھے اور وہ اسی پر وزن ڈال کر اپنے جسم کو سنبھالے ہوئے تھا لیکن اس نے ان دونوں شیطانوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا اور اس کے بعد وہ روشندان کے نیچے پہنچ کر چادر کو پکڑ کر زور زور سے ہلانے لگے دبلا پتلا مرد اور خونخوار عورت چادر کی اسی رسی کو زور زور سے جھٹکے دے رہے تھے تا کہ رسی اس کے پیروں سے نکل جائے اور نیچے گر پڑے لیکن کاشف بھی اس وقت زندگی اور موت کی بازی لگائے ہوئے تھا جونہی اس کے ہاتھ روشندان کے کنارے پر ٹکے اس نے پورے زور سے روشندان میں لٹکنے کی کوشش کی اور اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے روشندان کے اوپری حصہ پر جم گئے۔پھر وہ اپنے بدن کو اوپر اٹھانے لگا۔بڑا مشکل کام تھا اس نے نجانے کتنی دقتوں کے بعد اپنے بدن کو آدھا روشندان سے نکالا اور اس شاخ کو پکڑ لیا۔ایک سنسنی خیز سٹوری جو صدیوں آپ کو یاد رہے گی۔

اب معلوم نہیں ایک دم کیا ہوا کہ جیپ ہچکیاں لیتے لیتے ریت کے ٹیلے کی اوٹ میں کھڑی ہوگئی شاید گرم ہوگئی ہے۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کاشف کے ماتھے پر پسینہ اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔

یار ایسی کھٹار اجی پر اس سنج بیابان رات میں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی محسن فقیر کا غصہ عروج پر تھا۔

یہ کوئی انسانیت ہے کالی اندھیری رات چاند کا نام ونشان نہیں ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہیں دیتا اس خوفناک سفر پر آنے کا شوق تھا تو پھر سواری کوئی اچھی ڈھونڈ لینی تھی اف میرے خدایا مجھے تو اس جگہ پر جن بھوتوں کا بسیرا لگتا ہے کیا خبر کل کا سورج دیکھنا ہماری قسمت میں ہے بھی یا نہیں۔

محسن فقیر کیا تم یہ باتیں کرنے سے باز نہیں آسکتے۔کاشف نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا۔

دیکھو ہم دونوں دوست ہیں اس کے علاوہ ہم پر کچھ فرائض کی ادائیگی بھی لازم ہے اگر وہ مسافر پیاسا مر گیا تو کیا ہمارا ضمیر ہمیں ملامت نہیں کرے گا کیا یہ ہمارے فرائض میں شامل نہیں کہ ایسی اطلاع ملنے پر اس بدقسمت کی جان بچانے کی کوشش کریں کیا ہمیں تنخواہ یہی ڈیوٹی سر انجام دینے کی نہیں ملتی۔

ہونہہ تنخواہ۔اندھیرے کے باوجود محسن فقیر کا لہجہ تصویر بن گیا۔

جی ہاں بالکل ملتی ہے تنخواہ اتنی کہ ہم جسم وجان کا رشتہ بڑی مشکل سے جوڑے ہوئے ہیں اور جسے تم فرض کہتے ہو کیا تمہاری یہ فرض سے محبت تمہاری جان بچا سکے گی تمہیں خبر ہے یہ کون سی جگہ پر آن کھڑے ہیں۔وہ سامنے بھوگ ناتھ ٹیلہ ہے ۔کاشف کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

شاید نہیں یقیناً۔ یہی سامنے بھوگ ناتھ وہ ٹیلہ ہے بھوگ ناتھ آج سے صدیوں پہلے اسی ٹیلے پر چلہ کاٹتے کسی سانپ کے کاٹنے سے مر گیا تھا اب اس کی روح اپنی موت کا انتقام یہاں سے گزرنے والوں سے لیتی ہے کوئی مسافر اندھیری رات کو یہاں سے زندہ واپس جاتا ہوا کسی نے نہیں سنا پیدل ہو تو اس کی ٹانگیں مفلوج ہو جاتی ہیں سواری کے لیے جانور ہو تو اس کی ٹانگیں بھی مردہ اگر کوئی جیپ یا ٹریکٹر ہو تو ان کا انجن دوسری سانس ہی نہیں لیتا اور یوں بھوگ ناتھ اپنے شکار کا لہو پی کر اپنی پیاس بجھاتا ہے خوف کے مارے محسن فقیر کی زبان ساتھ چھوڑنے لگی تھی۔

نہیں محسن فقیر یہ محض تمہارا وہم ہے کیا تم بھی ایسی داستانوں پر یقین کرتے ہو جن کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا۔

سر پیر اب اپنے سلامت رہے تو۔ یقین بھی کر لیں گے لیکن اس سچ کو جاننے والا کبھی زندہ بچا ہے کوئی۔ کک کوئی تو بتاؤ محسن فقیر کے خشک حلق میں الفاظ اٹکنے لگے تھے

کچھ بھی نہیں دوست۔کاشف نے اپنے سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بمشکل گویا ہوا

اپنے سامنے ایک مقصد ہے ہم نے اپنے جیسے ایک انسان کی جان بچانی ہے جسے صحرا کی یہ پیاس نگل لینا چاہتی ہے ہو سکتا ہے کہ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے اس کے انتظار میں ہوں کہ ان کا باپ کھلونے لیے چلا آتا ہے یا اس کی نئی نویلی دلہن اس امید پر ابھی تک جاگ رہی ہو کہ اس کے سر کا سائیں اس کے بخت کا راکھا ابھی پہنچا سو پہنچا۔ پر بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایسی اکلوتی بہن کا بھائی ہو جو اس آس میں بیٹھی ہو کہ اس کا ماں باپ کا جایا ابھی آ کر اس کی ڈولی رخصت کرے گا۔یا پھر بوڑھے ماں باپ۔۔۔۔

میں اور کچھ نہیں سن سکتا کاشف خدا کے لیے چپ ہو جاؤ۔محسن فقیر پورے بدن کا زور لگائے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

چیختا تھا۔

یار میں بھی ایک انسان ہوں میرے بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں بیوی ہے بہن ہے اور بوڑھے والدین۔

حوصلہ دکھاؤ تم تو یوں ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہو جیسے موت سے مکالمہ کر چکے ہو کچھ بھی تو نہیں ہوا ہم کل کا سورج طلوع ہوتا دیکھیں گے اور اسی مسافر دو ستلے ساتھ دیکھیں گے کہ جو اس وقت ہماری امداد کا منتظر ہے اور دیکھنا ہم بھوگ ناتھ ٹیلے کا سارا طلسم توڑ کر رکھ دیں گے ہم زندگی کا پیغام ہیں ہم زندگی کی علامت ہیں۔

تم۔تم کاشف بے وقوف ہو احمق ہو وہ دیکھو وہ دیکھو بھوگ ناتھ آ رہا ہے۔ کاشف وہ ہمیں مار ڈالے گا وہ ہمارے لہو سے اپنی صدیوں کی پیاس بجھائے گا بھاگ چلو۔ محسن فقیر کی چیخیں بڑے بڑے ٹیلوں سے ٹکرا کر واپس آتی ہوئی محسوس ہونے لگیں جیسے دور دور تلک محسن فقیر کی چیخوں کی آواز باقی نہ رہی ہو جس سمت سے بھی محسن فقیر کی آواز سنائی دیتی گماں یہی ہوتا کہ بھوگ ناتھ کی روح اس کے تعاقب میں ہے کاشف نے محسن فقیر کو بازوؤں سے پکڑ لیا ور پھر سے تسلی دینے کی ناکام کوشش کرنے لگا کچھ دیر کے بعد اس کی چیخیں تو بند ہو گئیں مگر خرخراہٹ روکے نہ رک سکی۔

میرے خدایا میں کیا کروں ۔کاشف نے محسن فقیر کی جانب دیکھتے ہوئے اپنا سر ونڈ سکرین پر ٹکا دیا پھر اچانک کچھ سوچتے ہوئے اس نے محسن فقیر کو زور ورسے جھنجھوڑنا شروع کر دیا۔

محسن ۔محسن تمہیں یاد ہے ناں ہمیں یہی اطلاع ملی تھی کہ وہ مسافر زندہ یا مردہ بھوگ ناتھ ٹیلے سے کچھ ہی دوری پر سوکھے کنڈے کے نیچے پڑا ہے اور اگر یہ سچ ہے تو پھر ہم اس کے قریب ہیں میرے خیال میں پیدل ہیں ڈھونڈ لیں گے اسے اور ہاں یاد آیا تمہارے پاس تو پستول بھی ہے ۔۔۔ ہے ناں۔ محسن کے منہ سے خاموش کے علاوہ کوئی آواز نہ سکی۔ محسن فقیر کو گم سم دیکھ کر کاشف جیپ کا بو کھول کر دیکھنے کے لیے نیچے اترنے لگا۔

نہیں یار۔ محسن فقیر چیخ پڑا۔ نیچے نہ اترنا بھوگ ناتھ اس کی روح یہاں پر کسی اجنبی پاؤں کا نشان نہیں لگنے دیتی۔ کاشف نے سر کو ٹارچ اٹھائی اور جیپ کا دروازہ کھول کر نیچے آیا۔ جبکہ محسن فقیر بدستور چیختا رہا۔ نیچے اتر کاشف نے جیپ کا بونٹ کھولا۔ کھٹاک ۔ایک دھماکے کی طرح چاروں اطراف پھیل گئی کاشف نے سر جھکا کر بیٹری کی تاروں کو ابھی ہاتھ لگایا تھا کہ رات کا سناٹا ایک بار پھر پستول کی آوا وں سے گونج اٹھا محسن فقیر بھاگ ناتھ بھوگ نا چیختا ہوا فائر بھی ساتھ کرتا جا رہا تھا۔ فائر ہوئے مگر یوں لگا کہ چھتیں ہوئے اس سے پہلے محسن فقیر کچھ سمجھ پاتا جیپ کا دروازہ کھو اور پوری رفتار سے سامنے دوڑ پڑا کاشف محسن فقیر کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔

رک جاؤ محسن تم راستہ بھول جاؤ گے محسن رک جاؤ۔ لیکن کچھ معلوم نہیں محسن فقیر میں کہاں سے اتنا تیز دوڑنے کی طاقت آ گئی تھی کہ چند لمحوں کے بعد اس کی چیخیں معدوم ہو کر رہ گئیں کاشف کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔

وہ بالکل اکیلا اس جگہ پر کھڑا تھا کہ جہاں لوگ ڈر کے مارے دن کے وقت بھی قدم رکھنے سے گھبراتے ہیں مگر اب تو وہاں چاروں اطراف اندھیرا تھا مہیب اندھیرا۔ ایک پستول تھا مگر محسن فقیر اسے بھی خالی کر کے خدا جانے کہاں

گیا تھا۔ محسن فقیر میلوں تک آگے نکل گیا تھا۔ نے ایک ایک ٹیلہ چھان مارا کوئی کونہ ایسی نہ تھی کہ جسے کاشف نے آنکھیں کر نہ دیکھا ہو محسن فقیر کا وجود کیا اس کا دکھائی نہ دیا۔ میرے اندازے کے نزدیکی آبادی میلوں دور تک دکھائی نہیں جیب سے گھڑی نکال کر وقت دیکھا چمکتی سوئیوں نے بتایا کہ رات کے پورے دس ہیں میرے چاروں اطراف گھپ اندھیرا ہوا تھا اور ہوا میں خنکی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی بہر حال میں محسن فقیر کو ڈھونڈ لینا چاہتا تھا آخر میں درختوں کے ایسے جھنڈ تک پہنچ گیا اور پھر کر میں میں مسرت کی لہریں بیدار ہونے کہ درختوں کے اس جھنڈ کے پیچھے ایک ٹوٹی عمارت کھڑی ہوئی نظر آئی تھی یہ عمارت بھی دھرم شالاؤں جیسی تھی یہ دھرم شالائیں کہیں ٹوٹی پھوٹی شکل میں اب بھی نظر آ جاتی ہیں اور ان کے بارے میں کاشف کو علم تھا کہ ان میں پانی کے کنویں بھی ہوا کرتے ہیں اور بھولے مسافروں کے لیے دوسری ضرورتوں کا سامان بھی وہ عمارت کے قریب پہنچ آیا تھا دور یہ عمارت چھوٹی نظر آئی تھی لیکن قریب پہنچنے پر چلا کہ یہ دھرم شالا نہیں بلکہ کچھ اور ہے اس کے دروازے پر کچھ لکھا بھی ہوا تھا۔ جسے اس وقت وہ نہیں پڑھ سکا کیوں شدید مشقت اور تھکن نے بینائی پر بھی اثرات چھوڑے تھے اونچے اونچے درختوں کے اس زبردست جھنڈ نے اس عمارت کو اپنے حلقے میں لے رکھا تھا آس پاس سا سناٹا چھایا ہوا تھا کاشف اسے دیکھنے لگا مضبوط دل نوجوان تھا بے شک ڈر انسان کی فطرت کا ایک حصہ ہوتا ہے لیکن کاشف دہری کیفیت کا شکار تھا اس نے اس ٹوٹی پھوٹی عمارت کے بہت سے حصوں کو دیکھا ان میں سے کچھ حصے محفوظ تھے اور کچھ مخدوش کاشف یہ اندازہ لگانے لگا کہ اس عمارت میں کوئی موجود ہے یا نہیں پھر وہ عمارت میں داخل ہو گیا تھا وہ عمارت کے بیرونی حصے سے گزر کر اصل عمارت تک پہنچا جس کا دروازہ اندر سے بند تھا چند لمحات انتظار کرے کے بعد اس نے زور زور سے دروازے پر دستک دی اور انتظار کرنے لگا لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ ویسے بھی اتنے ویران علاقے میں اس عمارت میں کسی کی موجودگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن پتہ نہیں دروازہ اندر سے کس نے بند کیا ہے ہو سکتا ہے پرانی بات ہو دروازہ پہلے سے بند ہو اس میں داخلے کا راستہ اس کے دوسرے ٹوٹے ہوئے حصوں میں سے ہو ایک لمحے تک وہ سوچتا رہا پھر دروازے کے پاس سے واپس پلٹا یہ سوچ کر کہ کسی دوسری جگہ آرام کر لے لیکن ابھی وہ دروازے کے پاس سے واپس ہٹا بھی نہیں تھا کہ دفعتاً اس کے کانوں میں ایک ایسی آواز سنائی دی جیسے اندر کوئی چل رہا ہو۔ پھر دائیں جانب کی اونچی کھڑکی کے پٹ ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ کھلے غالباً کسی نے کھڑکی کھول کر یہ دیکھا کہ دروازہ کون بجا رہا ہے جیسے ہی کاشف نے کھڑکی کی آہٹ پر گردن اٹھائی کھڑکی بند ہو گئی اس کا مطلب ہے کہ اس کا خیال غلط تھا اندر کوئی رہتا ہے اور اسے دیکھنے کے بعد ممکن ہے اب دروازہ کھولنے آ رہا ہو وہ ایک بار پھر دروازے کے سامنے رک گیا اس کا اندازہ بالکل ٹھیک تھا اندر سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی یہ آواز پیروں میں پہنے ہوئے سلیپروں کے فرش پر گھسٹنے کی تھی پھر دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا اور کاشف دو قدم پیچھے ہٹ کر دروازہ کھولنے والے کو دیکھنے لگا آخر کار دروازہ کھلا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور اسے سامنے ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا لیکن اسے دیکھ کر کاشف کے بدن میں خوف کی ایک جھرجھری سی دوڑ گئی اسے یوں لگا جیسے اس کی ریڑھ کی ہڈی پر کسی نے سرد انگلی رکھ دی ہو۔ وہ ایک مردے جیسی شکل کا مالک شخص تھا شانوں سے لے کر پیروں تک ایک چہرے پر اس طرح جھریاں لٹک رہی تھیں جیسے گوشت اوپر سے چپکا دیا ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک اور شخصیت بھی اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی کاشف نے اسے بھی دیکھ لیا تھا یہ ایک انتہائی دراز قامت عورت تھی مرد جتنا بدوضع اور بدصورت تھا عورت اتنی ہی حسین اور دلکش تھی سڈول بدن کی مالک یہ عورت سلک کا ایک لبادہ پہنے ہوئے تھی لیکن اس کا چہرہ اس قدر سفید تھا کہ اتنے سفید چہرے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ البتہ ایک لمحے میں کاشف نے محسوس کر لیا کہ اس سفیدی کے پیچھے خون کی گردش نہیں ہے۔ بس یوں لگتا تھا جیسے سنگ مرمر کا سفید چہرہ اس خوبصورت بدن پر چپکا دیا گیا ہو۔ عورت کے ہونٹ اتنے سرخ تھے کہ لگتا تھا کہ ابھی ان سے خون ٹپک پڑے گا اچانک ہی عورت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی تھی اور یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس کی آنکھوں سے روشنی سی خارج ہو رہی ہو کاشف کی آنکھیں جھک گئیں پھر اس نے کہا۔

کیا آپ لوگ آج شب پناہ دے سکتے ہیں۔

عورت نے اپنا سفید ہاتھ سامنے کھڑے ہوئے مرد کے شانے پر رکھا اور شاید کوئی اشارہ کیا پھر مرد کی آواز ابھری۔

اندر آ جاؤ۔

یہ آواز ایسی لگی جیسے دو ہڈیاں آپس میں ٹکرائی ہوں اور ان سے ایک کھنک سی پیدا ہوئی ہو کاشف کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ سارے حالات غیر معمولی ہیں لیکن بہرحال اب یہاں تک آ ہی گیا ہے تو آگے بھی دیکھنا چاہیے کہ باقی صورتحال کیا ہوتی ہے کاشف ان کے اشارے پر دروازے کی دہلیز پار کر کے اندر پہنچ گیا لیکن وہ بے پناہ محتاط تھا باہر کافی سردی کی جو کیفیت تھی اس نے اسے خاصی حد تک تکلیف کا شکار کر دیا گیا تھا پھر اندر داخل ہو کر مرد ایک طرف مڑ گیا اور عورت نے اسے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

آؤ۔

کاشف اس کے پیچھے چل پڑا مگر دوسرے لمحے ہی اس نے ایک انوکھی بات محسوس کی عورت آگے بڑھ کر ایک زینے کے قریب پہنچی تھی اور سیڑھیاں طے کر رہی تھی لیکن یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس کے پاؤں اٹھ ہی نہ رہے ہوں ذرہ برابر کوئی آہٹ نہیں پیدا ہو رہی تھی جبکہ کاشف کے اپنے قدموں کی آہٹ اچھی خاصی تھی بہرحال زینہ طے کر کے وہ پہلی منزل پر پہنچ گئی اور اس کے بعد اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اسے اندر آنے کا اشارہ کیا کاشف نے ایک نگاہ میں دیکھ لیا کہ کمرے میں ایک مسہری بچھی ہوئی ہے لیکن غیر معمولی قسم کی وہ فرش سے بہت اونچی اور اتنی بڑی تھی کہ اس پر چار پانچ آدمی بیک وقت سو سکتے ہیں۔ وہ کمرے میں داخل ہوا لیکن عورت پیچھے رک گئی تھی اسکے لبوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کی اور ایک دم واپسی کے لیے مڑی کاشف کے منہ سے ایک ہلکی سی آواز نکلی تھی لیکن عورت نے بڑی پھرتی کے ساتھ دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا کاشف دوڑ کر دروازے کی جانب گیا اور اس نے دونوں ہاتھ دروازے پر رکھ دیئے بڑی خوفناک کیفیت محسوس کر رہا تھا وہ حالات

شدید تھکن سے اس کا بدن بری طرح ٹوٹ رہا تھا کپڑے دھول میں اٹ گئے تھے وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا دروازہ باہر سے بند ہو گیا تھا کچھ دیر تک وہ دروازے کے قریب کھڑا رہا۔ پھر مسہری کی جانب بڑھا سب سے پہلے اس نے اپنے جوتے اتارے اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ یہ دونوں یہاں اس ویران مکان میں کیا کر رہے ہیں کاشف کو وہ دونوں اس دنیا کی مخلوق ہی نہیں معلوم ہو رہے تھے پھر کیا یہ بدروحوں کا کوئی چکر ہے ویرانوں میں بنے ہوئے ایسے مکان بدروحوں کا ہی مسکن ہوتے ہیں آہ۔۔۔ تھکن اب زیادہ غالب ہوئی تو وہ بستر پر لیٹ گیا پھر دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش یہاں غسل کرنے کا کوئی بندوبست ہوتا اس نے کمرے میں چاروں اطراف نگاہیں دوڑائیں ایک طرف ایک چھوٹا سا دروازہ بنا ہوا تھا جس میں کواڑ نہیں تھے اینٹیں بے رنگ و روغن تھیں اور ان پر سے جگہ جگہ سے پلستر اکھڑ گیا تھا کافی بلندی پر ایک چھوٹا سا روشندان بنا ہوا تھا جس سے روشنی اندر آ رہی تھی ذرا دیکھوں تو سہی یہ دروازہ کیسا ہے وہ اٹھ کر دروازہ کی جانب چل دیا۔ دروازہ میں اندھیرا تھا پتہ نہیں اندر کیا ہے اسی اندھیرے میں آگے بڑھ کر وہ چند قدم آگے بڑھا تو دفعتاً اس کے ہاتھ کسی اور دروازے سے ٹکرائے اس نے اس پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اور پھر وہ ایک دم خوش ہو گیا کیونکہ دوسری طرف غسل خانہ نظر آ رہا تھا لیکن انتہائی غلیظ نامعلوم کتنے عرصے سے اس کی صفائی نہیں کی گئی تھی کمرے میں مدھم روشنی جو روشندان سے آ رہی تھی وہ اس جگہ کو اتنا ضرور روشن کئے ہوئے تھی کہ آنکھیں اس کا جائزہ لے سکیں۔ وہ کچھ اور آگے بڑھا پھر اس نے ایک طرف لگی ہوئی نل کی ٹونٹی کھولی نہایت مدھم سی روشنی میں اس نے دیکھا کہ پانی کی پتلی دھار نکل کر غسل خانے کے فرش پر گرنے لگی ہے مگر یہ پانی گندا اور سیاہ رنگ کا تھا جس سے زنگ کی بدبو آ رہی تھی پانی کی ٹنکی اور لوہے کے پائپ میں سے خرخر کی آوازیں نکلنے لگیں اور اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ لوہے کی یہ ٹنکی طویل عرصہ سے استعمال نہیں کی گئی غلیظ پانی سے نہانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن پھر اس نے سوچا کہ کم از کم ہاتھ پاؤں تو صاف کر ہی لے جن پر گرد کی تہیں جمی ہوئی تھیں وہ آگے بڑھا اور اس نے اپنے دونوں پاؤں سامنے کر دیئے پانی کی پتلی دھار اس کے پیروں پر گرنے لگی مگر دفعتاً ہی اس کا سانس رک گیا۔

خدا کی پناہ یہ کیا چیز ہے جو اس کے پیروں پر گرنے لگی اس نے غور سے اپنے پیروں کو دیکھا اور پھر اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اور وہ اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا پاؤں ایک دم پھسلا تھا اور وہ اپنے آپ کو بیلنس نہیں کر سکا تھا کمر کے بل نیچے گرا لیکن پھر فوراً ہی تڑپ کر اٹھ گیا اور اس کے بعد وہاں سے دوڑتا ہوا باہر نکل آیا اس کا دل بری طرح دھک دھک کر رہا تھا نل کی ٹونٹی میں سے خون کی دھار نکلی اور اس کے دل پر خون جم گیا تھا اس کو ایک دم یہ احساس ہوا کہ وہ خون پرانا نہیں ہے کیونکہ پیروں پر گرنے کے بعد اس کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا تھا اور اس کے تجربے نے اسے ایک لمحے کے اندر اندر بتا دیا کہ یہ انسانی خون ہے دل و چاہ رہا تھا کہ چیختا ہوا یہاں سے بھاگ جائے یہ مکان واقعی بے حد خوفناک تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

اس اچانک اور لرزہ خیز دریافت نے اس کا ذہن ماؤف کر دیا تھا وہ خوف بھری نگاہوں سے اپنے پیروں کو دیکھ رہا تھا اور اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ ایک ویران سنسان مکان میں اس قسم

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے خوفناک حالات اور اتنے بھیانک اور دہشت ناک مناظر اس کی ذہنی قوتیں سلب ہوتی جا رہی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ اعصاب کو قابو میں رکھنا اس وقت کتنا مشکل ہو رہا ہے اگر ذرا سی کم ہمتی سے کام لے تو بے ہوش ہو کر گر سکتا ہے یہ واقعات ناقابل فراموش تھے اور شاید اسے خود بھی اس پر یقین نہ آتا اگر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے اس کے پیروں پر نہ چپٹے ہوئے ہوتے تو وہ شکر تھا کہ باقی کپڑے ان کی زد میں نہیں آئے تھے بہرحال اپنی انتہائی قوت ارادی سے کام لے کر وہ خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کسی طرح اپنے پیروں پر سے یہ خون صاف کرے کچھ دھبے لباس پر بھی نظر آ رہے تھے وہ مسہری پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے مسہری کے اوپر بچھے ہوئے بستر سے چادر کھینچ لی اور زمین پر بیٹھ کر اپنے پیروں سے خون رگڑ رگڑ کر صاف کرنے لگا۔

عجیب سا خون تھا ذرا سی دیر میں پیروں پر جم کر سخت ہو گیا تھا اور پیروں سے اس کی پپڑیاں اکھڑنے لگی تھیں کوشش کر کے اس نے کافی حد تک پاؤں صاف کر لیے تھے لیکن پھر بھی بہت سے دھبے باقی تھے دل بری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ اس طرح تو وہ قیدی بن کر رہ گیا جبکہ اسے محسن فقیر اور مسافر کو تلاش کرنا تھا ایک بار پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کی طرف چل دیا اسے پتہ تھا کہ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے لیکن کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ ابھی وہ دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اسے باہر سے آہٹیں سنائی دیں کوئی دروازے کے پاس آیا تھا پھر اس طرح کی گئی آوازیں ابھریں جیسے دروازے کو باہر سے کھولا جا رہا ہے کاشف کا سارا خون سمٹ کر کنپٹیوں میں آ گیا تھا اسے ایک لمحے میں اپنے آئندہ لائحہ عمل کا فیصلہ کرنا تھا۔

کاشف کو پوری طرح یقین تھا کہ وہ بڑی مشکل میں پھنس گیا ہے یہ عمارت اسکے لیے موت کا جال بھی بن سکتی ہے آبادیوں سے دور اس ویران مکان میں دو ایسے پراسرار وجود آخر کیا معنی رکھتے تھے لازمی امر تھا کہ وہ بدروحیں ہیں اب ان بدروحوں سے نجات کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا دروازہ تھوڑا سا کھلا اور کاشف تیار ہو گیا کہ جو کوئی بھی اندر داخل ہو اس پر حملہ کر دیا جائے لیکن ایسا لگتا تھا جیسے آنے والا اس کی نیت سے واقف ہو گیا ہو اس پر حملہ کرنے کے خیال آتے ہی وہ کچھ دیر گھبرایا دروازہ جتنا کھلا تھا فوراً ہی بند ہو گیا اور بعد میں شاید اسے باہر سے دوبارہ بند کر دیا گیا۔ کاشف ساکت کھڑا رہا۔ اسنے سوچا کہ ممکن ہے کوئی دوبارہ دروازہ کھولنے کی کوشش کرے لیکن دوبارہ ایسی کوشش نہیں کی گئی کافی دیر تو وہ کان لگائے کھڑا رہا کوئی آواز نہیں آئی کاشف کی نگاہیں ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگیں فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں تھا دفعتاً اسے وہ روشندان نظر آیا۔ چھت کے قریب تھا اس نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا اور اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں روشندان میں سلاخیں وغیرہ نہیں تھیں اگر کسی طرح اس تک پہنچ جایا جائے تو اس بات کے امکانات ہیں کہ اس سے باہر نکلا جا سکے کاشف اس تک پہنچنے کا راستہ تلاش کرنے لگا اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ بازی کر دوں کی طرح روشندان تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ پھر اس کی نگاہ بستر کی چادر کی جانب اٹھی صرف یہی ایک ترکیب تھی اس نے چادر اٹھا لی اور اس کی مضبوطی کا اندازہ کرنے کے بعد اس کے آڑھے ترچھے چوڑے ٹکڑے کرنے لگ پھر ان ٹکڑوں کو آپس میں جوڑ کر اس نے گرہیں لگائیں وہ انہیں رسی کی شکل دے رہا تھا اس کام سے فارغ ہو کر وہ کوئی ایسی چیز تلاش کرنے لگا جس سے روشندان تک جا سکے۔ کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی تو ایک بار پھر وہ غسل خانے کے پاس پہنچا غسل خانے میں قدیم طرز کی ٹوٹنی لگی ہوئی تھی جس میں ایک لمبا پائپ پھنسا ہوا تھا۔ اگر کسی طرح یہ پائپ مل جائے تو یہ ٹوٹنی آکڑے کا کام دے سکتی ہے ویسے بہت سی مہمات سر کی تھیں لیکن بدروحوں سے پہلی بار مقابلہ ہوا تھا اس لیے ذرا سی آہٹ پر بدن میں سرد لہریں دوڑ جاتی تھیں نل کو چھوتے ہوئے بھی ایک دم سے اسے احساس ہوا کہ اس پائپ میں خون بھرا ہوا ہے اور یہ خون اسی ٹوٹنی کے ذریعے نیچے آیا تھا لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ کہ اسی کو استعمال کیا جائے چنانچہ اس نے اس پائپ پر زور آزمائی کی پہلے اسے اوپر کی جانب موڑا اور اس کے بعد وہ ٹوٹ کر کاشف کے ہاتھ میں آ گیا لیکن اب اس سے خون نیچے نہیں گرا تھا وہ پائپ کو چادر کی رسی میں باندھنے لگا اس کے بعد اس نے اس ٹکڑے کو بڑی مہارت کے ساتھ روشندان میں پھینکا اور ایک بار کے لیے اسے خوشی کا احساس ہوا کہ پائپ روشندان میں جا پھنسا تھا پہلے اس نے اس کی مضبوطی کا اندازہ لگایا اور اسکے بعد ہی رسی کے سہارے اوپر چڑھنے لگا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ بہت سی آنکھیں اس کا جائزہ لے رہی ہوں اور وہ سرگوشیاں سی کر رہی ہوں۔ اسکے کانوں میں سرگوشیاں کی آواز آ رہی تھی لیکن وہ ہر آواز سے بے نیاز ہو کر اپنی یہ منزل طے کر رہا تھا اور آخر کار اسکے ہاتھ روشندان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے روشندان کے قریب پہنچ کر اس نے جائزہ لیا وہ اس روشندان اس سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں۔ اور یہ دیکھ کر ایک بار پھر خوشی کا احساس ہوا کہ روشندان کی چوڑائی اتنی تھی کہ وہ اس سے باہر نکل سکتا تھا اس کے علاوہ ایک چیز جو اسے نظر آ رہی تھی وہ ذرا ہمت بندھانے والی تھی روشندان کے عین سامنے کوئی دو تین فٹ کے فاصلہ پر ایک درخت کی شاخ گزرتی نظر آ رہی تھی اگر روشندان سے باہر نکل کر وہ اس شاخ کو پکڑ لے تو درخت کے ذریعے نیچے اتر سکتا ہے۔

ابھی وہ اسی سوچ میں تھا کہ دروازے پر پھر آہٹ محسوس ہوئی اور اس بار دروازہ کھل گیا تھا۔ اس نے پیچھے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے اسے ایک خوفناک چیخ سنائی دی کاشف بری طرح لرز کر رہ گیا ابھی تک اس کے پاؤں چادر کی ایک گرہ میں پھنسے ہوئے تھے اور وہ اسی پر وزن ڈال کر اپنے جسم کو سنبھالے ہوئے تھا لیکن اس نے ان دونوں شیطانوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا اور اس کے بعد وہ روشندان کے نیچے پہنچ کر چادر کو پکڑ کر زور زور سے ہلانے لگے دبلا پتلا مرد اور خونخوار عورت چادر کی اسی رسی کو زور زور سے جھٹکے دے رہے تھے تاکہ رسی اس کے پیروں سے نکل جائے اور نیچے گر پڑے لیکن کاشف بھی اس وقت زندگی اور موت کی بازی لگائے ہوئے تھا جونہی اس کے ہاتھ روشندان کے کنارے پر ٹکے اس نے پورے زور سے روشندان میں لٹکنے کی کوشش کی اور اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے روشندان کے اوپری حصہ پر جم گئے۔ پھر وہ اپنے بدن کو اوپر اٹھانے لگا۔ بڑا مشکل کام تھا اس نے نجانے کتنی دقتوں کے بعد اپنے بدن کو آدھا روشندان سے نکالا اور اس شاخ کو پکڑنے کی کوشش کی جس کے بیچ فاصلہ کا اسے اندازہ نہیں تھا لیکن خوش نصیبی ساتھ دے رہی تھی کہ شاخ اس کے ہاتھ میں آ گئی اور دوسرے ہی لمحے وہ اس شاخ کو پکڑنے لگا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور وہ روشندان کے بقیہ حصہ سے بھی باہر نکل گیا درخت کی یہ شاخ دور چلی گئی تھی کاشف بندر کی طرح اچھل اچھل کر آگے بڑھنے لگا شاخ زیادہ مضبوط نہیں تھی کسی بھی لمحے ٹوٹ سکتی تھی کاشف اس وقت اپنی تمام تر مہارت کو استعمال کر رہا تھا اور یہ بھی اپنی شاخوں کے ذریعے اس احاطے کی دیوار کو پار کر گیا تھا وہ بندروں کی سی پھرتی کے ساتھ دوسری شاخ پر پہنچا اور اس کے بعد اسی رفتار سے آگے بڑھتا ہوا عمارت کی دیوار کو عبور کر کے نیچے کود گیا۔ اسے اپنے پیچھے ہولناک چیخیں سنائی دے رہی تھیں ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ دو نہ فولادی اعصاب کا مالک نہ ہوتا تو نجانے کیا ہوتا نیچے قدم پہنچتے ہی اس نے تیزی سے دوڑ لگا دی۔ یہ اس کی زندگی کا ہولناک ترین واقعہ تھا جب اسے بد روحوں سے مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا دل لگ رہا تھا جیسے پسلیوں سے نکل جائے گا نجانے کتنی دیر تک وہ دوڑتا رہا۔

رات کا اندھیرا صبح کی روشنی میں تحلیل ہونا شروع ہوا کچھ اندھیرا کچھ کچھ حد نگاہ تک ایک وجود کے اندر دوسرا وجود کہیں پھیلتا ہوا کہیں سماتا ہوا اب کہیں اندھیرا زیادہ تھا اور کہیں کہیں اجالا کہ اتنے میں کاشف کو ایک انسانی جسم نظر آیا جو دور ٹیلے پر اوندھا پڑا تھا۔ نزدیک پہنچ کر وہ تیزی سے اس کے پاس پہنچا۔

مٹی مٹی ملبوس وجود آدھا مٹی میں دھنس چکا تھا شاید کچھ دیر تلک تک یہاں کوئی نیا ٹیلہ بن چکا ہوتا کاشف نے مٹی جھاڑ کر اسے مٹی سے باہر کھینچا سیدھا کیا مگر وہ محسن فقیر نہیں کوئی اجنبی مسافر تھا جیسے پیاس نے اس کے سارے جسم کا خون خشک اور ہونٹ لکڑی کر دیئے تھے مگر اس کے وجود کی نبض پھر بھی چل رہی تھی کاشف کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی اس نے اجنبی کو کندھے پر ڈالا اور چل پڑا ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ کاشف کو ایک اور جسم پڑا ہوا نظر آیا اس کا دل اتنے زور سے دھڑک اٹھا کہ جیسے ابھی سینہ توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ وہ تیزی سے پاس پہنچا یہ لاش تھی محسن فقیر کی یوں لگا تھا جیسے دیو نے اس کا سانس پی لیا ہو۔ کاشف کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو محسن فقیر کے چہرے پر آن گرے اور بولا۔

دوست زندگی تو مقصد کا نام ہے جستجو کا نام ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو ہم کیا ہیں مٹی کے بے جان مجسمے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری یہ کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا میں خوفناک کی محفل میں پہلی نیا نیا انٹر ہوا ہوں میری انٹری آپ کو کیسی لگی اپنی رائے ضرور دینا مجھے شدت سے انتظار رہے گا۔

حالت غیر ہوتی ہے

مجھے ہنس کر جو تو دیکھے تو حالت غیر ہوتی
مجھے خوابوں میں جب چھیڑے تو حالت غیر ہوتی
بنا کے زیست کو تاریک تو سب سے
کہیں بھی روشنی پائے تو حالت غیر ہوتی
وہ تھا برسات کا موسم بساط زیست جب
جو بادل اب بھی برسے تو حالت غیر ہوتی
شکار عشق تو کرتے ہیں یہ ساحر مگر
طلسم عشق جب ٹوٹے تو حالت غیر ہوتی
تمہارا ساتھ گر ہوتا تو پی لیتے کبھی
جواب آنکھیں کبھی چھلکیں تو حالت غیر ہوتی
تمہاری یاد نے جاناں میری حالت یہ کر دی
کوئی دشمن بھی گر تڑپے تو حالت غیر ہوتی
تمہارے سنگ جو گزرے وہ لمحے یاد آئے
جو تنہائی میسر ہو تو حالت غیر ہوتی

اجنبی مسیحا

-- تحریر۔ انعم شہزادی۔ گجرات --

اے شیطانی چڑیل بہت ہو گیا تیرا یہ کھیل تماشہ اب اپنی موت کے لیے تیار ہو جاؤ یہ کہتے ہوئے نوجوان نے اپنے ہاتھوں کو اس کی طرف اشارہ کرتے فضا میں حرکت دی ایک شعلہ اس کی طرف لپکا آناً فاناً اس کے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اب اس کے چیخنے چلانے کی بھیانک آواز کانوں کے پردے پھاڑتی رفتہ رفتہ مدھم ہوتی جا رہی تھی۔ چند منٹ بعد وہاں راکھ کا ملبہ تھا ندا خواب دیکھنے کی مانند تھی جو اس نوجوان کے چھونے پر ٹوٹ گیا۔ چلو تمہیں تمہارے گھر پہنچا دیتا ہوں۔ ندا خاموش رہی۔۔ اس نوجوان نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا چند سیکنڈ بعد ہٹایا تو وہ اپنے گھر کے سامنے کھڑی تھی وہ نوجوان غائب ہو چکا تھا وہ دوڑتی ہوئی حواس باختہ گھر میں داخل ہوئی جہاں اسکے بوڑھے بابا جانی اس انتظار میں نظریں گاڑھے ہوئے بیٹھے تھے وہ جاتے ہی ان سے لپٹ گئی پھر تین دن تک اسے کوئی ہوش نہ رہا جب ہوش آیا تو جہاں اسے حرا کی جدائی نے غمگین کیا وہاں اس نوجوان کی جھلک بھی اسے تڑپانے لگی۔

وہ جنوری کی سرد ترین رات تھی مزید اس کے حسن میں بارش نے چار چاند لگا دیئے تھے سر شام ہی ہلکی ہلکی رم جھم کے سبب تمام لوگ نرم گداز بستروں کی اوٹ میں جا چھپے تھے ویسے بھی ہری پور کے باشندے جلد سونے کے عادی تھے لیکن آج بارش اور انتہا کی سردی نے وقت سے پہلے ہی سب کو زینت بستر بنا دیا تھا۔

ایسے میں ایک کھٹارہ سی بس ہری پور سٹاپ پر رکی جس سے ہلکے پھلکے دو سائے اترے سردی اور ٹھنڈ سے لبریز ایک جھونکا ان کے جسم میں سرایت کر گیا یہ ایک طرح سے ان کا شاندار استقبال تھا۔

اف اللہ آج ہم کتنا لیٹ ہو چکے ہیں میں ہاں ندامت اور اوپر سے یہ بارش اب کیا ہو گا۔

وہی ہو گا جو منظور خدا ہو گا۔ میری جان ڈونٹ وری ندا خوش کو شال میں چھپائے ہوئے بولی۔

ہوں۔ ہوتا تو وہی ہے مگر میری تو سردی سے دانت بج رہے ہیں۔

کیا مطلب بستی وہ بھی ظالم سردی سے ذرا کپکپاتے ہوئے بولی۔ وہ بائیں کرنیں اپنے گاؤں کی سڑک پر گامزن ہو گئی۔ وہ ایک پرائیویٹ کمپنی میں کام کرتی تھی ان کی ذمہ داری لائف بوائے پروڈکٹ کی تشہیر تھی وہ بطور سیمپل گھروں میں جاتی تھیں ان کی خوبیوں کو اجاگر کرتی اور نئے گاہک بناتیں تھیں آج باس نے ماہانہ میٹنگ میں تمام ورکر کام کا جائزہ لیا گیا جس میں ان دونوں کو بہتر خدمات کی انجام دہی پر بونس بھی ملا اعزاز کے طور پر ایک چھوٹی سی پارٹی ارینج کی گئی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

باتوں باتوں میں کتنا وقت گزر گیا تھا انہیں پتہ نہیں چلا تھا۔

ندا کے گھر میں بطور سربراہ ایک بوڑھا باپ تھا۔ جو گھریلو فرائض کی انجام دہی سے عادی تھا حرا کی حالت بھی ندا سے مختلف نہ تھی جب مسائل بڑھنے لگے تو وہ کمر کس کر خود میدان میں اتر آئیں ۔خاندان میں لڑکیوں کا کام کرنا معیوب تھا لیکن پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے اس قدم اٹھائے بنا کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔ ندا اور حرا کالج ٹائم سے ایک دوسرے کی دوست تھیں ہر کام ایک ساتھ کیا کرتی تھیں یہ قدم بھی ان دونوں کی اکھٹی سوچ کا نتیجہ تھا۔

آج کی تاخیر پارٹی میں شرکت کا ثمر تھا کہ وہ تین گھنٹے لیٹ ہو چکی تھیں سٹاپ سے ہری پور کا فاصلہ بیس منٹ کا تھا وہ بغیر کسی گھبراہٹ کے آپس میں باتیں کرتی اپنے سفر کو کم کر رہی تھیں۔

اچانک بادل زور سے گرجا اور اس کے ہمدم بجلی بھی اپنا زور دکھاتے ہوئے کڑکی اور ساتھ ہی بارش نے شدت اختیار کر لی انہیں اب کسی پناہ کی سخت ضرورت تھی لمبے درخت بھی سخت ہوا کے دوش پر لرز رہے تھے شائیں شائیں کرتے اپنے پناہ گیری کے ناقص ہونے پر دلالت کر رہے تھے وہ دوڑ پڑیں چند ساعتوں کی مسافت پر درختوں میں چھپی ایک حویلی جو انتہائی خستہ حال اور بوسیدہ تھی وہ جلدی سے بنا کچھ سوچے آگے بڑھیں دروازہ کھلا تھا وہ سہمے انداز میں راہدیوں سے گزرتی ہوئی ایک کشادہ حال میں آٹھہری یہ شاید گیراج تھا وسط میں جلتا آگ کا آلاؤ کسی دوسرے ذی النفس کی موجودگی کی تائید کر رہا تھا ان کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی وہ جیسے قدرے جلدی اس کے قریب ہوئیں آگ کی تپش نے دل و جان اور بدن کو حرارت بخشی تو ان کو سرور ملا گیلے بالوں اور کپڑوں کو سینکتے ہوئے وہ اس کے سامنے بیٹھ گئیں تھوڑی دیر میں کپکپاہٹ ختم ہوئی تو اوسان بحال ہوئے پھر خود کو اس حویلی میں پا کر وہ خوفزدہ ہونے لگیں۔

ندا۔۔ندا چلو یہاں سے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔حرا نے اسے ڈرتے ہوئے مخاطب کیا جو بڑی بے نیازی سے اپنی شال آگ پر خشک کرنے میں مگن تھی۔

ارے کیا ہوا ہے بتاؤ بھی۔

کچھ نہیں بس مجھے کچھ عجیب سا خوف محسوس ہو رہا ہے چلو یہاں سے۔ وہ ندا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی۔

او۔سویٹ گرل کیوں اتنا گھبرا رہی ہو چلتے ہیں ویسے بھی جب ساتھ ہم ہیں تو پھر کیا غم ہے بس ایک منٹ وہ شال کو پلٹے بولی۔

وہ دروازے میں آ کر بارش کی صورتحال دیکھنے لگی تبھی چند ساعتوں کے لیے بجلی گرجی اس کی کڑک نے ادھر ادھر کے تمام ماحول کو روشن کر دیا اچانک حرا کی چیخ گونجی اور وہ گرتی چلی گئی کیا ہوا حرا ایک دم بدلتی کیفیت کے ساتھ بوکھلا گئی اور دوڑتے ہوئے اسے بانہوں میں بھر لیا۔

وہ۔۔وہ۔۔وہاں۔۔۔حرا ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کی زبان لڑکھڑا کر جیسے اس کا ساتھ دینے سے کترا رہی تھی جیسے ناقابل یقین منظر دیکھ چکی ہو۔

ارے یار کیا۔۔وہ۔۔وہ بات کیا ہے کھل کر بتاؤ۔ندا اسے سنبھالتے ہوئے تسلی دینے لگی

جب بجلی کڑکی تھی تو اس کی روشنی میں میں نے ایک عورت کو درخت کے پاس کھڑے دیکھا س کے قدموں میں ایک لڑکی خون میں نہا رہی تھی اس عورت کا چہرہ انتہائی ڈراؤنا تھا۔ وہ بات کرتے کرتے رو پڑی تھی۔

ہیں یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔

پلیز ندا میرا یقین کرو میں سچ کہہ رہی ہوں خوف اس کی آنکھوں سے عیاں تھا۔

وہ آگ کے قریب لائی سخت سردی میں بھی پسینہ اس کی پیشانی سے نمودار ہو رہا تھا۔

پلیز ندا چلو کہتے ہوئے وہ پھر ندا کی بانہوں میں جھول گئی۔

بارش شدت اختیار کر چکی تھی ندا کو اب اپنے گھر کی فکر کھانے لگی کیونکہ آج وہ بہت زیادہ لیٹ ہو چکی تھی پتہ نہیں اسکی غیر موجودگی میں اس کے اعیال پر کیا گزر رہی ہوگی اب بھی خبر نہیں تھی کہ کب یہ بارشی سلسلہ ختم ہو اب اوپر سے حرا کی تشویش ناک حالت اسے پریشان کر رہی تھی بارش اور بجلی کی کڑک بدستور جاری تھی دھیمی ہوا طوفان کا روپ دھار چکی تھی درختوں کی شاہیں شاہیں کی آواز یوں تھی گویا کہ کئی چڑیلیں ایک زبان بین کر رہی ہوں۔

اب اسے بھی تنہائی سے خوف آنے لگا وہ بار بار حرا کو جھنجھوڑنے لگی تھی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہو رہی تھی وہ مکمل طور پر دنیا سے بے خبر مافیا سے بے خبر ہو چکی تھی وہ ادھر ادھر پریشان حال کوئی برتن تلاش کرنے لگی مگر سب کوشش رائیگاں جا رہی تھیں آخر کار وہ باہر کو لپکی تا کہ چلو میں پانی بھر لائے جیسے ہی وہ باہر آ کر پانی لینے کو جھکی بجلی چمکی جو ماحول کو روشن کرتی چلی گئی سامنے خون میں لت پت ایک چڑیل خونخوار نظروں سے ندا کو گھور رہی تھی جسے دیکھتے ہی ندا چیخی چلائی بھاگ کھڑی ہوئی چڑیل بھی اپنی پوری خستہ سامانیوں کے ساتھ اس کے پیچھے ہولی۔

وہ اندھا دھند راہداریوں سے ٹکراتی ہوئی دوڑی جا رہی تھی اب اسے اپنی جان بچانے کے سوا کوئی چیز محبوب نہ تھی وہ حرا کے خیال سے بھی بے نیاز تھی بارش اب مزید کڑک اور گرج کے ساتھ شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔فاصلے کم سے کم تر ہوتے جا رہے تھے جس کی وجہ سے ندا کی چیخوں میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا یا حول میں وحشت اور پر اسراریت بڑھتی جا رہی تھی اب ندا کے لیے فرشتہ اجل لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہا تھا مختصر سی حویلی بھی طوالت اختیار کرتی جا رہی تھی وہ بھاگتے بھاگتے کسی ٹھوس چیز سے ٹکرائی اور پھر اس کی آنکھوں سامنے تارے ناچنے لگے اس کے ساتھ ہی وہ ہوش کی دنیا سے بیگانی ہوتی چلی گئی۔

جب اسکی آنکھ کھلی تو خود کو عجیب وغریب بستر پر پایا جو کہ جھونپڑی نما چھپر میں تھا وہ مبہوت رہ گئی میں میں کہاں ہوں حیران و پریشان نظروں سے چند سیکنڈ چھپ کو گھورنے لگی تبھی اس کے دماغ کی سکرین پر رات کا منظر چلنے لگا حرا کا خیال آتے ہی وہ یکدم اٹھ کھڑی ہوئی کہ درد کی ٹھیسوں نے اس کی چیخ نکال دی وہ بستر پر گرتی چلی گئی جلدی سے ایک نہایت ہی حسین جمیل چمکتا کشادہ چہرہ گالوں پر سجی ہوئی ہلکی سی مسکراہٹ تیکھے نین و نقش۔ پھر وہ بدن نما نوجوان اندر داخل ہوا۔

او محترمہ لیٹے رہئے وہ اس پر جھکتے ہوئے بولا

کک۔کون۔کون ہو تم اور میں کہاں ہوں وہ بوکھلا کر بولی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

فی الحال تمہیں کچھ آرام کی ضرورت ہے پھر بتاؤں گا تم کہاں ہو۔

نہیں نہیں مجھے اسی وقت بتاؤ میں یہاں کیسے پہنچی ہوں اور وہ چڑیل۔حرا۔حرا کہاں ہے۔ وہ کانپتی ہوئی زبان سے بول رہی تھی۔

کون چڑیل کون حرا نوجوان چونکتے ہوئے بولا مجھے تم ایک پرانی حویلی میں بے ہوش ملی تھی کیا بات ہے مجھے سچ سچ بتاؤ۔

ندا نے حویلی میں پیش آنے والا تمام واقعہ اس کے گوش گزار دیا جسے وہ غور سے سنتا رہا جونہی اس کی داستان الم ختم ہوئی تو نوجوان کی نظریں ندا کے مجسمے کا طواف کرنے لگی جب ندا ان نگاہوں کی تاب نہ لا سکی تو نظریں جھکا لیں تھیں۔

وہ اس اللہ کے نام پر مشتمل لاکٹ نے تمہاری جان بچائی۔۔وہ لاکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا جو کہ اس کے سینے کے درمیان لٹک رہا تھا تبھی ندا کو اپنی دادی ماں کی آواز سنائی دی۔بیٹی یہ رب پاک کے نام کا لاکٹ ہے یہ تمہاری ہر مصیبت میں جن پریوں چڑیلوں سے حفاظت میں کار آمد ہوگا۔جبکہ ندا اس وقت جدید دور میں اکثر لوگوں کی طرح بھوت پریت پر یقین نہ رکھتی تھی تبھی اسے پہننے سے انکار کر رہی تھی لیکن اس وقت اس کی دادی ماں نے اسے زبردستی پہنایا تھا آج وہی اس کی جان کا محافظ بن گیا تھا۔

او۔تھینکس گارڈ۔مگر میری دوست حرا کا کیا بنا اسے اچانک سے حرا کا خیال آیا۔

اس کے بارے میں میں کچھ کہہ نہیں سکتا بس ہمیں جلد سے وہاں چلنا چاہئے خدا کی مرضی ہوئی تو حرا کی طرف سے مایوسی نہیں ہوگی۔

مگر اب تو دن ہو چکا ہے میرے گھر والے بھی بہت پریشان ہونگے۔۔

ہاہاہاہا اس نے قہقہہ لگایا تو یوں معلوم ہوا کہ اسکے دانت موتیوں کی طرح چمک پیدا کر رہے ہوں جتنا وہ خود حسین وجمیل تھا اس سے کہیں زیادہ نین ونقش پیارے تھے ندا اسے دیکھتے سب کچھ بھول بیٹھی تھی۔

ہیلو۔۔اس نوجوان نے ندا کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ شرماتے ہوئے نظریں چرا گئی۔یہ میری سلطنت ہے یہاں دن ہے مگر تمہاری دنیا میں اس وقت رات کے بارہ بجے ہونگے۔

وٹ۔یہ تمہاری سلطنت ہے وہ ہماری دنیا۔کیا مطلب۔یہ تم کیا بول رہے ہو۔ندا یکدم ابھری گویا کہ کسی نے ابلا ہوا پانی ڈال دیا ہو۔

چھوڑیں میڈم یہ باتیں تمہاری سمجھ سے بالا تر ہیں ہمیں جلدی سے اس جگہ پہنچنا ہوگا جہاں سے تم مجھے ملی تھی اپنی آنکھیں بند کر دیں۔

ندا نے حکم کی تعمیل کی اور اپنی آنکھیں بند کر لیں ہوا کا نرم نازک جھونکا اس کے بدن سے ٹکرایا اور وہ خود کو ہواؤں میں دوش پر اڑتا خیال کرانے لگی تو قف پانچ منٹ بعد اس کو پلکیں کھولنے کا حکم دیا گیا۔ندا نے جونہی آنکھیں کھولیں تو خود کو حویلی کے گیٹ کے سامنے پایا بارش تھم چکی تھی اب وہاں گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔

کیا ہم اڑ کر آئے ہیں وہ سوالیہ نظروں سے نوجوان کو تکنے لگی کیونکہ چند ساعتوں پہلے کا منظر اور تھا اور اب اور کون ہو تم ہم یقیناً اڑ کر ہی آئے ہیں لیکن یہ سب ایک انسان کے بس کی بات ہیں تم کسی اور مخلوق سے تعلق رکھتے ہو۔

آپ کے سب سوالوں کے جواب میں آپ کو تفصیلی دوں گا فی الحال اپنی دوست حرا کو ڈھونڈو

کیونکہ وہ زیادہ اہم ہے۔

پھر وہ جلدی سے کمرے کی طرف دوڑی دروازہ اب بھی کھلا پڑا تھا جوں ہی اس نے اندر قدم رکھا تو وہ دھپ سے نیچے گر پڑی کیونکہ سامنے کا منظر ہی دل دہلا دینے والا تھا وہ اس نوجوان کی بانہوں میں جھول گئی تھی چڑیل اس کی دوست کے جسم کو چیر چکی تھی اس کے لمبے ناخن سے بہتا ہوا خون اس بات کا ثبوت تھا اب چڑیل کے ہاتھوں میں حرا کا جگر تھا جسے وہ چبانے میں مگن تھی یہ منظر ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا ندا ہوش میں ہوتے ہوئے بھی مدہوش ہو گئی تھی سب کچھ سامنے ہوتا دیکھ رہی تھی مگر بت بن چکی تھی ہلنے جلنے کی بالکل سکت نہ تھی تبھی وہ چڑیل اس کی طرف متوجہ ہوئی اور آگے بڑھنے لگی تو وہ نوجوان مالک الموت بن کر ان کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس نے نظر خاص اس پر ڈالی پھر بولی۔

اے جن زادے میرے راستے سے ہٹ جا یہ میری شکار ہے۔

نہیں شیطانی چڑیل تم نے ایک بے گناہ کا خون کیا ہے اسی پاداش میں مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔۔۔

او۔۔ہو تم مجھ سے مقابلہ چاہتے ہو۔

یہ تو ایک آگ کا شعلہ اس کی طرف اچھلا نوجوان نے ہاتھ بلند کیا تو وہ شعلہ فضا میں بکھر گیا۔چڑیل اپنے وار کو ناکام ہوتے دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئی اور پے درپے وار کرنے لگی جبکہ وہ نوجوان با آسانی اس کے واروں کو ناکام کیے جا رہا تھا۔۔

اے شیطانی چڑیل بہت ہو گیا تیرا یہ کھیل تماشہ اب اپنی موت کے لیے تیار ہو جاؤ یہ کہتے ہوئے نوجوان نے اپنے ہاتھوں کو اس کی طرف اشارہ کرتے فضا میں حرکت دی ایک شعلہ اس کی طرف لپکا آنا فانا اس کے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اب اس کے چیخنے چلانے کی بھیانک آواز کانوں کے پردے پھاڑتی رفتہ رفتہ مدھم ہوتی جا رہی تھی۔چند منٹ بعد وہاں راکھ کا ملبہ تھا ندا خواب دیکھنے کی مانند تھی جو اس نوجوان کے چھونے پر ٹوٹ گیا۔

چلو تمہیں تمہارے گھر پہنچا دیتا ہوں۔

ندا خاموش رہی۔۔اس نوجوان نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا چند سیکنڈ بعد ہٹایا تو وہ اپنے گھر کے سامنے کھڑی تھی وہ نوجوان غائب ہو چکا تھا وہ دوڑتی ہوئی حواس باختہ گھر میں داخل ہوئی جہاں اسکے بوڑھے بابا جانی اس انتظار میں نظریں گاڑھے ہوئے بیٹھے تھے وہ جاتے ہی ان سے لپٹ گئی پھر تین دن تک اسے کوئی ہوش نہ رہا جب ہوش آیا تو جہاں اسے حرا کی جدائی نے غمگین کیا وہاں اس نوجوان کی جھلک بھی اسے تڑپانے لگی۔

وہ آج بھی اپنی دوست کو بھولی نہیں ہے اس کو وہ رات کا واقعہ آج بھی اچھی طرح سے یاد ہے جس رات میں اس نے اپنی پیاری سی سہیلی کو کسی چڑیل کے ہاتھوں مرے ہوئے دیکھا تھا اس کے ہاتھوں اس کے جسم سے بہنے والے خون کو دیکھا تھا اور اس کے جسم کے اڈھرے ہوئے گوشت کو دیکھا تھا وہ یہ سب کیسے بھول سکتی تھی

قارئین کیسی لگی میری کہانی اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا۔بالخصوص میرا پیارا گروپ یعنی شاہین گروپ۔محمد ندیم میوانی۔ابو ہریرہ بلوچ۔مصباح کریم میوانی۔ایمان فاطمہ۔نادر شاہ ضرور اپنی قیمتی رائے دیں خدا حافظ۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

انتقام

--تحریر- محمد ابو ہریرہ بلوچ- بہاولنگر-

پیر اختر علی شاہ نے تمام لوگوں کو ایک حصار کے اندر آنے کا حکم دیا اور ایک حصار تمام لوگوں کے گرد قائم کر دیا اور سختی سے تاکید کی کہ کوئی بھی اپنے حصار سے باہر نہ نکلے وہ مخصوص انداز سے کچھ پڑھنے لگے تھوڑی دیر بعد ہوائیں چلنے لگیں جو آہستہ آہستہ طوفان کی شکل اختیار کرنے لگیں تیز سے تیز ہوتی ہوئی ہوا سے سسکیوں کی آوازیں آنے لگیں جس کو سن کر سب دائیں بائیں دیکھنے لگے مگر پیر اختر علی شاہ مسلسل کچھ پڑھنے میں مشغول تھے تھوڑی ہی دیر بعد سخت تیز ہوا چلی اور سب کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں جب وہ دیکھنے کے قابل ہوئے تو ان کے سامنے سرخ کپڑوں میں ملبوس ایک لڑکی کھڑی تھی جسے دیکھتے ہی ابوزر چلا اٹھا۔حمیرا تم کہاں چلی گئی تھی تم پیر اختر علی شاہ گویا ہوئے اے لڑکی بتا تیرا کیا بگاڑہ ہے ٹھاکر دلاور نے جو تو نے اس کے خاندان کو برباد کر دیا ہے مگر وہ خاموش رہی پیر صاحب نے پھر نرمی سے پوچھا مگر وہ جیسے سننے بولنے سے عاری تھی بت بنی کھڑی رہی یہ بات پیر صاحب کو جوش دلانے لگی کہ انہوں نے کچھ پڑھ کر اس کی طرف پھونکا تو وہ درد سے چلا اٹھی بتاتی ہوں پھر اس نے داستاں سنادی۔

دھیمی آواز کے میوزک سے محفوظ ہوتے ہوئے عثمان اپنی گاڑی میں بیٹھا گھر کی جانب رواں دواں تھا اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا موسم غبار آلود تھا بادل کی ہلکی کڑک اور بجلی کی چمک کے فاصلے کو سمیٹ رہی تھی وہ گاؤں کی بھاون شاہ کا باسی تھا اور اس وقت اپنے دوست کی شادی انجوائے کر رہا تھا اب ہلکی ہلکی رم جھم شروع ہو چکی تھی اس نے یہ صورت حال دیکھ کر گاڑی کو مزید تیز کیا تاکہ وہ تیز بارش سے پہلے ہی گھر پہنچ جائیں مگر اچانک اسے اپنے پاؤں کو زحمت دنیا پڑی جس کی وجہ سے سڑک کے متوسط میں کھڑا ایک سایہ تھا اس نے ہارن بجایا مگر وہ سایہ بہرہ ہونے کے مثل ٹس سے مس نہ ہوا وہ مسلسل ہارن بجانے لگا کیونکہ ہلکی رم جھم اسے قدم باہر نکالنے سے روکے ہوئے تھے مگر کب تک بالآخر اسے اتر پڑا اور اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔تب اس نے اپنا رخ انور اس کی طرف پھیرا تو اسے ایسے دیکھ کر وہی پتھر کا مجسمہ بن گیا۔جیسے اس کے حسن کے جادو نے اس کی روح تک سلب کر لی ہو اور وہ کہ اس حسینہ دلربا نے اپنا نرم و نازک ہاتھ جو دودھ کی مانند سفید تھا اس کے سامنے لہرایا جس ہاتھ کا لہرانا تھا کہ اس پر سے جادو کا اثر اترنے لگا وہ خیالوں کی دنیا سے واپس آیا۔

او۔ہیلو۔۔کیا۔۔۔ہے۔اس حسینہ نے عثمان کو غصہ سے چلا کر کہا۔ساتھ ہی اپنے کانوں سے ہیڈ فون نکالا۔عثمان صورت حال سمجھ گیا تھا۔وہ اصل بات گول کر گیا اور اپنے آپ کو شریف ظاہر کرتے ہوئے گویا ہوا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

آپ اتنی رات گئے اکیلی جا رہی تھیں۔ تبھی میں نے گاڑی روکی کیونکہ میں بھی اس طرف جا رہا تھا شاید آپ راٹھی کھیرا جانا چاہتی ہیں لڑکی نے ادائے قاتلانہ ایک نظر اس کے مجسمہ پر ڈالی اور بولی۔

شاید آپ بھاون شاہ جا رہے ہیں۔

جی جی۔ میں بھاون شاہ جا رہا ہوں ساتھ ہی گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھنے کی پیش کش کی جو اس حسینہ مہ جبیں نے بغیر کیسی ہچکچاہٹ کے قبول کر لی اب تک وہ دونوں کافی حد تک بارش میں بھیگ چکے تھے سفید فراک میں بھیگا ہوا جسم حسینہ پر قیامت ڈھا رہا تھا اور عثمان شیطانی مسکراہٹ سے کا طواف کر رہا تھا۔

علیک سلیک کے بعد حال احوال کے تبادلے میں اسے معلوم ہوا کہ اس حسینہ ماہ جبیں کا نام حمیرا ہے وہ بھی شادی میں شرکت کی وجہ سے لیٹ ہوئی تھی گاڑی نہ ملنے کے کارن اور موسم کے تغیر تبدیل نے اسے پیدل سفر کرنے پر مجبور کر دیا تھا پھر چلتے چلتے آپ نے مجھے پا لیا واقعی نا سم کی طرح سرخ مائل پر کشش تھی وہ اس کی جتنی بھی تعریف کر رہا تھا اس کا دھکتا ہوا گلابی چہرہ مزید سرخ ہوتا جا رہا تھا اس حسینہ کی قربت میں وہ خود کو پگھلتا ہوا محسوس کرنے لگا تھا اس کی سانسوں کی خوشبو اس کے انگ انگ کو معطر کر رہی تھی اس نے خود پر قابو رکھتے ہوئے اپنی گاڑی کو پھر سے گیئر میں ڈالا۔

وہ لڑکی ادائے بے نیازی سے باہر کی طرف دیکھنے لگی جبکہ عثمان ساری توجہ اسی کی طرف تھی اس کے جسم پر پڑی رہی تھی اتنا ہی وہ بے نیازی ظاہر کر رہی تھی بس کبھی کبھار کن آنکھیوں سے اس کی طرف دیکھتی گاڑی میں مسکسل خاموشی کا راج تھا ہلکی ہلکی رم جھم اب تیز بارش کی شکل اختیار کر چکی تھی عثمان حیرانگی کی کیفیت میں پھر سٹارٹ کرنے لگا مگر بے سود وہ باہر نہیں نکل رہا تھا کیونکہ اب بارش طوفان کی شکل اختیار کر چکی تھی لمبے لمبے درختوں کی جھولتی ہوئی شاخیں تیز ہوا سے یوں محسوس ہو رہی تھیں جیسے بہت سی چڑیلیں مل کر بین کر رہی ہوں وہ حسینہ خوف زدہ سہمی سہمی نظر آنے لگی تھی تبھی زور سے بجلی گرجی ماحول میں ایک دل دہلا دینے والا دھماکہ ہوا تو وہ حسینہ فٹ سے عثمان کے سینے سے چمٹ گئی اس نے بھی خود کو دلاسہ دینے کی غرض سے اسے بانہوں میں بھر لیا اس کے نرم نازک جسم کے مل جانے سے پھر عثمان کی شیطانی خواہش بھڑک اٹھی وہ اپنی بانہوں کے حصار کو تنگ کرنے لگا وہ تھوڑی بہت کسمسائی گاڑی میں گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا جس کی وجہ سے وہ ایک دوجے سے جذت ہونے کو آنکھوں سے دیکھنے کے بجائے اجسام کے ملنے سے محسوس کر رہے تھے۔

اس کی نہ پیدا ہونے والی حرکت نے اس کی رضامندی کی علامت ظاہر کی جس سے عثمان کے حوصلے بلند ہونے لگے وہ مزید وارفتگی ظاہر کرنے لگا اچانک کڑک کرتی ہوئی بجلی چمکی جس سے اس حسینہ کے چہرے کو عیاں کر دیا اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی عثمان کی سانس اٹک کر رہ گئی کیونکہ اس کی بانہوں میں حسینہ کی جگہ ایک بھیانک چہرہ تھا جس کے چہرے سے بے شمار کیڑے رینگ رہے تھے اس کی خوبصورت آنکھوں کی جگہ بدنما گھڑھوں نے لے لی تھی اس کے جسم پر سفید فراک اب غائب ہو چکا تھا خوبصورت جسم اب

ڈھانچے میں تبدیل ہو چکا تھا اس سے پہلے کہ عثمان بھاگتا اس چڑیل نے اسے گردن سے دبوچ لیا اور اپنے نوکیلے دانت اس کی گردن میں گاڑھ دیئے اس کا سارا خون چوس لیا پھر گاڑی کو دھکا دے کر ایک درخت سے ٹکرا دیا جس سے اس کا جسم جگہ جگہ سے خراش زدہ ہو گیا اس کی روح اس جسم کا ساتھ چھوڑ چکی تھی کچھ دیر وہاں ڈھانچہ نما چڑیل اسے دیکھتی رہی جیسے وہ اس کی موت پر افسوس ہو پھر غائب ہو گئی۔

شہر بہاولنگر میں واقعی گاؤں بھاون شاہ میں اس وقت قیامت کا سماں تھا ہر آنکھ اشکبار تھی ٹھاکر دلاور کی تو گویا دنیا ہی اجڑ گئی تھی کیونکہ اس کا جوان بیٹا مردہ حالت میں اس کے سامنے پڑا تھا پوسٹ مارٹم رپورٹ یہ ثابت کر رہی تھی کہ ان کی موت ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ہوئی ہے وہ بھی پرانی حویلی کے پاس جبکہ سڑک بالکل صاف تھی ایکسیڈنٹ کی کوئی خاص وجہ بھی سامنے نہ آئی تھی گھر میں ماتم کا سماں تھا گاؤں کے سبھی باسی اس وقت ٹھاکر دلاور کی حویلی میں افسردہ بیٹھے ہوئے تھے عورتیں اپنے گریباں چاک کر رہی تھیں۔

ٹھاکر دلاور بھاون شاہ کا سب سے بڑا زمیندار تھا گاؤں کے سبھی تقریبا اس کی زمین میں کام کرتے تھے اور ٹھاکر دلاور کا رویہ گاؤں والوں کے ساتھ مخلصانہ تھا وہ سبھی کے دکھ درد کو اپنا سمجھتے تھے۔ ان کی شریک حیات چار سال قبل اس دنیا کو خیر آباد کہہ گئی تھی ان کے بعد ٹھاکر صاحب اپنی اولاد کو ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دیتے تھے ٹھاکر دلاور کے تین بیٹے ایک بیٹی تھی سب سے بڑا بیٹا وسیم تھا جو نازوں نخروں میں پلنے کی وجہ سے حد درجہ ضدی اور نشہ میں مبتلا ہونا شروع ہو چکا تھا جب ٹھاکر دلاور کو ان کی اس حرکت کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنی ذات پر کوئی حرف نہیں آنے دیا اسی وجہ سے جلد از جلد دبئی بھیج دیا تھا ان سے چھوٹا ہریرہ تھا جو کہ سب سے نیک سیرت تھا سبھی گاؤں والوں کی نظروں میں اعلیٰ مقام رکھتا تھا سب اس کی دل سے قدر کرتے تھے وہ بہت ہنس مکھ لڑکا تھا مگر شاید اس کا ہنس مکھ رہنا کسی کو راس نہ آیا تھا اسی لیے کوئی اس کے جذبات سے کھیل کر ہمیشہ کے لیے اس کو خاموشی کی لگام تھما گیا تھا۔

چوتھی بیٹی ایمان تھی جو کہ تعلیم کی وجہ سے شہر میں رہتی تھی تیسرا بیٹا عثمان تھا جو کہ مردہ حالت میں سفید کفن میں پہنے پھولوں کی سیج سجائے آرام فرما رہا تھا نوجوان کی موت نے ٹھاکر دلاور کی کمر توڑ دی تھی جنازہ تیار تھا صرف بڑے بھائی وسیم کے آنے کی دیر تھی جو کہ دبئی سے آ رہا تھا رات کے گیارہ بجے وہ پہنچا تبھی ان کا جنازہ اٹھایا گیا تھا ابھی تک سبھی گاؤں والے اپنے خیرا خواہ ٹھاکر کے ساتھ ساتھ تھے کسی کے گھر چولہا نہیں چلا تھا بالآخر بہتے ہوئے آنسوؤں سے عثمان کو سپرد خاک کر دیا تھا تمام لوگ جوان موت پر افسوس کرتے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹ گئے ایک ایک کر کے سبھی مہمان سو چکے تھے مگر ٹھاکر دلاور نیند سے کوسوں دور اپنے بیٹے کی تصویر سینے سے لگائے ماضی کی یادوں میں غرق تھا کہ کسی طرح ان کی شریک حیات کے تنہا چھوڑ جانے کے بعد انہوں نے ماں باپ کا پیار دے کر پالا تھا ان کی بچپن کی شرارتیں آنسوؤں کی صورت میں ظاہر ہو رہی تھیں کہ اچانک کمرے میں دھواں پھیلنا شروع ہو گیا ٹھاکر دلاور حسرت سے دیکھ کر چلایا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

حمیرا تم۔تم تو مر گئی تھی۔۔۔اس کی آواز گلے میں دب کر رہ گئی اس کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا ہی رہ گیا تھا۔

ٹھاکر دلاور میں بے چین روح ہوں جو مر کر بھی سکون حاصل نہ کر سکی کتنی بدنصیب ہوں میں مگر اب میں تم سے ظلم کا بدلہ لینے آگئی ہوں تم نے اپنے بیٹے کے گھناؤنے کھیل کر چھپانے کی خاطر حق کو جھٹلا دیا ہے۔ٹھاکر لیکن خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے اس کا خیال نہ آیا تیرے بیٹے عثمان کو میں نے ہی مارا ہے یہ میرا انتقام شروع تمہارا بڑا بیٹا اور میری عزت کو تار تار کرنے والا درندہ واپس اپنی موت کی وجہ سے آیا ہے کل اسکی لاش اٹھانے کے لیے اپنے کندھوں کو مضبوط کرو۔

ٹھاکر دلاور روح کے قدموں میں گر پڑا اور معافیاں مانگنے لگا لیکن روح نے اس کو دھتکار کر بولی۔

ٹھاکر تمہارا گناہ نا قابل معافی ہے تمہاری وجہ سے میرے ماں باپ مجھے روگ لگا کر اس دنیا سے چلے گئے میرا ہنستا ہوا خاندان برباد ہو گیا تو معافی کے قابل نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی وہ دھواں بن کر غائب ہو گئی۔۔۔ٹھاکر دلاور کے روتے ہوئے دماغ کی سکرین پر دو ہلکے ہلکے ایک بھانک واقعہ چلنا شروع ہو گیا۔

حمیرا اپنے والدین اکرم اور نوری کی اکلوتی لخت جگر تھی خوب سیرت ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت اور بلا کی ذہین بھی تھی اس کی چڑھتی جوانی سفید رنگ نیلی موٹی آنکھیں سیڈول جسم نے اس کی نسوانی کشش میں چار چاند لگا دیے تھے گاؤں کے ہر لڑکے کی دل کی حسرت اور ارمان تھے کہ وہ ان کی ہم سفر بنے مگر وہ کبھی کسی کو نظر بھر کے نہیں دیکھتی تھی اس کا دل صرف اور صرف ابوزر کے لیے دھڑکتا تھا جو اسکے گاؤں کے شیر شاہ سے تھوڑے فاصلے پر واقع گاؤں بھاون شاہ کا رہنے والا تھا اس نے اپنا جسم وجاں اسی کے نام کر رکھا تھا مگر وہ اس کے جذبات سے بے نیاز اپنی الگ ہی دنیا جیسے تنہائی کی اور خاموشی کی دنیا کہتے ہیں آباد کیے رکھتا تھا بہت گم سم سنجیدہ خوبرو پر کشش جسم اور وجاہت کا مالک تھا اس کے ابو محمد اختر علی شاہ اپنے گاؤں میں بلکہ پورے علاقے میں پیر مانا جاتا تھا پھر وہ پروفیسر بھی تھا تقریبا پورا علاقہ ہی ان کی دل سے قدر کرتا تھا کوئی تو مرید اور کوئی شاگرد کی وجہ سے احترام کرتا تھا اس کی اولاد میں چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی اخلاق و پیار میں انکا خاندان پورے علاقے میں مثال تھا حمیرا نے ابوذر کو پہلی مرتبہ گاؤں اپنے والد کے ساتھ دیکھا تھا وہ اپنے والد کے ساتھ کسی کام کے سلسلے میں آیا ہوا تھا حمیرا کے پاپا ان کے مرید تھے وہ پہلی نظر میں ہی اس پر اپنا دل ہار بیٹھی تھی اس کو من ہی من میں اپنا سب کچھ مان بیٹھی تھی مگر اظہار محبت کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا تھا وہ یکطرفہ محبت میں جل رہی تھی محبت کا لاوا دن بدن چڑھتا ہی جا رہا تھا جب محبت کنٹرول سے باہر ہونے لگی تو راتوں کی نیند خفا ہو گئی دن کا سکون برباد ہو گیا تو اس نے اپنی سہیلی جو کہ ٹھاکر دلاور کی بیٹی ایمان تھی کو اپنا ہم نوالہ بنانے کا سوچا جو کہ نادر شاہ کے گاؤں میں ہی رہتی تھی وہ دونوں میٹرک تک ایک ساتھ ہی پڑھی تھیں ایمان اس کے گھر کافی دفعہ آچکی تھی مگر اسے کبھی جانے کا اتفاق نہ ہوا تھا ماما سے اجازت لے کر چھوٹے کزن کو ساتھ لے کر ایمان کی

...ل چلی آئی اس کے عالی شان محل نما گھر کو دیکھ ...دنگ رہ گئی اسے معلوم تو پہلے ہی تھا کہ وہ ...اون شاہ کے ٹھاکر دلاور کی بیٹی ہے مگر دیکھ کر اور ...مرعوب ہو گئی ایمان نے بہت اچھے انداز سے ...ان کی خاطر تواضع کی اپنے پاپا ٹھاکر دلاور سے بھی ...وہ بھی بیٹی کہتے سر پر ہاتھ پھیر کر چلا گیا تھا پھر ...موقع ملتے ہی حمیرا نے اپنی بے تابیوں بے چینوں ...کا حال اور ابوذر سے حال دل بیان کرنے لگی اور ...اس میں ایمان کی ہیلپ کی تمام کہانی اس کے ...گوش گزار دی ایمان نے اس کی مدد کرنے کی ہامی ...بھر لی اور اس کی محبت کو ملانے کا وعدہ کر لیا وہ جانتی ...تھی تو ابوذر کو مگر کبھی دیکھا نہ تھا۔

اس نے حمیرا کو ساتھ لیا اور پتہ کرتی ہوئی ابوذر کے گھر چلی آئی خوش قسمتی سے اس وقت گھر میں ان کی والدہ ہی موجود تھیں پیر اختر علی اس وقت کسی مسئلہ کے تحت مرید کے گھر گئے ہوئے تھے اس کی والدہ بیگم اختر علی نے خوش اخلاقی سے ان کا خیر مقدم کیا ٹھاکر دلاور کی بیٹی کو اپنے گھر دیکھ کر پوچھا۔

بیٹی آج کیسے ہمارے غریب خانے پر آنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

آنٹی جان کیا ضرورت کے بغیر آپ کے دولت کدہ پر نہیں آسکتی۔

کیوں نہیں بیٹی تمہارا گھر ہے جب دل چاہے آؤ مسکراتے جواب دیا تو وہ بھی مسکرا دی ابوذر بیٹا جاؤ مہمان کے لیے کچھ ٹھنڈا لے کر آؤ ایمان کے روکنے کے باوجود بھی وہ چلا گیا۔

دراصل انٹی جان میرے آنے کا مقصد یہ میری دوست ہے یہ رات کو خواب میں بہت ڈر جاتی ہے میں اسے ان کی فیملی کے بارے میں کافی معلومات لیں اور اپنے بارے میں گھر والوں کے بارے میں بھی بات کی۔

اتنی دیر میں ابوذر رموسے بوتل لے کر آیا وہ بھی انکے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا مگر اسنے اپنی نظر کی حد درجہ حفاظت کی باتوں کے دوران بھی وہ زمین کی طرف ہی دیکھتا رہا اس کی کمال درجہ کی سادگی اور شرافت حمیرا کے دل کو چھو گئی پیار تو انتہا حد تک وہ کرتی تھی اب اس کے دل میں اس کا مقام اور بھی بڑھ گیا تھا اس کے آنے کا مقصد پورا نہیں ہو پا رہا تھا کیونکہ اس کی امی جان ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں مگر وہ اپنی پیاسی آنکھوں کو اس ضرور سراب کر رہی تھیں۔

اچھا آنٹی جان ہم چلتے ہیں شاید انکل جان لیٹ آئیں گے ہم پھر آجائیں گے حمیرا کا دل نہ چاہ رہا تھا کہ وہ وہاں سے آئے وہ بار بار ابوذر کی ہی دیکھے جا رہی تھی ایک دو بار آنکھیں دو چار ہوئی تھیں ادھر ابوذر کو بھی محسوس ہوا کہ یہ لڑکی اس میں دلچسپی لے رہی ہے کیونکہ انداز نظر بتا رہا تھا رات کو جب پیر اختر علی شاہ گھر آئے تو بیگم صاحبہ نے حسب معمولی گھر آنے والے مہمانوں کا بتایا جس میں ٹھاکر دلاور کی بیٹی اور اس کی دوست حمیرا کا تذکرہ بھی کیا تو پیر اختر علی نے کہا

کل سے دورہ شہر کی طرف ہی ہے اور اکرم میرے بہت اچھے مرید ہیں لیکن کبھی انہوں نے تو ذکر نہیں کیا ان کی بیٹی کو ڈراونے خواب آگے ہیں پھر ان کی بیٹی وہ بھی ٹھاکر دلاور کی بیٹی کے ہمراہ آئی کچھ بات سمجھ میں نہیں آتی وہ خیالات میں گردش کرنے لگا۔

خیر کوئی بات نہیں میں کل ادھر جاؤں گا تو صورت حال سامنے آجائے گی وہ اپنی ہم سفر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کو ساتھ لیے نیند کی وادی میں محو سفر ہو گیا۔

اگلی صبح وہ ان کے گھر موجود تھے ساتھ ابوذر بھی تھا اکرم نے اپنے پیر کی خوب آؤ بھگت کی وہ بچھے جا رہے تھے کچھ توقف کے بعد پیر اختر علی نے کہا۔

اکرم بلاؤ اپنی بیٹی کو ہمیں کچھ جلدی ہے۔

کیا مطلب مرشد جی۔ میں کچھ سمجھا نہیں۔ اکرم نے حیرانگی سے پوچھا۔

ارے بھائی تمہاری بیٹی حمیرا کو خوابوں میں ڈر لگتا ہے ناں جس کا دم کروانے کل وہ میرے گھر آئی تمہیں پتہ میں دورہ پر تھا۔

مرشد جی یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ حمیرا کل آپ کے گھر گئی تھی۔

بیٹی حمیرا ادھر آؤ ذرا۔ حمیرا تھر تھر کانپنے لگی۔

جی ابا جی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی بولی۔

کیا کل تم پیر صاحب کے گھر گئی تھی۔

جی۔ جی۔ وہ بابا میں اپنی دوست کے گھر ملنے گئی تھی تو اسے ایسے ہی بول دیا کہ رات کو مجھے ڈر لگتا ہے تو وہ مجھے پیر صاحب کے گھر لے گئی وہ سر جھکائے بولی۔

اوہ۔ ہو بیٹا تو اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے جو تم اتنا ڈری سہمی ہوئی ہو ادھر بیٹھو مجھے کیوں نہیں بتایا کہ تمہیں ڈر لگتا ہے وہ مودبانہ انداز میں بیٹھ گئی پیر صاحب نے ان پر اور پانی پر دم کر کے دیا ساتھ ایت الکرسی کی تاکید بھی کی پھر واپسی کے ارادے سے اٹھے لیکن اکرم اور ان کی بیگم نوری نے زبردستی روکا کہا۔

ہم کھانا کھائے بنا نہیں جانے دیں گے اور یہ کھانا ہماری بیٹی حمیرا نے بڑی چاہت سے بنایا ہے پلیز کھا کر جایئے گا۔

حمیرا کی نظریں بس ابوذر کا ہی طواف کر رہی تھیں وہ سب صحن میں بیٹے ہوئے تھے وہ ادھر ادھر جاتے مسکراہٹ کے پھول نچھاور کرتی تتلی کی طرح اڑی پھرتی تھی یہ پہلی بار تھا کہ ابوذر مزید ان کی طرف متوجہ ہوا یہ تبھی پہلا ہی موقع تھا یہ بھی پہلا ہی موقع تھا کہ وہ کسی لڑکی کو اپنائیت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے سے کہا۔

تم ہمارے اور ہم تمہارے ہو گئے نظروں ہی میں حال دل بیان ہو گیا ابوذر اس کے اپنے گھر آنے کا مقصد سمجھ گیا تھا تبھی اس کی معصومیت پر وہ بھی دل فریفتہ ہو گیا سب کھانے کھانے لگے وہ دروازے کی اوٹ سے یار دیدار میں تھی وہ بھی سب سے آنکھ بچا کر اس کی طرف دیکھ لیتا تو اسکے گلاب جیسے لبوں پر مسکراہٹ بکھر جاتی تھی۔

واہ بھائی اکرم کی بیٹی حمیرا نے تو بہت پر تکلف اور مزیدار کھانا بنایا ہے مزہ آ گیا خدا اس کی ہمیشہ خوش وخرم رکھے آمین۔

ابوذر نے بھی کھانے پر تعریف کے پل باندھے اس کی شرمسار اور خوشی قابل دید تھی پھر وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے جس پر اس حسینہ ماہ جبیں کی چمک دار آنکھوں میں ویرانی سی چھا گئی جس پر ابوذر کا دل کٹ کر رہ گیا مگر اس نے ایسا کوئی قدم نہ اٹھایا جس سے ان کی پاکیزہ محبت پر ندامت کا سامنا کرنا پڑے وہ دل کو تھامے وہاں سے نکل آیا حمیرا نے آٹھ دن بہت مشکل سے گزارے وہ اس کو دیکھنے کا بے چین ہونے لگی تھی اس کے پاس جانے کے لیے پہیلیاں بننے لگی اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اڑان لے اور اس کے پاس

پہنچ جائے۔ حسرت میں اس کی ایک شعر یاد آیا

اے قطار پرندوں
کاش میرے لیے تمہارے دو پر ہوتے
کہ میں اپنے محبوب کہ پاس اڑ کر پہنچ جاتی

یکا یک اسے ایمان کا خیال آیا اور وہ اپنی ماما کے پاس پہنچ گئی کہا۔

ماما جان میری دوست ایمان کی طبیعت بہت خراب ہے میں اس کی عیادت کو جانا چاہتی ہوں ساتھ میں کزن کے لے جاتی ہوں شام سے پہلے پہلے لوٹ آؤں گی۔

جس پر اسے اجازت مل گئی بھاون شاہ شہر گاؤں سے پندرہ منٹ کے فاصلے پر تھ وہ اپنے چھوٹے کزن کے ہمراہ ایمان کی حویلی میں پہنچی اور اندر گئی تو اس شراب کے نشے میں مست بھائی نظر آیا جو ہوس بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا حمیرا نے جلدی سے اپنے آپ کو چادر میں سمیٹ لیا اور وہ بھائی ایمان سے ملنا چاہتی تھی وہ۔۔ وہ نروس ہوتے ہوئے بولی۔

اچھا ایمان سے ملنا چاہتی ہو لال پری جی وہ اتراتے ہوئے بولا۔

جی۔۔۔ جی۔

اوپر سامنے روم میں چلی جاؤ۔

وہ گھبراتے ہوئے اس کی ہوس زدہ نظروں سے کتراتے جلدی سے سیڑھیاں چڑھنے لگی روم میں جا کر دیکھا تو کوئی نہ تھا وہ ایمان کو آوازیں دینے لگی مگر وہاں مکمل خاموشی کا راج تھا وہ واپس پلٹی تو سامنے بدمعاش ٹاپ لوگوں کو دیکھ کر دھنگ رہ گئی اس کی چھٹی حس خطرے کا الارم دینے لگی۔۔ وہ جلدی سے باہر کی طرف تیز تیز قدموں سے چلی اس کو پیچھے سے قہقہہ کے گونجنے کی آواز آنے لگی ساتھ ہی بیرونی گیٹ کے بند ہونے کی آواز آئی وہ بھی پلٹ بھی نہ پائی تھی کہ کسی نے ان کے چہرے پر رومال ڈال دیا جس سے وہ دنیا سے بیگانہ ہو گئی گرتے سے اس نے اپنے کزن کو دیکھا تھا جو چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

وسیم ٹھاکر دلاور کا سب سے بڑا بیٹا ناز و نعم نے اس کی علامت بگاڑ دی تھی وہ عیاش طبیعت کا مالک بن چکا تھا خوبصورت لڑکیاں اس کی کمزوری بن چکی تھیں ٹھاکر دلاور خود نیک صفت اور اصول پرست انسان تھا تبھی ان کا لحاظ کرتے گاؤں والے اس کی غلطیوں سے در گزر کرتے اس بات سے اس کا حوصلہ مزید بڑھ جاتا تھا ہر روز کوئی نہ کوئی شکایت ٹھاکر دلاور کے کانوں تک پہنچتی کہ وسیم نے آج یہ خباثت کی فلاں لڑکی کو چھیڑا ٹھاکر دلاور اس کی شکایات سے تنگ آ چکا تھا اس نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی کیونکہ اس علاقے میں مزید سے مزید ہوتا جا رہا تھا جب حمیرا کو دیکھا تو اسکے گورے بدن پر لال گلابی سوٹ قیامت ڈھا رہا تھا جیسے وہ خاص طور پر نادر شاہ کے لیے پہن کر آئی تھی اس سے بے خبر تھی کہ اس پر کیا قیامت گزرنے والی ہے وہ دیکھتے ہی دیوانہ ہو گیا اور اسکو اپنے بستر کی زینت بنانے کی پلاننگ کی جس کی تکمیل رات کو کرنے والا تھا۔

وہ منحوس رات اندھیریوں کی لپیٹ میں تھی ہاتھ کو ہاتھ بجھائی نہیں دے رہا تھا آسماں پر بادلوں کی ستاروں سے آنکھ مچولی جا رہی تھی ایسے میں دو سائے ایک لڑکی کو اٹھائے ٹھاکر دلاور کی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

حویلی کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے وہ لڑکی بے ہوش ان کی بانہوں میں جھول رہی تھی وہ دونوں اسے حویلی کے اس حصے کی طرف جو کباڑ اور زمین والے دوسرا سامان کے موجود تھا وہ اسے اٹھائے وہاں موجود کمرے میں پہنچ گئے جہاں مدہم روشنی تھی وسیم پہلے سے وہاں ان کا منتظر تھا ان کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر شیطانی نے ڈیرے ڈال لیے اس پر ہزار ہزار کی بڑی سی گڈی ان دونوں کی طرف اچھال دی جس کر پا کر وہ خوشی سے نہال ہو گئے وسیم نے ان کو اشارہ کیا تو وہ رفو چکر ہو گئے اس نے شراب کے چھینٹے اس پر مارے تو وہ کسمسا کر اٹھ بیٹھی خود کو اجنبی ماحول میں بند کمرے میں اس کے ساتھ دیکھ کر گھبرا دی اس کے ہونٹوں پر خبث سی مسکراہٹ اُمڈ آئی وہ اسکی طرف بڑھا حمیرا اٹھ کر اس کے پاؤں میں بیٹھ گئی خدا کے واسطے دے کر چیخی چلائی آہیں فریادیں دکھ کچھ بھی تو کام نہیں آیا۔ حمیرا انکار کرتے کرتے مزاحمت کرتے ہوئے اپنے آپ کو بچا نہ سکی وہ اچھوتی گلابی کپڑوں میں گلاب کی کلی اب وہ کھل کر گلاب بن چکی تھی اس سیاہ گھور رات نے ایک حوا کی بیٹی کی عزت تار تار کر دی تھی ایک انسان پھر سے وحشی بن گیا تھا حمیرا کے چہرے پر موت سے بھی زیادہ اذیت ناک درد رقم تھا اس کا دل اور روح زخموں سے چور چور تھے اور اسکی زندگی سے معصومیت۔ خوشی۔ اعتماد۔ سب کچھ رخصت ہو چکا تھا وہ جب یہاں آئی تھی تو سب کچھ تھا اسکے پاس مگر اب خالی بندن تھی آگے کے حالات کی تاریکیاں اور آنے والے وقت کی منہ زور آندھیوں کا سوچ کر ہی اس کے جذبات و احساسات کو چیر کر باہر آنے والی دبی دبی سی سسکیاں گھٹی گھٹی آہیں آنکھوں کے رستے برسنے لگیں چیخیں آسمان کو چھونے لگیں وہ اپنی مستی میں مست تھا۔

ادھر ٹھاکر دلاور کی آنکھ کھلی تو اسے چیخنے کی آواز سنائی دی وہ جلدی سے حویلی کے اس حصے میں گیا جدھر سے چیخنے کی آوازیں آ رہی تھی اس نے زور سے دروازہ کھولا تو اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے سامنے اس کا بیٹا ایک معصوم کی عزت سے کھیل رہا تھا ٹھاکر دلاور کو دیکھتے ہی وہ شرم سے پانی پانی ہو گیا حمیرا لٹنے اور زندگی کی خوبصورتی سے محرومی کے بعد نیچے فرش پر دونوں گھٹنے سینے سے لگاتے ہوئے سسکیاں بھرنے لگی۔

ٹھاکر دلاور آگے بڑھا اور ایک طمانچہ وسیم کو رسید کر دیا ٹھاکر دلاور اس کی ناگفتہ حالت کو دیکھتے ہی اسے تسلی دینے لگا جیسے ہی ٹھاکر دلاور نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا حمیرا نے ان کا ہاتھ ایک جھٹکے سے دور کر دیا۔

مجھے تمہاری یہ ہمدردی نہیں چاہئے ٹھاکر صاحب میں چیخ چیخ کر تمہارے بیٹے کے کرتوت بتاؤں گی تا کہ ٹھاکروں کا چہرہ بے نقاب ہو سکے تمہاری اصلیت لوگوں کے سامنے ظاہر ہو سکے

تبھی ٹھاہ ٹھاہ کی آوازیں فضا میں بلند ہوئی اور حمیرا زمین بوس ہو گئی ٹھاکر دلاور نے گردن گھوما کر دیکھا تو وسیم گن ہاتھوں میں لیے کھڑا تھا

ٹھاکر میں اپنے ظلم کا بدلہ لینے ضرور آؤں گی یاد رکھنا ٹھاکر دلاور یاد رکھنا۔ حمیرا کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

یہ تم نے کیا کر دیا وسیم ٹھاکر دلاور چلا اٹھا تھا

میں نے وہی کیا جو مجھے کرنا چاہئے تھا وہ زہریلی مسکراہٹ سجائے بولا۔

بے وقوف انسان ہو تم وسیم اس گھناؤنے کام کی تمہیں شرم نہیں آتی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا پھر تین آدمی جو وسیم کے اوباش دوست تھے اندر داخل ہوئے انہوں نے کمرے کے وسط میں گڑھا کھود کر حمیرا کی لاش کو اس میں دفن کر دیا ٹھاکر کشمکش میں تھا کہ وہ کیا کرے ایک طرف اس کی عزت اور دوسری طرف اس کا بیٹا تھا اس نے معاملے کو دفن کرنے میں عافیت سمجھی وسیم کی شکل سے نفرت ہو گئی تھی اسے جلدی اس کے ویزے کا بندوبست کیا۔۔

ادھر حمیرا جب رات بھر گھر نہ پہنچی تو صبح صبح ٹھاکر دلاور کی حویلی میں آ گئے کیونکہ حمیرا ایمان کو ملنے آئی تھی نہیں ٹھاکر صاحب وہ اپنی ماں کو بتا کر آئی تھی مگر ٹھاکر دلاور نے صاف انکار کر دیا یہ بات جنگل میں آج کی مانند پھیل گئی کہ اکرم کی بیٹی کل رات سے گھر سے غائب ہے لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے بھاگ گئی ہو گئی اپنے آشنا کے ساتھ یہ الفاظ اس کے والدین پر تیر بن بن کر برس رہے تھے جیسے ہی یہ بات ابوذر تک پہنچی وہ بھی اپنے اختر علی شاہ کے ہمراہ اکرم کے گھر پہنچ گیا وہاں صورت حال معلوم ہوئی تو بہت افسردہ ہوا تھا وہ اس سے نا آشنا تھا اس کے بعد اس نے خاموشی کی چادر اوڑھ لی خود میں گم صم رہنے لگا ابھی تو اس کی محفل میں محبت کے پھول کھلنے ہی لگے تھے کہ کسی کی نظر بد ان کی خوشیوں کی قاتل بن گئی ان کی اس کیفیت سے کوئی واقف نہ تھا اس کے دل میں کیا دکھ سمایا ہے ادھر لوگوں کی باتوں نے اکرم اور اس کی بیوی نوری کو چلتا پھرتا زندہ لاش بنا دیا تھا ایک روز وہ بھی دونوں تنگ آ کر سفر رخصت باندھ گئے وسیم دبئی جا چکا تھا سب کا معمول کے مطابق چل رہا تھا سوائے ٹھاکر دلاور کے کیونکہ حمیرا کی چیخوں و پکار اور انتقام لینے کی آواز وہ خوابوں میں نظر آتی تھی کہ میں ضرور آؤں گی ٹھاکر کی موت بن کر ضرور آؤں گی۔

وسیم دبئی جا کر اور بھی عیاش ہو گیا تھا اس کی ہوس اس کی رگ اب شعلہ بن چکی تھی وہ اپنی ہوس کی پیاس کو بجھانے کے لیے بے چین تھا تبھی مہمانوں میں آئی ہوئی ایک خوبصورت حسینہ پر اسکی نظر پڑی جو ادھر ادھر کا کام کاج کو سمیٹنے بھاگی پھر رہی تھی وسیم نہیں جانتا تھا کہ یہ کون ہے وہ بھی تو اسے گاؤں کی لڑکی ہی سمجھ رہا تھا چڑھتی جوانی خوبصورت بھرا بھرا جسم اس کو بے چین کیے ہوئے تھا وہ اسے حاصل کرنے کے طریقے سوچنے لگا اور کمرے کی اندر گئی تو وہ بھی پیچھے ہو لیا کمرے میں جاتے ہی اس کمر پر ہاتھ ڈال دیئے اس نے اپنے بچاؤ کی ناکام کوشش کی جس سے وسیم کے حوصلے بلند ہو گئے۔

کیا کر رہے ہو وسیم چھوڑ دو کوئی دیکھ لے گا۔

وہ مسکراہٹ آمیز لہجے میں بولی۔۔ جس نے وسیم کو ہوش ہواس سے بیگانہ کر دیا۔

کیا تم میرا نام بھی جانتی ہو۔

وہ مسکرا دی اور بولی۔ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتی ہوں وسیم میں چلتی ہوں رات کو ملیں گے وہ باہر چلی گئی وسیم ورطہ حیرت میں تھا اسے یقین نہ ہو پا رہا تھا کہ اتنی جلدی شکار اس کے جال میں پھنس جائے گا آنے والے لمحات کو سوچ کر اس کے دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے مہمان آتے رہے ٹھاکر دلاور کو تسلی دیتے رہے لیکن حقیقت حال سے کوئی بھی واقف نہ تھا ٹھاکر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دلاور ہی جانتا تھا کہ اس وقت اس کے دل پر کیا بیت رہی ہے کیونکہ اسے حمیرا کی دھمکی یاد تھی کہ وسیم اب زندہ واپس نہیں جا سکے گا۔

رات ہوتے ہی اس لڑکی نے وسیم کو اشارہ کیا اور حویلی کے ویران حصے کی طرف چل دی ٹھاکر وسیم بھی سب سے آنکھ چرا کر وہاں پہنچ گیا وہی روم تھا جس میں وہ آج سے پندرہ دن پہلے ایک حوا کی بیٹی کو بربریت کا نشانہ بنا چکا تھا اور اس واقعہ کو کب سے اپنے دل و دماغ سے نکال چکا تھا رتی بھر بھی اس کے ذہن میں وہ واقعہ وہ حمیرا کے مرتے لمحات کے کلمات نے تھے وہ اس حسینہ کو اپنی ہوس کی نظر کرنا چاہتا تھا اس بات سے قطعا نظر کہ دو دن پہلے اس کے جوان بھائی کی موت واقعہ ہوئی تھی کمرے میں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا صاف طور پر کچھ زیادہ دکھائی نہ دے رہا تھا وہ اس حسینہ کے نرم و گداز جسم سے کھیلنے لگا اس بات سے بے خبر کہ اس کی موت اس پر ہنس رہی تھی وہ جیسے ہی حیوانگی پر اترنے لگا تو اس کے ہاتھ خلا سے چلنے لگے ساتھ ہی قہقہہ کی آواز گونجی۔

ہاہاہاہا۔ ہاہاہاہا۔

کک۔کون ہو تم۔اس کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے۔۔۔ پاؤں من من بھاری ہو گئے جیسے زنجیروں سے جکڑ دیئے ہوں۔ کک۔کون ہو تم وہ خوف سے چلایا۔

تیری موت ہوں ٹھاکر وسیم یاد کرو ٹھاکر وسیم آج سے پانچ سال پہلے اسی جگہ پر تم نے اپنے ظلم کا نشانہ بنایا تھا اور میں تمہیں کہا تھا کہ میں اپنا انتقام لینے ضرور آؤں گی۔اس کے ساتھ ہی حمیرا ظاہر ہو گئی وسیم کو دیکھتے ہی وہ یاد آ گئی۔

تم۔۔زندہ ہو۔اس کی زبان لڑکھڑانے لگی

نہیں یہ میری بدنصیب روح ہے جو مر کر بھی تڑپ رہی ہے انتقام کی آگ میں جل رہی ہے اب تیرے بھائی عثمان کے پاس جانے کا وقت آ گیا ہے اس کو بھی میں نے ہی مارا تھا کیونکہ اس میں بھی تمہارے ہی جراثیم موجود تھے۔

وسیم اسکے پاؤں میں گر گیا خدا کے واسطے دینے لگا حمیرا نے اسے بھی وقت یاد دلایا کہ اسے بھی خدا کے واسطے دیئے گئے تھے اپنی عزت بچانے کے لیے خوب چیخی تھی چلائی تھی مگر تمہیں رحم نہیں آیا تو آج میں کیسے تم پر رحم کھا لوں۔اس نے ہاتھ کو جھٹکا دیا تو وسیم ہوا میں اڑتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا اس کے سر سے خون کے فوارے بہہ اٹھے تھے وہ ایک ہی وار میں ڈھیر ہو گیا تھا اس کی چیخوں و پکار حویلی میں گونجنے لگی جو بھی مہمان وہاں پر موجود تھے وہ اس چیخ کے تعاقب میں حویلی کے اس حصے کی طرف گئے حمیرا نے ایک اور جھٹکا دیا تو اس کی آنکھیں ابل پڑی زبان باہر نکل آئی گردن ایک طرف ڈھلک گئی وہ برہنہ حالت میں کمرے کے وسط میں پڑا تھا۔

ٹھاکر دلاور اور مہمان جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے اس کی شرم ناک حالت دیکھ کر تف تف کرنے لگے ٹھاکر دلاور جہاں تھا وہی دھڑام سے گرا اور رخصت آخرت کی طرف روانہ ہو گیا کسی نے جلدی سے ٹھاکر وسیم کی لاش پر کپڑا ڈالا ٹھاکر دلاور کا تیسرا بیٹا آصف دو لاشوں کو ایک ساتھ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا ان مہمانوں میں پیر اختر علی شاہ بھی موجود تھے جو گہری نظروں سے کمرے اور وسیم کی لاش کا جائزہ لے رہے تھے اس کی سوچ اس بات پر اٹکی ہوئی تھی یہ ضرور کسی ہوائی مخلوق کا کام ہے کیونکہ اسکا واسطہ ہر

وقت اس مخلوق سے پڑتا رہتا تھا اس نے خطرے کو محسوس کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو اپنے مخصوص سامان لانے کا حکم دیا۔ کچھ ہی دیر میں ابوذر مزکورہ سامان لے آیا۔ پیر اختر علی شاہ نے تمام لوگوں کو ایک حصار کے اندر آنے کا حکم دیا اور ایک حصار تمام لوگوں کے گرد قائم کر دیا اور سختی سے تاکید کی کہ کوئی بھی اپنے حصار سے باہر نہ نکلے وہ مخصوص انداز سے کچھ پڑھنے لگے تھوڑی دیر بعد ہوائیں چلنے لگیں جو آہستہ آہستہ طوفان کی شکل اختیار کرنے لگیں تیز سے تیز ہوتی ہوئی ہوا سے سسکیوں کی آوازیں آنے لگیں جس کو سن کر سب دائیں بائیں دیکھنے لگے مگر پیر اختر علی شاہ مسلسل کچھ پڑھنے میں مشغول تھے تھوڑی ہی دیر بعد سخت تیز ہوا چلی اور سب کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں جب وہ دیکھنے کے قابل ہوئے تو ان کے سامنے سرخ کپڑوں میں ملبوس ایک لڑکی کھڑی تھی جسے دیکھتے ہی ابوذر چلا اٹھا۔

حمیرا تم کہاں چلی گئی تھی تم

وہ جلدی سے اس کی طرف بڑھنے لگا کہ زور دار آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی جو کہ پیر اختر علی شاہ کی تھی۔

وہی رک جاؤ۔

ابوذر کے پاؤں جہاں تھے وہ جم گے۔

پیر اختر علی شاہ گویا ہوئے اے لڑکی بتا تیرا کیا بگاڑہ ہے ٹھاکر دلاور نے جو تو نے اس کے خاندان کو برباد کر دیا ہے مگر وہ خاموش رہی پیر صاحب نے پھر نرمی سے پوچھا مگر وہ جیسے سننے بولنے سے عاری تھی بت بنی کھڑی رہی یہ بات پیر صاحب کو جوش دلانے لگی کہ انہوں نے کچھ پڑھ کر اس کی طرف پھونکا تو وہ درد سے چلا اٹھی

بتاتی ہوں پھر اس نے داستان سنا دی گاؤں والے اور مہمان ٹھاکر کی اس گھناؤنی حرکت پر تھو تھو کرنے لگے ہریرہ کا سر ندامت سے جھکا جا رہا تھا وہ اس گھناؤنے کھیل سے ناواقف تھا اس نے سب کے سامنے اپنی برات ظاہر کر دی ویسے بھی وہ گاؤں والوں کی ہر دل شخصیت تھا نادر شاہ کے ٹپ ٹپ گرتے ہوئے آنسو واضع دکھائی دے رہے تھے کیونکہ وہ تو حمیرا کو دھوکے باز اور مکار سمجھ بیٹھا تھا مگر حقیقت حال سے آگاہی سے اس کے دل میں درد کے ہولے اٹھ رہے تھے۔

پیر اختر علی شاہ نے وہ گڑھا کھدوانے کا حکم دیا اور اس میں سے حمیرا کی لاش کو نکالا جو کہ اب صرف بوسیدہ چند ہڈیاں تھیں ان کو غسل دیا اسلامی طریقے کے مطابق جنازہ پڑھ کر دفنا دیا ان کی روح ابوذر کی طرف دیکھتی آسمان کی طرف پرواز کر دئی الم ناک حقیقت سے سبھی کے دل دکھی تھے آصف نے ابوذر کے کندھے پر ہاتھ رکھا جیسے ان کو حوصلہ دینے کی ناکام کوشش کر رہا ہو پھر کچھ ہی دنوں بعد ٹھاکر آصف نے اپنی بہن ایمان کی شادی ابوذر سے کر دی اب وہ کچھ کچھ دنیا کی رنگینی کی طرف لوٹ رہا ہے۔

قارئین کیسی لگی میری حقیری سی کاوش اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازئے گا بالخصوص ہمارے چہکتے مہکتے شاہین گروپ کے بلبل اپنی قیمتی آراء ضرور دیں تاکہ آئندہ میں بہتری لاسکوں مجھے آپ سب کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا کیونکہ آپ کی رائے ہی مجھے مزید لکھنے کی ہمت دے سکتی ہے ۔رب راکھا۔محمد ابوہریرہ بہاونگر۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پراسرار کمرہ

---تحریر: تنظیم عباس ڈوگر۔ کسووال--

دیکھا یہ دونوں خود ہی مرنے کے لیے آ گئے ہیں اور ہم ان کی تکہ بوٹی کر ڈالیں گے ہاہاہا یہ کہہ کر وہ ان کی طرف بڑھنے لگے شرجیل نے بوتل کھول کر پانی پورے کمرے میں چھڑک دیا پھر کیا تھا آگ بھڑک اٹھی وہ دونوں باہر آ گئے اور دروازہ بند کر دیا اندر سے چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں آوازیں اس قدر بھیانک تھیں کہ کانوں کے پردے پھٹنے کا خطرہ تھا ان دونوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں جب تھوڑی دیر بعد دیکھا تو ہر طرف راکھ ہی راکھ دکھائی دے رہی تھی ان دونوں کی آنکھوں میں خوشی وغم کے ملے جلے آنسو تھے خوشی روحوں کے خاتمہ کی وجہ سے تھی اور غم کے آنسو اپنوں کی جدائی کی وجہ سے تھے اگلے دن وہ اپنے گھر آیا اور ساتھ مزمل بابا کو بھی لے آیا تھا شرجیل نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ ایک سنسنی خیز اور دلوں پر لرزہ طاری کرنے والی کہانی۔

نواب صاحب کا گھرانہ پانچ افراد پر مشتمل تھا دو بیٹے ایک بیٹی نواب دین اور اس کی بیگم حورین بڑا بیٹا شرجیل انیس سال کا ایک خوبرو نوجوان تھا جبکہ چھوٹا فراز علی چودہ سال کا تھا بیٹی کا نام گلزار تھا جو کہ بارہ سال کی تھی انکا ایک بہت ہی بڑا اور خوبصورت بنگلہ تھا جہاں وہ مکین تھے اور سب ہنسی خوشی وہاں رہتے تھے کوئی بھی پریشانی ان کے قریب نہیں آتی تھی شرجیل اور فراز ایک ہی کالج میں پڑھتے تھے فراز آٹھویں میں شرجیل سیکنڈ ائیر میں پڑھتا تھا دونوں بہت ذہین اور محنتی تھے اور لزار چھٹی جماعت میں پڑھتی تھی ایکدن شرجیل جب کالج آیا تو اس کے سامنے ایک لڑکا تھا جو کہ اس کا ہم عمر تھا اور پہلی دفعہ اس کے ساتھ نظر آیا تھا شرجیل نے بتایا۔ اس کا نام ذیشان حیدر ہے اور یہ ہماری کلاس میں نیا آیا ہے اور میرا دوست ہے نواب صاحب نے اس کو گھر بلایا اور اس کی خوب خاطر تواضع کی دوپہر کو وہ اپنے گھر چلا گیا اس کی آنکھوں میں کچھ خوف سا تھا۔ جو سب نے محسوس کیا تھا وہ ہر ہفتے نواب صاحب کے گھر آتا تھا اور دو تین گھنٹے رہ کر چلا جاتا حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ جب بھی شرجیل نے اس کے گھر کے بارے میں پوچھا اس نے ٹال دیا ایکدن شرجیل کے بہت اصرار پر اس نے اپنے گھر کا پتہ بتایا کہ میں فلاں گاؤں میں رہتا ہوں اور میرا باپ دونوں رہتے ہیں اور اس کی ماں وفات پا چکی ہیں اگلے ہفتے شرجیل اور اسکا بھائی فراز ذیشان کے گھر چلے گئے اس کا گھر اتنا بڑا تھا دو کمرے تھے ایک کو تالا لگا ہوا تھا گھر اتنا خوبصورت نہ تھا جگہ جگہ سے سیمنٹ اکھڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے بہت پرانا معلوم ہوتا تھا وہ دونوں بھائی اس سے باتیں کرتے رہے ایسے میں وقت کا پتہ ہی نہ چلا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رات کا اندھیرا ہو سو پھیلنے لگا ان کا گھر بہت ہی دور تھا ایسے میں انہوں نے رات یہی پر گزارنے کا فیصلہ کرلیا وہ دونوں کمرے میں سو گئے اور ذیشان باہر سو گیا۔

آدھی رات کا وقت تھا کہ اچانک فراز کی آنکھ کسی کی سرگوشی سن کر کھل گئی اس نے بس اتنا ہی سنا کہ دھیان سے کہیں یہ لڑکے اس مکان کی طرف نہ چلے جائیں۔

بابا آپ فکر نہ کریں میں سہی سلامت ان کو گھر تک پہنچا دوں گا۔

پھر وہ خاموش ہو گئے اور ہر طرف سناٹا چھا گیا یہ آوازیں ذیشان اور اس کے باپ کی تھیں فراز نے سوچا کہ ضرور اس بات میں کوئی راز ہے اس نے اپنے بھائی کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور مکان کی طرف چل دیا وہ آہٹ کیے بغیر مکان کی طرف جا رہا تھا اس نے کمرے میں کسی کو جاتے ہوئے دیکھا اور سنا کہ کوئی آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا آواز عورت کی تھی اس نے کھڑکی کے ساتھ کان لگا دیئے۔

میں نے آج ذیشان کے گھر دو آدمیوں کو دیکھا ہے یہ آواز مرد کی تھی۔

دو دن کا کھانا ہمارے پاس خود بخود آ گیا ہے ذیشان اور اس کے باپ نے ان کو بچا لینا ہے یہ آواز عورت کی تھی۔ اس لیے ان کو کہیں چھپا دیا جائے جاؤ اور ان میں سے ایک کو اٹھا لاؤ ایک مرد نے دوسرے سے کہا۔

اچھا میں جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ بند دروازہ سے کیسے نکلا یہ دیکھ کر فراز کی چیخ نکل گئی اس نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا لیکن اس آدمی کو پتہ چل گیا اور اس نے اس کو اٹھا کر کمرے میں لے گیا۔ تم اسے اتنی جلدی کیسے پکڑ لائے ہو۔

یہ ہماری باتیں سن رہا تھا مجھ کو دیکھ کر بے ہوش ہو گیا تھا۔ سب بہت ہی خوش ہوئے کہ کھانا اتنے دنوں بعد ملا ہے انہوں نے اسے کسی جگہ قید کر دیا تا کہ یہ بھاگ نہ جائے۔

چیخ کی آواز سن کر سب ہی اٹھ گئے شرجیل نے دیکھا کہ اس کا بھائی بستر پر نہیں ہے وہ دوڑتا ہوا باہر آیا اس نے ذیشان سے کہا۔

بھائی کہاں ہے وہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ وہ بھی حیران رہ گیا کہ وہ کہاں جا سکتا ہے۔ سب بہت ہی پریشان ہوئے کہ فراز کہاں جا سکتا ہے انہوں نے اسے بہت تلاش کیا مگر وہ انہیں کہیں بھی نہ ملا۔ انہوں نے گھر کا ایک ایک کونا چھان مارا لیکن اس کا بھائی نہ ملا۔

اس نے اپنے باپ کو بھی فون کر کے کہہ رکھا تھا کہ وہ چار پانچ دن یہاں رہیں گے ان کے باپ کو بھی معلوم ہو گیا کہ لڑکا غائب ہے وہ بھی پریشان تھا وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کچھ ہو گیا ہے جو نہیں ہونا چاہیے تھا اس نے کہا۔

بیٹا میں نے تم سے راز کی بات چھپائی ہوئی تھی کہ یہاں جن بھوت پریت رہتے ہیں اور یہ بدروحیں انسانوں پر حملہ کرتی ہیں۔ ان سے بچنے کے لیے ہم نے تعویز پہن رکھے ہیں اور یہ تعویذ ہی ہمیں بچا لیتے ہیں۔ اور ہم یہ گھر اس لیے نہیں چھوڑ رہے ہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور یہاں آئے گا اور یہ ان بے گناہ لوگوں کو مار دے گی ہو سکتا ہے کہ آپ کا بھائی بھی اس کے حصار میں پھنس گیا ہو اور وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح ان کی قید میں ہو۔

مگر یہ آپ کے گھر آنے والوں کو کیوں مارتے ہیں باہر کیوں نہیں جاتے ہیں۔۔ شرجیل نے پوچھا۔

بیٹا اس لیے کہ ہم نے پیر سے کچھ باہر گھر سے باہر ایک حصار قائم کر دیا ہے جو بھی یہاں آتا ہے یہ اس کو کھا جاتی ہیں بیٹا تم ہماری بات مانو تو یہاں سے چلے جاؤ۔

نہیں انکل میں ان کو ختم کیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا اور اپنے بھائی کو ان بے روحوں کے چنگل سے آزاد کرواؤں گا۔ لیکن انکل یہ گھر اتنا خراب کیوں ہے۔

بیٹا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جب بھی اس کی مرمت کرنے لگتے ہیں یہ ہمیں بہت تنگ کرتی ہیں مزمل نے بتایا۔

ویسے ایسا کب سے ہو رہا ہے۔

میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا ہوں صرف اتنا معلوم ہے کہ ایک دفعہ اس گھر کا تو اصل مالک ہے اس کے پاس مہمان آئے تھے ان میں سے ایک چلہ کر کے کالا جادو کرتا تھا ایک دن ایسا ہوا کہ جتنے بھی مہمان آئے تھے وہ سب کے سب بے جان پڑے تھے ان کو کسی نے بڑی خوفناک موت مارا تھا سب بھیانک موت مرے تھے جب مالک مکان نے کسی عالم سے معلوم کروایا تو پتہ چلا کہ چلے کے دوران وہ حصار بنانا بھول گیا تھا اس وجہ سے اس طاقت نے ان سب کو مار دیا تھا بھیانک موت مالک مکان کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا اس لیے وہ زندہ بچ گیا اور بتایا کہ اس وجہ سے وہ بدروحیں اس کمرے میں قید ہو کر رہ گئی تھیں۔ جب تک کوئی کمرے کا دروازہ کھول کر آگے نہیں جائے گا یہ تنگ کرتی رہیں گی اس مالک نے یہ گھر مجھے دے دیا اور میں اس میں رہنے لگا اور پھر ایک بزرگ کی مدد حاصل کی تو اس بزرگ نے کچھ پڑھا اور پھر اس بزرگ نے اس کمرے کو لاک کر دیا یہ تب سے بند رہتا ہے۔

یہ کہہ کر مزمل چپ ہو گیا۔

انکل یہ کام کسی نے نہیں کیا۔ بدروحوں کو یہاں سے بگانے کا کام۔۔ شرجیل نے اچانک سوال کر دیا۔

نہیں بیٹا کسی میں اتنی جرات نہیں کہ کوئی ایسا کام کرے ان روحوں نے بہت سے انسانوں کو مار دیا ہے اب یہ پتہ نہیں کتنے انسانوں کا خون کرے گی۔

نہیں انکل اب ایسا نہیں ہونے دوں گا ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی وہ کمرے کی طرف جانے لگا

بیٹا رک جاؤ پہلے یہ تعویذ پہن لو اس نے جلدی سے تعویذ پہن لیا۔ رک جاؤ شرجیل میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا ذیشان جو اب تک خاموش تھا نے کہا۔

تو پھر چلو میرے ساتھ۔

دونوں نے کھڑکی سے دیکھا تو وہ روحیں جو نظر نہیں آ رہی تھیں فراز کا گوشت کھا رہی تھیں کیونکہ وہ آدم خور بن چکی تھیں ابھی شرجیل چیخنے ہی لگا تھا کہ ذیشان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا وہ دونوں کچھ دیر بعد فراز کو تڑپتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے اور اپنے ساتھ مٹی کا تیل اور ماچس اور ہتھوڑا لے کر آ گئے۔

ذیشان نے ہتھوڑے سے کافی ضربیں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

لگائیں مگر تالا تھا کہ کھلنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا وہ بہت پریشان ہو گئے اور واپس آ کر کوئی اور ترکیب سوچنے لگے پھر اچانک ہی مزمل نے کہا کیوں نہ ہم اس بزرگ کے پاس چلیں مزمل نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

سب تیار ہو گئے اور پھر بزرگ کے پاس چلے گئے شام کو بابا کے گھر پہنچے سلام دعا کے بعد کچھ دیر یونہی ادھر ادھر کی باتوں میں مگن رہے پھر وہ اپنی اصل بات کی طرف آ گئے بابا نے انہیں بتایا کہ چاند کی چودہ تاریخ کو یہ لاکٹ تالے پر لگا دینا وہ خود بخود کھل جائے گا اور آپ کو پتہ ہے یہ آگ ایسے نہیں لگے گی چاند کی تیرہ کو میں ایک چلہ کروں گا اور یہ عمل پانی کی ایک بوتل پر کروں گا یہ پانی تم نے کمرے میں پھینک دینا ہے آگ خود بخود لگ جائے گی اور وہ بد روحیں جہنم واصل ہو جائیں گی

انہوں نے بزرگ سے اجازت لی اور گھر کی طرف چل دیئے اب مسئلہ یہ تھا یہ پانچ دن انتظار کرنا تھا کیونکہ آج چاند کی نو تاریخ تھی اس دن اس کے باپ نواب صاحب نے کئی دفعہ فون کر کے پوچھا۔ بیٹا خیریت تو ہے ناں شرجیل نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

سب ٹھیک ہے۔

مگر بیٹا کالج سے اتنے دن چھٹی کرنے کی وجہ سے تمہارا نام کاٹ دیا جائے گا۔

بابا ہم نے کالج سے چھٹیاں لے لی تھیں

اس کے باپ کو کیا پتہ تھا کہ چھوٹا بیٹا اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے اس بات کا شرجیل کو بہت غم تھا وقت آہستہ آہستہ گزرتا گیا چوتھے دن ذیشان کا باپ اس کے پاس آیا اور کہا۔

بیٹا میں نے کل بزرگ سے رابطہ کیا تھا اس نے کہا ہے کہ آپ تعویذ اتار دیں کیونکہ جب تک ہمارے پاس یہ تعویذ رہے گا وہ ہم پر حملہ نہیں کر سکتے بابا نے کہا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ وہ ہم پر اٹیک کریں گے تو ہم ان کو قید کر لیں میں نے اپنا تعویذ پھینک دیا ہے اب تم بھی اسے پھینک دو۔

کوئی بات نہیں بابا میں اسے ابھی پھینک دیتا ہوں یہ کہ کر اس نے لاکٹ اتار دیا اور دیوار کے ساتھ لٹکا دیا پھر کیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے اس کی شکل تبدیل ہونے لگی ذیشان کی چیخ نکل گئی چیخ کی آواز سن کر دونوں اس کی طرف دوڑے اتنے میں روح ذیشان کو لے کر کہیں غائب ہو گئی وہ دونوں اس کے پیچھے دوڑے بھی لیکن سب بے سود تھوڑی دیر بعد ذیشان کے چیخنے چلانے کی آواز سنائی دی وہ دونوں بہت غم و غصہ کے عالم میں تھے کہ کب چودہ تاریخ آئے اور کب ان کو جہنم رسید کریں۔

مزمل کا تو غم اور غصہ کے مارے برا حال تھا اور شرجیل اس کو تسلی دے رہا تھا اور کہا تھا کہ بابا میرا بھی بھائی ان روحوں کا مارا ہوا ہے آپ فکر نہ کریں اللہ سب ٹھیک کر دے گا ایک اندھیری رات کے بعد ضرور اجالا ہوتا ہے آخر وہ دن بھی آ گیا جس دن کا سب کو انتظار تھا جس دن ان بد روحوں کا خاتمہ ہونا تھا اس رات بابا نے چلے کی تیاریاں شروع کر دیں ابھی بابا جی کو آدھا گھنٹہ ہی ہوا تھا چلہ کرتے ہوئے کہ ایک طرف سے انہیں ایک سایہ آتا ہوا دیکھائی دیا وہ بزرگ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے یہ کونی ہے وہ روحیں تو قید ہیں پھر یہ کون ہو سکتا ہے۔

اس آدمی نے قریب آ کر کہا پہنچانا مجھے میں کون ہو سکتا ہوں پھر وہ کود ہی بولا۔ اے بوڑھے تو

مجھے ایسے کیوں دیکھ رہا ہے پہلے کبھی چلے کے داسی نہیں دیکھے ہمارا کام ہے جو چلے کرنے اس کو کام سے روکنا چل جلدی کر یہ چلہ چھوڑ دے ورنہ ان دونوں کو مار دوں گا بابا کو پتہ تھا ان دونوں کے گلے میں لاکٹ ہیں وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور بابا نے آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر بعد کھولی تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

اس طرح بابا نے چلہ مکمل کر لیا اور چودہ تاریخ کو پانی کی بوتل دونوں کو دے دی رات کو شرجیل نے لاکٹ تالے کو لگایا تو وہ خود بخود کھل گیا اس کے بعد کنڈی کھولی تو دروازہ ایک خوفناک آواز سے کھلتا گیا اندر ان کو کچھ ہیولے سے دیکھائی دیئے جو ادھر ادھر گھوم رہے تھے وہ آواز سن کر ان کو دیکھنے لگے اور خوش ہو کر کہا۔

دیکھا یہ دونوں خود ہی مرنے کے لیے آ گئے ہیں اور ہم ان کی تکہ بوٹی کر ڈالیں گے ہاہاہا یہ کہہ کر وہ ان کی طرف بڑھنے لگے۔

شرجیل نے بوتل کھول کر پانی پورے کمرے میں چھڑک دیا پھر کیا تھا آگ بھڑک اٹھی وہ دونوں باہر آ گئے اور دروازہ بند کر دیا اندر سے چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں آوازیں اس قدر بھیانک تھیں کہ کانوں کے پردے پھٹنے کا خطرہ تھا ان دونوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں جب تھوڑی دیر بعد دیکھا تو ہر طرف راکھ ہی راکھ دکھائی دے رہی تھی ان دونوں کی آنکھوں میں خوشی و غم کے ملے جلے آنسو تھے خوشی روحوں کے خاتمہ کی وجہ سے تھی اور غم کے آنسو اپنوں کی جدائی کی وجہ سے تھے اگلے دن وہ اپنے گھر آیا اور ساتھ مزمل بابا کو بھی لے آیا تھا شرجیل نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا نواب صاحب کو اور اس کی ماں اور بہن کو بہت دکھ ہوا کیونکہ وہ سب اس سے بہت پیار کرتے تھے وہ بہت روئے لیکن رونے کے علاوہ بھی کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے نہ تو اس کو زندہ واپس لا سکتے تھے اور نہ ہی کچھ اور کر سکتے تھے کچھ دن بعد نواب صاحب نے شرجیل کو جواب اس دنیا میں نہیں رہے۔ شرجیل نے چھوٹی سی دکان لے کر دے دی اس طرح وہ مصروف ہو گیا اب وہ خوش خوش رہنے لگا تھا پھر کبھی بھی ان کو روحوں نے نہیں ستایا تھا وہ جہنم میں جا چکی تھیں جہاں ان کا ٹھکانہ تھا اور ایسے کام کرنے والوں کا جہنم انتظار کر رہی ہے تو جناب کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔

کسی اپنے کے نام

میری چاہت کو ویران نہ کر
اب ایسا کوئی کام نہ کر
میں پہلے سے ہی مدہوش ہوں
مجھے اور زیادہ پریشان نہ کر
میرے ارادے پختہ ہیں
میرے ارادوں کو ناکام نہ کر
دل پہلے ہی زخمی ہے
اور زیادہ لہولہان نہ کر
میرے دل کا گلشن کھلنے دے
اس گلشن کو ویران نہ کر
میرے پیار میں آئے کوئی کمی تو
پرنس بابر کو اپنا نہ کہنا
میرے دل میں سچی چاہت ہے
اس چاہت پر الزام نہ کر
مجھے فقط تیرے سنگ ہی جینا ہے
مجھے دوسروں کا مہمان نہ کر

پرنس بابر علی خان بلوچ ساہیوال

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

خوفناک عاشق

--تحریر۔ عاصم اعوان ۔گل ڈھوگ---

دوست ثاقب اس لڑکی پہ عاشق ہو گیا تھا ثاقب ایک خوفناک عاشق تھا دن میں تین لڑکیوں کر لفٹ دیتا تھا جب اس کی نظر ٹونی پر پڑی تو ٹونی نے کا دل ہی لوٹ لیا آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا ٹونی اور ثاقب کے دل میں محبت بڑھتی رہی اور ددنوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے دونوں نے کبھی بھی ایک دوسرے کے سامنے اظہار نہیں کیا تھا اتفاق سے ایک دن ثاقب جنگل کو لکڑیاں کاٹنے گیا اور بلال اکیلا تھا اور جنگل میں اس کو ٹونی نظر آ گئی جو نہی اس کی نظر ٹونی پر پڑی تو بولا۔

یہاں اکیلی کیوں آئی ہو۔

ٹونی نے ایک دم اپنا حلیہ تبدیل کیا ثاقب ڈر گیا تھا دراصل ٹونی چڑیل تھی اور دیکھتے ہی ٹونی کے نوکیلے دانت باہر آ گئے اور ثاقب بہت ڈر گیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ٹونی غائب ہو گئی اور ثاقب ڈر کی وجہ سے بھاگ گیا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈروانی کہانی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک گاؤں میں ایک لڑکی رہتی تھی اس کا نام ٹونی تھا ہمارے گاؤں کی بہت ذہین لڑکی تھی ایک دن میرا دوست ثاقب اس لڑکی پہ عاشق ہو گیا تھا ثاقب ایک خوفناک عاشق تھا دن میں تین لڑکیوں کر لفٹ دیتا تھا جب اس کی نظر ٹونی پر پڑی تو ٹونی نے کا دل ہی لوٹ لیا آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا ٹونی اور ثاقب کے دل میں محبت بڑھتی رہی اور ددنوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے دونوں نے کبھی بھی ایک دوسرے کے سامنے اظہار نہیں کیا تھا اتفاق سے ایک دن ثاقب جنگل کو لکڑیاں کاٹنے گیا اور بلال اکیلا تھا اور جنگل میں اس کو ٹونی نظر آ گئی جو نہی اس کی نظر ٹونی پر پڑی تو بولا۔

یہاں اکیلی کیوں آئی ہو۔

ٹونی نے ایک دم اپنا حلیہ تبدیل کیا ثاقب ڈر گیا تھا دراصل ٹونی چڑیل تھی اور دیکھتے ہی ٹونی کے نوکیلے دانت باہر آ گئے اور ثاقب بہت ڈر گیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ٹونی غائب ہو گئی اور ثاقب ڈر کی وجہ سے بھاگ گیا۔

اچانک اس کو گاؤں کا ایک دوست گلاب حنیف نظر آ گیا وہ بھاگتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ اور اس نے سارا حال اس گلاب حنیف کو بتا دیا اور ساتھ اس کا دوست عرفان ۔اور منصف دونوں آ گئے ثاقب نے سب کو یہ بات بتا دی انہوں نے ثاقب کو گھر لے آئے اور ثاقب نے قسم کھائی کہ آج کے بعد کسی لڑکی کو نہیں دیکھوں گا اور ثاقب ایک شریف انسان بن گیا اور آرام سے زندگی گزارنے لگا اب وہ چڑیل نا جنگل میں ہے نہ گاؤں میں ہے ۔سب کچھ چھوڑ کر جا چکی ہے

خوفناک دیو

محمد عزیز جو کہ اپنے گاؤں میں رہتا تھا۔

ایک دن اپنے گاؤں سے گزر رہا تھا پہلے کئی سال پہلے وہ اسی گاؤں میں رہتا تھا گاؤں کا پانی بند ہو گیا تھا گاؤں کے سبھی لوگ پریشان تھے کہ اب کیا ہو گا کیونکہ پانی ایک خوفناک دیو نے بند کر دیا تھا جب عزیز گاؤں کا بڑا آدمی تھی وہ لوگوں کو لے کر دیو کے ڈیرے میں پہنچا تو لوگوں نے عزیز کے نعرے مارنے شروع کر دیئے دیو نے عزیز کو پکڑ کر دور پھینک دیا اور عزیز بہت زخمی ہو گیا تو لوگ بھاگ گئے عزیز نے لوگوں کو بھاگتا ہوا دیکھا تو وہ بھی تیزی سے بھاگ گیا تو گاؤں میں جو شہزادی تھی شہزادی نادیہ کے پاس لوگ چلے گئے لوگوں نے سارا معاملہ شہزادی نادیہ کو بتایا تو شہزادی نے ایک شاپر لے کر اس میں کچھ جوتے ڈالے اور کچھ کپڑے ڈالے اور لوگوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو گئی لوگ شہزادی کے ساتھ مل کر پہاڑ پر پہنچے تو لوگوں نے دیکھا کہ خوفناک دیو پہاڑ کے پیچھے ہے تو شہزادی نادیہ نے لوگوں کو ادھر ہی روکا اور خود اکیلی پہاڑ کی طرف گئی دیو نے اپنے نوکیلے دانت نکالا کر شہزادی سے کہا۔

کیوں آئے ہو۔

اس نے کہا میں آپ کے لیے تحفہ لائی ہوں

جاؤ آپ کا یہ تحفہ میں قبول نہیں کرتا۔

شہزادی بولی نہیں میں آپ سے لڑنے نہیں آئی ہوں تو دیو نے تحفہ قبول کر لیا دیو بولا۔

میں تحفے کے بدلے کیا آپ کو دوں۔

شہزادی نے کہا پانی دو۔

دیو جلدی سے پانی کے آگے جو پتھر رکھے تھے وہ ہٹا دیئے اور پانی زور شور سے پہاڑی سے نیچے گرا لوگ پانی کو دیکھ کر خوشی خوشی شہزادی نادیہ کا واپسی کے لیے گاؤں پہنچنے پر عزیزوں کو اس پر شرم محسوس ہوئی لوگوں نے شہزادی نادیہ کے نعرے لگائے۔

اے کے نام

چین سے پھر سو نہیں پائے
تجھ سے وعدہ تھا کہ مسکرائیں گے
ہجر میں ہم رو نہیں پائے
ایک مدت سے تم نہیں آئے
ایک مدت سے سو نہیں پائے
کھیت بنجر ہے اس لیے اب تک
بیج محبت کے بو نہیں پائے
ہم فنا ہو گئے پھر بھی
داغ دامن کے دھو نہیں پائے
تجھ سے بچھڑے تو عمر بھر اے
ہم کسی کے ہو نہیں پائے

---------یوسف صدیقی۔چشتیاں

غزل

رہ رہ کر زندگی بکھر جاتی ہے
جانے دعا دل سے کدھر جاتی ہے
روز چڑھتی ہے زندگی اشکوں کی
روز بنا بہے یہ اتر جاتی ہے
اب تک کھل کر رونا بھی محال ہے
لب تک آتے آتے خواہش مر جاتی ہے
ان کو کیا خبر حالت کی ہماری
خوشی سامنے سے آ کر گزر جاتی ہے
مت طول دے اتنا دور و فریاد
آنکھیں اشکوں سے بھر جاتی ہیں

زوبیہ کنول چوک متیلا---------

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

خونی چمگادڑیں

--تحریر۔محمد ندیم عباس میواتی۔پتوکی۔حصہ اول---

ہریرہ نے تلوار نکالی دوسرا قدم رکھنے کی بجائے تلوار رکھی قدرے جھک گیا تلوار کا رکھنا تھا کہ آگ کا شعلہ تلوار سے ٹکرایا جنگلیوں کے شور کی آواز بلند ہونے لگی کم ان ہریرہ سنبھل کر آگے بڑھو مصباح خوشی سے چلائی سامنے مختلف کلر کی سلیپ بنی ہوئی تھی سبز پیلی ریڈ ہریرہ سوچنے لگا کسی کو چھوا جائے غور فکر کے بعد سبز سلیپ کر تلوار جمائی تو وہ اندر کو دھنس گئی ہ اندر جھونکا تو بے شمار ہڈیاں نظر آئیں اب دو سلیپ تھیں جو موت کا خیمہ تھیں ہریرہ نے اللہ کا نام لیا اور ریڈ سلیپ پر قدم رکھا تو کچھ بھی رونما نہ ہوا ایک بار پھر قدم جما کر جمپ لگا تا ہوا دروازہ پر پہنچ گیا۔جس پر مختلف انواع کی آنکھیں بنی تھیں اے نوجوان یہ آخری کھاتی نما امتحان ہے قتل لڑاؤ مصباح و نادر بھی دعاؤں کے ساتھ ہمت دلانے لگے اس نے تھوڑی دیر کے بعد ہرن کی آنکھ میں تلوار گھونپ دی تو اس سے تیر آگ کا شعلہ نکلا جو کہ ہریرہ کو جھلستا ہوا گزر گیا کرب سے اس کی چیخ بلند ہوئی اس کے قدم ڈگمگانے لگے ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی

کوہ کاف کی سرزمین پر کئی پریوں اور دیواؤں نے حکومت کی جن میں نیک دل بھی گزرے اور جابر سرکش بھی مگر ایک رواج سب میں تھا وہ یہ کہ معمولی درجہ کے جنون سے خدمت گزاری و محنت مزدوری کا کام لیا جاتا ان کو غلام ہی رکھا جاتا تھا ان کی نسلیں غلام در غلام چلی آرہی تھیں وہ بس ہماشکتی شالی والوں کے ظلم و ستم کا نشانہ ہی بنتے آرہے تھے مگر جب پری بلقیس کوہ کاف کی ملکہ بنی تو اس نے اپنی حکومت میں اعلان کروایا کہ آج سے تمام جن آزاد ہیں سب کو برابر کے حقوق دیئے جائیں گے اس اعلان سے کوہ قاف کے غلام طبقہ جنوں میں خوشیاں ہی خوشیاں رقص کرنے لگیں وہ ملکہ بلقیس کے شکر ادا کرنے لگے ہر طرف اس کے گیت گائے جانے لگے جہاں یہ اعلان ملک میں خوش حالی لایا تھا اور وہاں کے دیو اس کے مخالف بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے ان کی تھی سرکشی جاری ہو چکی تھی۔

ان سب سے زیادہ جالوت دیو سرکش ہوا تھا کیونکہ وہ لاکھوں جن غلاموں کا سردار تھا اس کی شہنشاہت انہی کی بدولت قائم تھی اپنی مرضی کے مطابق ان سے کام لیتا تھا مجال کوئی غلام سر اٹھاتا مگر ملکہ بلقیس کے اعلان نے اس کی ساری ٹھاٹھ باٹھ ختم کر کے رکھ دی تھی اسی وجہ سے وہ ملکہ بلقیس سے انتقام لینے کے لیے اندر ہی اندر کھولتا ہوا طاقتیں جمع کرتا پھر رہا تھا اور کوئی اور اپنے ہم مثال کر اپنے ساتھ ملا چکا تھا ملکہ بلقیس بھی اس کے ارادے سے باخبر تھی مگر وہ خاموش تھی کیونکہ کوہ قاف کے قانون کے مطابق اس وقت تک کوئی کارروائی نہیں کی جاتی تھی جب تک وہ منظر عام سرکشی نہ کرے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اوراس کی طرف سے ابھی اعلانیہ کی بغاوت ظاہر نہیں ہوئی تھی مگر وہ جانتی تھی کہ جلد مہا دیوؤں کو اس کے خلاف ورغلا کر وقت جمع کر لے اسی لیے وہ اس کی طرف سے کافی حد تک فکر مند تھی وہ محل میں ادھر ادھر ٹہل رہی تھی تبھی ایک ضعیف العمر بزرگ حاضر ہوا اور شاہی آداب بجالاتے ہوئے بولا سلام ملکہ عالی جاہ۔

اس کے ٹہلتے قدموں کی حرکت ساکت ہوئی سلام کا جواب دیتے ہوئے اپنے کمرہ خاص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چل دی وہ بھی پیروی کرتا چلا بزرگ شموک وہ مخاطب ہوئی۔

جی ملکہ عالی جاہ۔

نہایت ادب سے سر قدر جھکاتے ہوئے بولا۔ جالوت مخفی طور پر مغاوت کر رہا ہے اور اس نے کئی مہا دیوؤں کو اپنا ہمنوا بنالیا ہے وہ ضرور کھلے عام بغاوت کرے گا۔

ہم اس کی طرف سے بہت فکر مند ہیں ہمیں کوئی مشورہ دیں کہ کس طرح اسے روکا جائے۔

جی ملکہ عالی جاہ۔

میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ قوتیں جمع کر رہا ہے پھر کچھ دیر کمرے میں سانسوں کی آواز گونج رہی تھی جیسے دونوں پر سکون انداز میں اپنے دماغ کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا رہے ہوں۔

ملکہ علی جاہ

وہ مخاطب ہوا۔

جی وہ متوجہ ہوئی۔ اس کی سرکشی سے نجات کے لیے ہمیں اس سے زیادہ طاقتیں حاصل کرنی چاہئے تبھی تو ہم اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

بزرگ شموک بتائیں پھر ہمیں کون سی طاقتیں حاصل کرنی چاہئے جس کے مقابلے کی تاب نہ سکے۔

ملکہ عالی جاہ۔ ناراضگی سے امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔ ملکہ بلقیس نے اس کی طرف دیکھا بولیں۔ بزرگ شموک کیا کہنا چاہتے ہیں۔

ملکہ عالی جاہ میرے خیال میں ہمیں خونی چمگادڑوں کی فوج کو قابو میں لانا چاہئے۔

نہیں نہیں یہ ناممکن ہے وہ اٹھ کھڑی ہوئی

کیوں ممکن نہیں ملکہ عالی جاہ۔

ہم کوشش کریں گے سوچو اور اگر وہ ہمارے قبضہ میں آگئی تو ان کی طاقتوں کے سامنے جالوت تو کیا کوئی بھی مہا سے مہا جادوگر بھی ہماری حکومت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرت نہیں کر سکے گا۔

اگر وہ قابو میں نہ آئیں تو وہ شموک کا منہ تکنے لگی۔ وہ بدستور خاموش بزرگ شموک تم اچھی طرح جانتے ہو کہ کس طرح ان خونی چمگادڑوں نے کوہ قاف کو ذرا سی غلطی ہونے کی بنا پر آدھے سے زیادہ کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔

بہت مشکل سے اس انسانی دیوتا نے انہیں قید کر کے ہماری جان بچائی تھی لیکن اب وہ انسان کہاں ہے وہ تلوار کہاں ہمیں کچھ خبر نہیں سب کے لیے تلاش کرنا ممکن ہیں وہ نرم پڑتے بولی۔

ملکہ عالی جاہ۔

آپ مجھے انسانی دنیا جانے کی اجازت دیں باقی خدا کی رضا و مرضی شامل حال رہی تو امید دلاتا ہوں ملکہ عالی جاہ کو ناراض نہیں کروں گا۔

ٹھیک ہے شموک۔ وہ نارمل انداز میں بولی جیسے نیم رضا مندی ظاہر کر رہی ہو۔ جالوت کے چہرے کے رنگ بدلنے لگے وہ پیچ و تاب کھانے لگا کیونکہ وہ خونی چمگادڑوں کی طاقت سے باخوبی

واقف تھا وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے گھونسے مارے ہوئے ٹہلنے لگا تھا وہ جانتا تھا کہ اگر وہ طاقت مہارانی بلقیس کے قبضہ میں آگئی تو وہ ہمارا حشر نشر کر کے رکھ دے گی۔ یکا یک اس شیطانی دماغ میں ایک آئیڈیا آیا اس نے فوراً اپنے ہمنواؤں اور کئی دیوؤں کی جمع کیا اور ان کو ورغلانے لگا۔

میرے ساتھیو۔ تم خونی چمگادڑوں سے باخوبی واقف ہو کہ کس طرح بڑی مشکل اور بہت سی قربانیوں کے بعد ان کو قید کیا گیا تھا ان کی وجہ سے ہم نے اپنے سینکڑوں کی لاشوں کو اپنے ہاتھوں سے اٹھایا تھا کتنی ہی قربانیوں کے بعد سکون حاصل کیا تھا مگر اب سب کچھ تباہ و برباد ہونے والا ہے

وہ کیسے مہاراج وہ سب یک زبان بولے۔

مہارانی بلقیس حکومت کے نشے میں چور کر خونی چمگادڑوں کو آزاد کر رہی ہے وہ چاہتی ہے کہ ہم سب کو نیست و نابوت کر دے تا کہ ہمیشہ ہمیشہ اس کی حکومت قائم رہے۔ وہ سب حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے جالوت کا وار کام کر گیا تھا۔

نہیں مہاراج ہم اسے ایسا کبھی نہیں کرنے دیں گے ایک دیو کھڑا ہو کر بولا۔ کیا کر لے گا تو شموش وہ اسکی طرف متوجہ ہوا۔

ہم لڑیں گے مہارانی سے۔

اچھا تو لڑو گے۔ کیا تم میں اتنی ہمت ہے کہ تم مہارانی کا مقابلہ کر سکو۔ وہ خاموش رہا کیونکہ جانتا تھا کہ وقت حکومت سے بغاوت موت کا پروانہ تھا۔

پھر آپ ہی بتائیں مہاراج ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ سب یک زبان بولے وہ زہریلی مسکراہٹ لاتے ہوئے بولا۔

اب تو ٹھیک کہا ہے کہ میں کیا کرنا چاہئے ہم سے مطلب ہم سب کو اپنے ملک کی خاطر ایک ہو کر مقابلہ کرنا ہے تبھی تو ہم سب اور ہمارے ملک کے جن و پری کو مہارانی کے شر سے بچا سکتے ہیں سبھی نے ایک ساتھ اتفاق کیا۔ وہ اپنی کامیابی پر بہت خوش ہوا وہ یہی چاہتا تھا کہ سب اس کے ساتھ ہوں یوں ملکہ کے خلاف بہت بڑی قوت حاصل ہو جائے گی بغاوت کرنے کے وقت ملکہ اس کا کچھ نہ بگاڑ پائے گی پھر اس نے دوسری چال چلی اور کہا۔ میرے ساتھیو۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم وہ تلوار ملکہ سے پہلے حاصل کر لیں پھر خونی چمگادڑیں ہمارا قبضہ میں ہوگی یوں ہم ملکہ کا مقابلہ با آسانی سے کر سکیں گے۔

ٹھیک ہے مہاراج۔ ہم سب حاضر ہیں جو حکم دو بجالائیں گے۔

تم میں سے کون ہے جو انسانی دنیا میں جائے گا طلسماتی تلوار حاصل کرنے اس نے دوسرا تیر چھوڑا وقت خاموشی کے بعد شموش نے رضا مندی ظاہر کی جالوت نے اسے انسانی دنیا میں میوزیم جانے کا حکم دیا کہ وہاں وزیر شموک ملے گا اس کے پاس نقشہ ہوگا جس کے ذریعے وہ تلوار حاصل کی جائے گی تم اسی وقت روانہ ہو جاؤ کیونکہ انسانی دنیا میں جاتے سے تمہیں کئی دن لگ جائیں گے اور ہاں ایک بات کا خاص خیال رکھنا کہ وہاں جادو کا استعمال کم سے کم کرنا ورنہ کسی جادوگر کے ہاتھوں قید ہو جاؤ گے وہاں جادو بہت عام اور مہا شکتیوں والے جادوگر رہتے ہیں۔

جو حکم ہمارے سردار آقا۔ سبھی چلے گئے اور وہ اپنی فریبی چال کی کامیابی پر بہت خوش ہوا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ کب کا ملکہ بلقیس کی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادیتا۔

گرو ہمارے ملک میں ان عاملوں نے کتنی دھوم مچا رکھی ہے جدھر دیکھو بنالی بابا بنگالی بابا ہی ہو رہی ہے کیوں نہ ہم بھی کسی بابا جی کی صحبت اختیار کرلیں یوں روز کی چھوٹی موٹی چوری چکاری سے آخر کب تک وقت چلائیں گے مجھے سب بکواس لگتے ہیں یہ جعلی بنگالی بابا انہیں کی بدلوت کلنگ ہے ہمارے ملک بنگلہ دیش پر کہ کالا جادو یہ کرتے ہیں ہریرہ نے چڑ کر کہا جب کہ اس کا شاگرد نادر شاہ کی یہی تکرار رہتی تھی کہ ہم کسی بنگالی بابا کی صحبت اختیار کرلیں تاکہ جادوروں کے ذریعے راتوں رات زیر ہوجائیں۔

وہ کافی حد تک روز روز کی چوری بھاگ سے تنگ آچکا تھا اس وقت بھی یہی تکرار کررہا تھا جب کہ اسکا گرو ہریرہ میوزیم میں رش ختم ہونے کا انتظار کررہا تھا جیسے ہی رش ختم ہوا تو وہ چپکے سے میوزیم میں گھس جائیں گے تاکہ آج کی روٹی کا بندوبست ہوجائے وہ دونوں بچپن سے چوریاں کرتے آرہے تھے وہ کس ماں کے لال تھے کا کس جرم کی سزا میں انہیں یہ ذلت بھری زندگی ملی تھی بالکل نا آشنا تھے۔ جب ہوش سنبھالا تو خوش کو یہی چوری چکاری کرتے پایا وہ پہلے اپنے گرو مقوقس کے لیے چوری کرتے تھے مگر اب وہ بھاگ کر خوش کفیل ہوچکے تھے۔

گرو لوگ جارہے ہیں گیٹ بند ہونے والا ہے ہم اندر کیسے جائیں گے۔ ہریرہ نے بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ بیگ کھول کر چلا اٹھا

نہیں نہیں گرو مجھ سے یہ سب نہیں ہوگا تمہیں یاد ہے نا کہ پہلے گودام میں میرا کیا حشر ہوا تھا مگر ہریرہ اس کی بات کو نظر انداز کیے اپنی پلاننگ کررہا تھا کچھ دیر بعد میوزیم کی لائٹس آف کردی گئی اب وہاں مکمل سناٹا تھا۔

چلو ہم پچھلی جانت سے چلتے ہیں۔ نادر نہ نہ کرتا رہا چارونا چار پیچھے ہولیا۔ انہوں نے پچھلی جانب سے میوزم کی چھت پر رسہ پھینکا جس کی کمند کنگرے میں اڑ گئی وہ رسے کی مدد سے اوپر چڑھنے لگے تھوڑی دیر اطراف کا جائزہ لیا کہیں چوکی دار ادھر نہ آجائے پھر رسیوں کی مدد ر سے میوزیم کے اندر کودنے لگے پہلے ہریرہ کودا پھر نادر شاہ ابھی تک رسے ساتھ چمٹا ہی ہوا تھا۔

استاد مجھے ڈر لگ رہا ہے۔

ابے کچھ نہیں ہوتا شاباش جلدی کودو۔

نہیں استاد مجھ سے نہیں ہوگا۔ ہریرہ نے اسے گھورا تو وہ بولا۔

استاد میں آتا ہوں پکڑو ہاں آجاؤ۔ ہریرہ نے بازو پھیلا دیئے تو وہ اوندھے منہ زمین پر آگرا

سوری یار میں پکڑ نہ سکا۔۔ ہریرہ نہ دانت نکالتے ہوئے کہا جب کی نادر شاہ کی کراہت درد میں ڈوبتی ہوئی تھی مگر لڑکھڑاتا اٹھ بیٹھا تھا۔ اچھا میری بات غور سے سنو۔ ادھر ادھر ہاتھ مت لگانا ورنہ آلارم جب اٹھیں گے بس جو میں کہتا جاؤں وہی اٹھانا۔

جی گرو جی وہ میوزیم کی پہلی منزل پر آگئے وہاں قدرے اندھیرا ہی اندھیرا تھا دوسری منزل پر دو اور بھی سائے حرکت کررہے تھے وہ خفیہ انداز میں کسی چیز کو تلاش کررہے تھے ان کے ہاتھوں میں شمع روشن تھیں جن کی روشنی سے وہ پرانے کاغذات کو ٹٹول رہے تھے پروانے شمع پر قربان ہو رہے تھے جن سے چرن چرن کی آواز پیدا ہورہی تھی جو کہ پرمہیب سناٹے میں واضح سنائی دے رہی تھی۔ وہ کتاب کہاں رکھی تھی۔

یہی تو رکھی تھی نا۔ بابا۔

تمہیں خیال نہیں رہتا وہ بولا جب کہ دوسری نسوانی آواز خاموش تھی وہ کچھ بڑبڑا رہا تھا ماحول شمع کی پراسرار روشنی سے وحشت زدہ لگ رہا تھا۔ وہ دونوں چھوٹی موٹی چیزوں کو اپنے بیگ میں سمیٹ رہے تھے۔

استاد یہ کیا ہے۔ اس نے نیلے رنگ کی ڈبیا اٹھاتے ہوئے کہا۔

چھوڑو اسے تم جو کہا ہے وہ کرو ناشر نے منہ بسورتے ہوئے ڈبیا کو اچھالا تو اس سے نیلے رنگ کی روشنی پھیلی جس سے نادر شاہ چلا کر کئی چیزوں کو گراتا چلا گیا آلارم بجنے لگا۔

اوہ یہ آواز کیسی ہے۔ لگتا ہے کوئی جلدی سے جاؤ دیکھو کون ہے۔ وہ دونوں سایوں سے ایک نے دوسرے کو کہا۔۔ تو وہ جلدی سے پہلی منزل پر آیا اب پہلی منزل میں بلب روشن تھا۔

کون ہو تم۔ اور یہاں کیا کررہے ہو۔ ایک مٹھاس بھری نسوانی آواز ان کی سماعتوں سے ٹکرائی جونہی پلٹ کر دیکھا پلکیں جھپکنا ہی بھول گئے ان کے سامنے گلابی رنگت مثل مہتاب آبشار کی طرح گہری اس کی لمبی زلفیں جنہوں نے اس کے کندھوں کا احاطہ کررکھا تھا نیلی جھیل آنکھوں والی حسینہ ماہ جبیں کھڑی تھی۔

میں پوچھتی ہوں کون ہو تم

مم۔۔ ہم۔۔ کچرا صاف کرنے والے ہیں ہریرہ نے گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

تم صفائی کرنے والے تو نہیں لگتے۔ تم چور ہو چلو بھاگو یہاں سے وہ بھاگنے۔ لگے تو اس حسینہ نے ان کی طرف ہاتھوں کو حرکت دی تو وہ دونوں زنجیروں سے جکڑے گئے۔ا

اوہ۔ گرو دیکھو اس نے جادو کا استعمال کیا ہے۔ ہاں ہم جیسے لوگوں کو پکڑنے کا یہی طریقہ بچا ہے ان جادوگروی کے لوگوں کے پاس۔ ورنہ ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ ہمیں چھوڑ دو۔ تم ہمارا کیا کروگی۔

میں تم دونوں کو گھر لیجا کر آگ میں جلاؤں گی وہ مسکراتے ہوئے بولی۔۔ اس کے دانت موتیوں کی طرح چمکتے دکھائی دے رہے تھے جن میں ہریرہ کب کا مدہوش ہورہا تھا۔

گرو کچھ کرو۔۔ نادر چلاتے ہوئے لگا تبھی انہیں دوسری منزل سے چلانے کی آواز آئی وہ پہلی منزل کی طرف دوڑی تو وہ دونوں بھی اس کے پیچھے کھنچتے چلے گئے ایک دیو دس بارہ جن نما فوجی دستہ کے ساتھ ڈے کو پکڑے کھڑا تھا جو دوسری منزل پر اس حسینہ کے ساتھ تھا۔

شموک وہ نقشہ بتاؤ کہاں ہے ہم تمہاری جان بخش دیں گے۔ وہ تلوار اس کی گردن پر تانے کہہ رہا تھا تبھی اس حسینہ نے اپنے ہاتھوں کو حرکت دی تو نیلے رنگ کی باریک بجلی کی مانند لہریں اس ڈیو سے ٹکرائی وہ لڑکھڑا کر منہ کے بل گر مگر فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا بولا۔

بٹی مصباح بھاگ جاؤ یہاں سے اور میرا مشن ضرور پورا کرنا نقشہ ان کی طرف اچھالتے ہوئے دیو جلدی سے اس کی طرف بڑھا تبھی اس حسینہ نے دیوار کی طرف ہاتھ کو حرکت دی تو وہاں دورازہ بن گیا اور وہ جلدی سے اس میں کود گئی ہریرہ اس کا چلہ بھی اس کے پیچھے گرتے چلے گئے لڑکی بھاگنے نہ پائے سب راہ پر پہرہ لگا دو۔ وہ دیو اپنی فوج سے چلایا۔ وہ فوراً حکم کی تکمیل میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میوزیم کے ارد گرد پھیل گئے اور وہ بھاگ رہی تھی وہ دونوں چیختے چلاتے اس کے پیچھے طلسماتی زنجیر میں جکڑے ہوئے گھسٹتے جا رہے تھے ہو جس راستے بھی بھاگتے کی کوشش کرتی ادھر ہی فوجی نظر آتے تھے وہ ان کا مقابلہ کرتی بھاگ رہی تھی

پلیز ہمیں کھولو ہم تمہارا ساتھ دیں گے ہریرہ نے ہانپتے ہوئے کہا۔ تو اس نے ہاتھوں کو حرکت دی وہ آزاد ہو گئے اب وہ تینوں مقابلہ کرتے ایک طرف باہر نکل آئے تھے لیکن ابھی بھی بھاگ رہے تھے وہ بھاگتے بھاگتے ایک پارک میں پہنچے وہاں کافی رش لگا ہوا تھا وہ ان میں شامل ہو گئے وہ وہاں سے ہوتے ہوئے ان کو اک غار نما محل میں لے گئی وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ کون سی جگہ ہے

یہ کیا ہے سب کون ہیں وہ ہریرہ نے پوچھا۔

یہ فوج تھی جو تمہاری تلاش میں آئی تھی کیونکہ تم چور ہو وہ اصل بات کو چھپاتے ہوئے بولی۔

واہ واہ ہم چور ہیں وہ ہمارے پیچھے آیا تھا۔ تو تم لوگ بھاگ رہی ہو۔۔ ہریرہ نے طنزاً کہا وہ بوکھلا گئی۔

کیوں میرے پیچھے کیوں لگی ہو میں کون سا چور ہوں بلکہ میں تو جادوگرنی ہوں ہاہاہا۔ بڑی آئی جادوگرنی اپنا کام بھی ٹھیک طرح سے نہیں کر سکتی۔ وہ اس کے حاضر دماغی پر دنگ رہ گئی انگلیوں کے پوروں کو نرم نازک ہونٹوں سے کاٹنے لگی اب وہ غار نما محل میں آرام سے بیٹھ چکے تھے۔

ہمیں سچ سچ بتاؤ اصل بات کیا ہے ہم چور ضرور ہیں مگر تمہاری مدد کریں گے وہ سوچتی ہوئی بولی۔

ٹھیک ہے آؤ میرے ساتھ میں سب بتاتی ہوں وہ انہیں ساتھ لے کر ملکہ بلقیس اور جالوت کی کہانی سنانے لگی۔

جالوگ گرجتا ہوا بولا تم کہتے ہو میں پریشان نہ ہوں تم ایک معمولی سی لڑکی کو پکڑنے میں ناکام رہے شموش گردن جھکائے کھڑا تھا۔

میرے آقا مجھے معاف کر دو اب غلطی نہیں ہو گی ہوں۔

تم ٹھیک کہتے ہو شموش تم واقعی غلطی نہیں کرو گے وہ اس کی طرف بڑھنے لگا جب کہ شموش تھر تھر کانپتا ہوا معافی مانگ رہا تھا اس نے اپنے ہاتھوں کو حرکت دی نیلے رنگ کی شعاعیں اس کے جسم میں پیوست ہونے لگی وہ درد سے چیخنے چلانے لگا۔

مجھے معاف کر دو میرے آقا مجھے معاف کر دو اس کے جسم میں ڈراڑیں پڑنے لگیں جن سے سبز مائل مادہ بہنے لگا اس کے کانوں سے سانپ کی مانند آنتیں باہر نکل آئیں وہ لوٹ پوٹ ہونے لگا جبکہ جالوت قہر بھری نظروں سے گھور رہا تھا کچھ دیر بعد سکون لوٹ آیا بجلی کی لہر ختم ہو چکی تھی۔

یہ تو بہت تھوڑی سزا ملی ہے شموش اگر اب ناکام لوٹے تو تمہاری موت بھیانک ہو گی یہ ایک ایسا غلام تم میں ڈال دیا ہے جو ہر پل تمہارے اندر آگ سلگاتا رہے گا میں وعدہ کرتا ہوں جب تم وہ شکتی مجھے لا کر دو گے تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا وہ اس کے پاس جھکتے ہوئے بولا۔ شموش اس بار مجھے ناراض مت کرنا مہارانی سے انتقام میں اس سے زیادہ سلگ رہا ہوں۔ جس قدر تم اس آگ میں جل رہے ہو وہ کہتا ہوا چلا گیا جب کہ شموش ابھی تک وہی پڑا کراہ رہا تھا۔

اچھا تو یہ بات ہے ہریرہ نے ٹھنڈی طویل سانس لی ہاں یہی میری حقیقت بیانی ہے وہ باتیں کرتے انہیں اک پرانے کھنڈر نما ہوٹل میں لے آئی جہاں مختلف شکل کے لوگ سیاحت کی غرض سے آئے ہوئے تھے ان کی شکلیں ان کے اوسان کی نشان دہی کر رہی تھی۔

دیکھو اگر وہ ریڈ ہیرا حاصل کرنے میں تم میری مدد کر دو تو میں اُس کے ذریعے کرشماتی تلوار تک پہنچ جاؤں گی۔

تم اس تلوار کا کرو گی کیا۔

بس یہ چھوڑ و یہ سمجھو کہ وہ میرے کام کی ہے ویسے بھی تم لوگ سمجھ نہیں پاؤ گے۔

کیوں نہیں سمجھ پائیں گے۔ تم پہلے بتاؤ ورنہ ہم تمہاری مدد نہیں کریں گے ہریرہ بضد بولا۔

بس یہ سمجھ لو کہ اس تلوار کے ذریعے مہارانی اپنے ملک کی حفاظت کرے گی تا کہ کوئی بھی جادوگر وہاں حملہ آور ہو اوہ تو اس سے تم جادوگروں کا ہی فائدہ ہو گا۔

ہمیں کیا مطلب اس سے لہذا ہم تمہاری مدد کیوں کریں۔

دیکھو اگر میرا فائدہ ہے تو وہاں تمہارا مطلوب بھی ہے۔

کیا مطلب۔ ہمارا کیا مطلوب۔ ہریرہ نے آنکھیں سکیڑیں۔

تمہارا مطلوب یعنی وہاں بہت سے ہیرے جواہرات بھی ہیں یوں تم کو دولت مل جائے گی۔

اوہ تم ہمیں لالچ دے رہی ہو۔

نہیں میں تمہیں لالچ نہیں تمہاری زندگی سنوار رہی ہوں تا کہ تمہاری اس چوری چکاری والی ذلت آمیز زندگی سے جان چھوٹ جائے۔

ہم چور سہی مگر تم لوگوں سے حد درجہ بہتر ہیں کیونکہ ہم چور ایک دوسرے کی مدد تو کرتے ہیں اور تم جادوگر تو اک دوسرے کی پیٹھ پیچھے وار کرتے ہو۔ ہریرہ نے طنزاً کہا۔

سب جادوگر ایک جیسے نہیں وہ گنوار جادوگر ہوتے ہیں جو اپنی شکتیوں کی خاطر ایسا کرتے ہیں۔

ٹھیک ہے ہم تمہاری مدد کو تیار ہیں۔

ارے گرو یہ کیا بکواس ہے آج تم بھی ان باتوں پر یقین کرنے لگے۔

کہاں کوہ قاف ہیرا کرشماتی تلوار مجھے تو سب بکواس لگتا ہے اس لیے ہم اس کی باتوں میں نہیں آئیں گے۔ چلو یہاں سے وہ بضد بولا۔

نہیں یار میں زبان دے چکا ہوں۔

اوہ مطلب میری کوئی قدر نہیں اپنے ہار کے بدلے کچھ نہیں سوچتے میں نہیں جانے والا وہ دوسری طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ ہریرہ اسے دھکیلتا ہوا قدرے فاصلے پر لے گیا۔

ارے بیوقوف ہم کون سا سچ مچ کر رہے ہیں کیا مطلب گرو۔

مطلب تم ہیرے کی قیمت جانتے بھی ہو ہم صرف وہ ریڈ ہیرا حاصل کر کے رفو چکر ہو جائیں گے یوں ہمارے دن پھر جائیں گے۔

اوہ بہت تیز ہو گرو۔ پہلے کیوں نہیں بتایا۔

اب تو پتہ چل گیا ناں۔ اب اوورایکٹنگ بند کرو۔ وہ جلدی سے ہریرہ سے لپٹ گیا۔

واقعی گرو۔ کمال سوچ رکھتے ہو اوہ اب یہ اوورایکٹنگ بند کرو اور چلو مصباح انکی کھسر پھسر سے بے نیاز تھی ہم تیار ہیں نادر نے جھکتے ہوئے کہا تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی جن میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہریرہ قید ہوئے جا رہا تھا۔

چلو دوستو۔ ہم سب سے پہلے ریڈ ہیرے کی طرف چلتے ہیں جو کہ پچھم کے پہاڑوں کے درمیان جنگلی بستی میں ہے چلو ہم تیار ہیں اس نے انہیں آنکھیں بند کرنے کی تلقین کی تھوڑی دیر بعد یوں محسوس ہوا جیسے ہوا کا طوفان ان کے جسم سے ٹکرایا ہو جس میں خوشگوار ہوا کی آمیزش شامل تھی کچھ لمحے بعد تعمیل حکم کرتے انہوں نے اپنی آنکھیں کھول دیں یہ کیا سامنے کا منظر بالکل بدل چکا تھا اطراف میں جنگل تھا سامنے بستی تھی کیا ہم اڑ کر آئے ہیں نادر اچھنبے میں بولا۔

یہ وقت سوال و جواب کا نہیں ہمارے پاس وقت کم اور ذمہ داریاں زیادہ ہیں مصباح گویا ہوئی۔ تبھی اک لمبا ترنگا بھوت نما انسان شکل وصورت ہیبت ناک ان کی طرف بڑھا۔

اوہ گرو بچاؤ۔ نادر ڈرتے ہوئے ہریرہ کے پیچھے ہولیا۔

کون ہو تم۔ اور یہاں کیوں آئے ہو گرجتی آواز کانوں میں گردش کرتی ہوئی سنائی دی وہ دونو ں خوف وحشت سے دو قدم پیچھے ہٹ گئے جبکہ مصباح اپنی جگہ مضبوط کھڑی تھی کون ہو

تم سنا نہیں کیا۔ وہ پھر گرجا۔

ہم سردار سے ملنا چاہتے ہیں۔ مصباح نے مضبوط لہجے میں کہا وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر عجیب وغریب آواز میں بڑبڑایا تو چند اس کے ہم شکل نکل آئے وہ ان کی رہنمائی کرتا تینوں کو ایک طرف لے چلا کچھ اقدام کی مسافت پر اک جھونپڑی نظر آئی جس کے سامنے وہ نگہبان ننگی تلواریں تان کر کھڑے تھے وہ ان کو وہی روک کر اندر چلا گیا۔ وہ اطراف کا جائزہ لینے لگے جب وہ

کافی حد تک سہمے ہوتے تھے وہ باہر آ گیا اور بولا چلو وہ اندر اک سرنگ نما دروازے میں داخل ہوئے تھوڑا چلے باہر سے چھوٹی سی نظر آنے والی جھونپڑی اندر سے کسی بادشاہ کے محل سے کم نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ چلتے حیرانگی سے اطراف کا جائزہ لے رہے تھے سامنے چبوترے پر چند لڑکیوں کے جھرمٹ میں لنگوٹا کسے لمبا بدشکل انسان بیٹھا ہوا تھا وہ وہاں پہنچے تو ان کو لے جانے والے جنگلی جے ہو جے ہو کے نعرے لگاتے ہوئے چلے گئے پھر تین آنکھوں والے بھوت نما انسان نے مودب کہا۔

سردار یہ لوگ سردار سے ملنا چاہتے ہیں

کون ہو تم کیوں ملنا چاہتے ہو۔ وہ درشت لہجے میں بولا۔

ہم بنگلہ دیش سے آئے ہیں ہمیں ریڈ ہیرا مطلوب ہے جو کہ آپ کی ملکیت میں ہے مصباح گویا ہوئی۔

اوہ تم جادوگروں کے دیش سے آئے ہو بہت اچھے خوشی ہوئی تم سے مل کر۔

ٹھیک ہے میں آنے والے مہمانوں کی قدر کرتا ہوں مگر وہ ہیرا خونی بھول بھلیاں میں ہے تم سے پہلے بھی بہت سے لوگ آئے تھے مگر کوئی بھی اس ہیرے تک نہیں پہنچ پایا قدم قدم پر موت رقص کرتی ہے ہیرا اسی کا ہے جو اسے وہاں سے نکال لائے تم آئے ہو تو اپنی قسمت آزما لو تو کون تم دونوں میں سے جاننا چاہتا ہے ہریرہ تیار ہو گیا۔

اے بہادر نوجوان خیال سے وہ سامنے تہہ خانہ ہے اس میں ہیرا ہے مگر اس تک پہنچنے کے لیے موت سے لڑنا ہوگا۔

میں تیار ہوں۔۔ جیسے ہی ہریرہ نے خونی

بھول بھلیاں میں قدم رکھا یک دم کئی تیر اس کے دائیں بائیں سے اسے چھوتے ہوئے گزر گئے ریڈ روشنی پھیل گئی۔ ہریرہ نے تلوار نکالی دوسرا قدم رکھنے کی بجائے تلوار رکھی قدرے جھک گیا تلوار کا رکھنا تھا کہ آگ کا شعلہ تلوار سے ٹکرایا جنگلیوں کے شور کی آواز بلند ہونے لگی کم ان ہریرہ سنبھل کر آگے بڑھو مصباح خوشی سے چلائی سامنے مختلف کلر کی سلیپ بنی ہوئی تھی سبز پیلی ریڈ ہریرہ سوچنے لگا کسی کو چھوا جائے غور فکر کے بعد سبز سلیپ کر تلوار جمائی تو وہ اندر کو دھنس گئی ہ اندر جھونکا تو بے شمار ہڈیاں نظر آئیں وہ سمجھ گیا کہ یہ کون لوگ تھے سردار داد دینے لگا۔ شاباش بہادر نوجوان عقل مند لگتے ہو آگے بڑھو اب دو سلیپ تھیں جو موت کا خیمہ تھیں ہریرہ نے اللہ کا نام لیا اور ریڈ سلیپ پر قدم رکھا تو کچھ بھی رونما نہ ہوا ایک بار پھر قدم جما کر جمپ لگاتا ہوا دروازہ پر پہنچ گیا۔ جس پر مختلف انواع کی آنکھیں بنی تھیں اے نوجوان یہ آخری کھائی نما امتحان ہے عقل لڑاؤ مصباح و نادر بھی دعاؤں کے ساتھ ہمت دلانے لگے اس نے تھوڑی دیر کے بعد ہرن کی آنکھ میں تلوار گھونپ دی تو اس سے تیر آگ کا شعلہ نکلا جو کہ ہریرہ کو جھلستا ہوا گزر گیا کرب سے اس کی چیخ بلند ہوئی اس کے قدم ڈگمگانے لگے جنگلیوں کا شور معدوم پڑ گیا ہریرہ گرا ہوا تھا یوں معلوم ہوتا جیسے عدم روانہ ہو چکے ہوں مصباح زور زور سے چلانے لگی

ہریرہ اٹھو ہریرہ اٹھو۔ موت کا سوگ طاری تھا تبھی ہریرہ کے جسم نے حرکت کی زندہ ہے زندہ ہے جنگلیوں کا شور بلند ہوا مصباح و نادر کے بہتے آنسو تھم گئے۔

اے نوجوان اٹھو ورنہ موت کا شکنجہ آن پہنچے گا گرو اٹھو نادر چلایا کم ان ہریرہ ہمت کرو مصباح کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو بے جان جسم میں پھڑپھڑاہٹ پیدا ہوئی وہ لڑکھڑاتے اٹھ کھڑا ہوا واپسی موت کو دعوت تھی سامنے گونا کہ عزرائیل کھڑا تھا وہ تلوار کا سہارا لیتے ہوئے دروازے کے سامنے ہوا غور کرنے لگا تبھی اس کی نظر خاص ہیرے نما آنکھ پر ٹھہری دل نے گواہی دی کہ یہی تیرا مطلوب ہے دیر نہ کر دل کی بات ہاتھوں کے ذریعے ہمت پیدا کرتی تلوار اٹھائی ہیرا نما آنکھ میں جا گھسی تبھی چرچراہٹ سے دروازہ کھل گیا۔ اندر ریڈ روشنی پھیل گئی وہ اندر گیا جہاں ریڈ ہیرا جگمگا رہا تھا بے اختیار اس کے منہ سے واہ نکل گیا وہ ہیرا اٹھاتا ہوا باہر آیا جہاں تالیوں کی گونج تھی مصباح و نادر دوڑ کر اس سے لپٹ گئے واہ واہ نوجوان تم واقعی عقل مند اور قابل تعریف ہو شکریہ ہریرہ نے کہا۔

نہیں نہیں شکریہ نہیں میں پچاس برس سے اس انتظار میں تھا کہ کوئی ایسا بہادر نوجوان آئے جو ہیرے کو نکال کر لائے جس پر میرا قانونی حق ہے لاؤ بہادر نوجوان اسے میرے حوالے کر دو جو میرا حق ہے۔

کیوں تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ جو نکال کر لائے اسی کا ہے۔ نہ نہ نہ۔ میرے دوست وہ سب فراڈ تھا اگر میں سچ کہتا تو ہیرا کیسے حاصل کرتا۔ لاؤ شاباش اسے مجھے دے دو وہ ان کے گرد گھیراؤ تنگ کرنے لگا۔ تبھی وہاں طرابلس اپنے جادوئی فوجی دستے کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے اس کہانی کا دوسرا اور آخری حصہ اگلے شمارے میں پڑھنا مت بھولئے گا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

آتما کا شکار

--تحریر- گلاب خان سولنگی- راولپنڈی---

لڑکے کی موت کے بعد چند دن تک علاقے میں امن رہا لیکن پاس والے گاؤں سے ایک دن اطلاع ملی کہ آدم خور چیتا پھر وہاں ایک آدمی کو اپنا نشانہ بنانے میں کامیاب ہوگیا ہے اب تو میرے علاوہ باقی پورے گاؤں والوں کو یقین ہو گیا تھا کہ اس آدم خور چیتے پر کسی آتما کا سایہ ہے لیکن میری سوچ اس کے بالکل برعکس تھی میں چیزوں کو روایتی نہیں بلکہ سائنٹیفک طریقے سے سوچتا تھا میری اب تک کی تحقیق کے مطابق وہ چیتا کوئی عام چیتا نہیں تھا بلکہ وہ ایک آدم خور چیتا تھا جس کی زبان پر انسانی خون کا چسکا پڑ چکا تھا اسی لیے وہ عام بھیڑ بکریوں کو چھوڑ کر صرف اور صرف انسانوں کا شکار کرتا تھا اور اب وہ میری گولی کا شکار ہونے والا تھا۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

یہ واقعہ تقسیم ہند سے پہلے کا ہے برٹش سرکار نے اپنے تار میں مجھ سے انسانیت کے نام پر اپیل کی کہ میں فوری طور پر ہندوستان کی ریاست چھتیس گڑھ کے ایک نواحی گاؤں قصبے پریم نگر روانہ ہو جاؤں اور وہاں کے باشندوں کو اس بلائے بے درماں سے نجات دلاؤں جو ایک آدم خور چیتے کی شکل میں ان پر نازل ہو گئی تھی میں نے اپنے کیمپ کا ساز و سامان اسی روز اپنے ملازموں کے ہمراہ پریم نگر روانہ کر دیا اگلے روز میں خود بھی پریم نگر پہنچ گیا پریم نگر پہنچ کر ابھی میں اپنے گھوڑے کی پیٹ سے اترنے بھی نہ پایا تھا کہ رونے پیٹنے کی آوازیں بلند اور رنجیدہ صداؤں نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کی پریم نگر جنوبی ہندوستان چھتیس گڑھ کی ویران اور بنجر سی پہاڑیوں کے دامن میں ایک اچھوتا سا گاؤں تھا۔

اب پہاڑیوں پر جا بجا کانٹے دار جھاڑیاں اگی ہوئی تھی جگہ جگہ غار موجود تھے جہاں درندے آ کر سے پناہ لے سکتے تھے پریم نگر کے ارد گرد دو چار چار گز کے فاصلے پر اسی کچھ کے کچھ اور بھی دیہات تھے جن میں کچے مکانات تھے بلکہ زیادہ تر گھاس اور بانس سے بنائی ہوئی جھونپڑیاں تھیں ان دیہات میں زیادہ تر ہندو لوگ آباد تے جو تمام تر ان پڑھ اور تہذیب و تمدن سے نا آشنا چھوٹی سی ذات کے ہندو تھے یہ لوگ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ رکھتے تھے معمولی کھیتی باڑی کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے میرے دریافت کرنے پر میرے ملازمین نے مجھے بتایا کہ آج صبح جب یہاں سے کوئی ایک میل دور بکریاں چرانے والی ایک بیوہ عورت کے دس بارہ سالے بچے کو ایک چیتا اٹھا کر لے گیا ہے اور ابھی تک نہیں ملا۔

ابھی تک اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا میں نے گھوڑے کو یوں ہی چھوڑا اور اسی وقت گاؤں کے اندر چلا گیا وہاں مرد عورتوں کے بچوں کا ایک ہجوم جمع تھا اور یہ سب لوگ بے اختیار رو رہے تھے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میں سب سے بلند آواز رونے کی اس عورت کی تھی جو چیتے کا شکار ہونے والے لڑکے کی ماں تھی میرے وہاں پہنچتے ہی ان لوگوں نے مجھے گھیر لیا اور مجھ سے فریاد کی میں اس آدم خور چیتے کا کھوج لگا کر اسے اپنی گولی کا نشانہ بنا ڈالوں میں نے ان لوگوں سے کہا کہ وہ پہلے رونا دھونا بند کریں اور پھر مجھے بتائیں کہ یہ واقعہ کب سے اور کیسے رونما ہوا ہے میری ہدایت کے مطابق وہ لوگ کچھ چپ ہوئے لیکن لڑکے کی ماں پھر بھی رو رہی تھی اور کسی طرح خاموش ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

اس غم ناک حادثے کا عینی شاہد کوئی سولہ سترہ سال ایک نوجوان تھا جو اس لڑکے کے ہمراہ خود بھی بکریاں چرا رہا تھا اس نے بتایا کہ میں اور وہ لڑکا آج صبح یہاں سے ایک میل پر بکریاں چرا رہے تھے ہم لوگ بکریاں چرا رہے تھے کہ لڑکے کو پیاس محسوس ہوئی اور وہاں سے چند قدم کے فاصلے پر واقع ایک تالاب سے پانی پینے چلا گیا اور اچانک میں نے دیکھا کہ قریبی جھاڑیوں میں سے ایک چیتا نکلا اور بکریوں کے ریوڑ کے پاس سے گزرتا ہوا لڑکے کی طرف بڑھا میرا ابھی تک یہ خیال تھا کہ وہ بکری اٹھائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا اس نے کسی بکری کو کچھ ہیں کہا بلکہ لڑکے کی طرف بڑھتا چلا گیا میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے لڑکے پر چھلانگ لگا دی جو حالات سے بے خبر تالات کے کنارے پر بیٹھا ہوا پانی پینے میں مصروف تھا اس کی گردن پکڑی اور لڑکے کو گھسیٹا ہوا جس طرف سے آیا تھا اسی طرف کو جھاڑیوں میں گھس گیا یہ واقعہ کچھ اتنی تیزی سے پیش آیا کہ میں گھبراہٹ میں لڑکے کو اس خطرے سے خبردار بھی نہ کر سکا اور پھر مارے ڈر کے وہاں سے گاؤں میں بھاگ آیا۔

لوگوں نے مجھے مزید بتایا کہا تین ماہ کے عرصے میں پندرہ کے قریب مرد عورتوں اور بچوں کو اپنا نشانہ بنا لیا ہے اس کے حملوں کا زیادہ تر نشانہ وہ لوگ بنتے ہیں جو رات کو اپنے کھیتوں میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں یا پھر جن کے مکان اور جھونپڑیاں جنگل کے کنارے واقع تھیں۔

چیتا اب تک حملے رات کی تاریکی میں کرتا تھا یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے دن کے اجالے میں بکریاں چرانے والے لڑکے کو اپنا نشانہ بنایا تھا میں ان حالات کو سن کر اپنے کیمپ میں واپس آ گیا مجھے گاؤں والوں کا غیر ہمدردانہ اور بزدلانہ رویہ دیکھ رہے حد افسوس ہوا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی اب تک لڑکے کی لاش کی تلاش میں نہیں نکلا تھا دوسری طرف مجھے ان کی بے بسی پر ترس بھی آ رہا تھا میں نے وہ پوری رات سوچ کر گزار دی اگلے دن صبح کو میں ٹہلتا ہوا جنگل کے قریب واقع فاریسٹ آفیسر کے دفتر پہنچ گیا میں نے باہر بیٹھے چپڑاسی سے پوچھا کیا اندر فاریسٹ آفسر موجود ہیں اس نے فوراً مجھے سلام کیا اور بتایا کہ فاریسٹ آفیسر اپنے حال نما کمرہ میں تھا جو نہایت ہی خستہ حال اور پرانی لکڑی کے تختوں سے بنا ہوا تھا وہاں پو موجود فاریسٹ آفیسر نے بڑی گرم جوشی سے میری آؤ بھگت کی میں ہوں وجے کمار اس علاقے کا فاریسٹ آفیسر۔

اس نے ہاتھ ملاتے ہوئے اپنا تعارف کروایا لیکن میرے چہرے پر ناگواری کے تاثرات عیاں تھے۔

مسٹر وجے کمار حد ہو گئی ہے آخر چشم پوشی کی۔ وہ میرے الفاظ پر چونکتے ہوئے بولا۔ انگلش بابو میں سمجھا نہیں ہوں آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں میں نے کرچی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ مسٹر وجے کمار آپ یہاں کے فاریسٹ آفیسر ہیں اور آپ برٹش سرکار سے اس کی تنخواہ بھی لے رہے ہیں یہ پچھلے کچھ ماہ سے اس آدم خور چیتے نے جو یہاں کی تباہی کی ہے وہ آپ کو نظر نہیں آ رہی۔ جو اس لیے مجھے چیتے کو مارنے کے لیے لندن سے بلایا گیا ہے۔ اور ویسے بھی آپ کو میرے یہاں آنے کا مقصد تو پتا چل گیا ہوگا۔

انگلش بابو مجھے آپ کے آنے کا پتا چل گیا تھا وجے نے مختصر جواب دیا اور اپنی کرسی پر جا بیٹھا دیکھو مسٹر وجے یہ معاملہ بہت ہی سنگین ہے اور اسے لے کر برٹش گورنمنٹ بھی شدید پریشان ہے اس آدم خور چیتے نے کتنے لوگوں کو مارا ہے اور کتنوں کو گھائل کیا ہے اور اس عرصے میں آپ کو ڈیپارٹمنٹ نے کیا ایکشن لیا ہے میں چاہوں گا کہ آپ تفصیل سے مجھے بریف کریں۔ اس نے چپڑاسی سے چائے لانے کو کہا اور بڑے ہی مہذب انداز سے مجھے سمجھانے لگا۔

دیکھئے انگلش بابو مجھے بھی یہاں کا چارج لیے چند ماہ ہوئے ہیں جب میں یہاں نیا نیا پوسٹنگ آیا تھا تو مجھے بھی گاؤں والوں سے چیتے کی کہانیاں سننے کو ملی تھیں اور ہمارے ڈیپارٹمنٹ نے ان شکایات کی ازالہ بھی کیا اور ہمیں چیتے کو زندہ پکڑنے کا آرڈر دیا بعد ازاں ہم نے ایک چھوٹی سی ٹیم بنائی اور جان جوکھم میں ڈال کر اس چیتے کو زندہ پکڑ لیا تھا اور برٹش سرکار کے کہنے پر اس چیتے کو ہم نے دہلی کے چڑیا گھر بھجوا دیا تھا یہ جو گاؤں والے اب جس آدم خور چیتے کی بات کرتے ہیں وہ حقیقت کم اور افسانہ زیادہ لگتا ہے حیرت ہے لیکن گاؤں والے تو۔

اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا دیکھئے سرکار گاؤں والے تو کچھ اور بھی کہتے ہیں جس کا شاید آپ کو علم نہیں ہے۔ ایسی کونسی بات ہے جو گاؤں والے مجھ سے چھپا رہے ہیں۔

مجھے حیرت میں دیکھ کر وہ زیر لب مسکرایا چھوڑیئے صاحب جی آپ کو ایسی باتوں پر یقین نہیں آئے گا۔ یار ابھی بتا تجھی دو میرے حیرت اور تجسس کے ملے جلے اصرار پر وہ گویا ہوا۔

صاحب جی گاؤں والے کے مطابق یہ جو نیا آدم خور چیتا ہے اس پر کسی آتما کا سایہ ہے۔

واٹ۔ میرا منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا آتما کس کی آتما۔

دیکھئے سر جی وہ تو مجھے پتا نہیں ہے لیکن گاؤں والے کہتے ہیں کہ چند ماہ پہلے اس چیتے نے ایک ایسی عورت کو کھایا تھا جس پر آسیب کا سایہ تھا اور اب اس عورت کی آتما اس چیتے پر قابض ہے اسی لیے وہ آدم خور بن گیا ہے۔

کیا آپ نے بھی اس عورت کی لاش دیکھی تھی۔ میرے سوال پر وہ چونک سا گیا اور کہنے لگا لاش تو میں نے نہیں دیکھی تھی اس عورت کی لاش دور جنگل میں پائی گئی تھی اور وہ لاش بری طرح سے مسخ شدہ تھی لیکن کوئی بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسے چیتے نے مارا ہے یا کسی اور درندے نے مسٹر وجے یہ آپ کی باتوں میں مجھے الجھا دیا اس آتما کے چکر سے نکلو اور مجھے بتاؤ کہ کس طرح آپ نے اس چیتے کو زندہ پکڑا تھا میرا مطلب ہے کہ میں بھی ماہر شکاری ہوں جانتا ہوں کہ ایسے درندوں کو زندہ پکڑنا کیسا مشکل کام ہے اور جان کو

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کھل والا کام ہوتا ہے شاید آپ کے تجربے سے مجھے بھی فائدہ حاصل ہو جائے اتنے میں چپڑاسی چائے لے کر آیا اور ہمارے سامنے رکھ دی میں نے چائے کا کپ اٹھایا اور وجے کمار کے وجواب کا انتظار کرنے لگا میری دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اس نے اس نے مسکراتے ہوئے کہا

ارے چھوڑیئے سر بڑی لمبی کہانی ہے اور آپ کا وقت بہت قیمتی ہے مسٹر وجے میرے پاس وقت ہی وقت ہے آپ چیتے کو زندہ پکڑنے کی کہانی شروع کیجئے اس نے چائے کا کپ نیچے رکھا اور اپنی آپ بیتی سنانے لگا۔

جیسا کہ میں پہلے آپ سے ذکر کر چکا ہوں کہ آج سے کوئی پانچ ماہ پہلے میں یہاں پر بطور فاریسٹ آفیسر تعینات ہوا تھا اس وقت بھی ایک چیتے نے پریم نگر میں تباہی مچا رکھی تھی اور آئے دن بھیڑ بکریوں کے ساتھ گاؤں والوں کو بھی اپنا نشانہ بناتا رہتا تھا لوگوں نے تنگ آ کر برٹش سرکار کو عرضی دی چونکہ ان دنوں جنگلی جیوت بچانے کی ایک مہم چل رہی تھی سو برٹش سرکار نے ہمیں اس چیتے کو گولی مارنے کے بجائے زندہ پکڑنے کا آرڈر دیا وقت طور پر تو گاؤں والوں کو برٹش سرکار کا یہ فیصلہ پسند نہیں آیا لیکن میرے سمجھانے پر وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ آپ لوگ کسی بھی جنگلی جیوت کو نہیں مار سکتے جنگلی جانوروں کا تحفظ ہم سب پر فرض ہے باقی رہا چیتا تو اس کو پکڑنا ہمارا کام ہے آپ پریشان نہ ہوں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو اس چیتے سے بہت جلد نجات مل جائے گی۔

میری اس بات پر گاؤں والے مطمئن میں نے آفس جا کر سب سے پہلے اپنے بالا آفیسر کو اطلاع دی اور ان سے چیتے کو زندہ پکڑنے کا پلان بھی شیئر کیا۔ چیتے کو پکڑنے کے لیے ہمیں کچھ سامان درکار تھا ان میں کچھ چیزیں پہلے ہی موجود تھیں جب کہ بقیہ چیزیں ہم نے بازار سے منگوائیں میں نے اپنے دفتر کے اسٹاف کو بلایا جو کہ چھ افراد پر مشتمل تھا۔

ساتھیو جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں برٹش سرکار کی طرف سے چیتے کو زندہ پکڑنا ہوگا اور چیتے کے متعلق تو آپ لوگوں کو معلوم ہی ہوگا کہ اس نے کس طرح گاؤں والوں کا جانی اور مالی نقصان کیا ہے اگر گاؤں والے اپنے طور پر ایک ایک کر کے ان جانوروں کو ماریں گے تو یہ پورا جنگل جنگلی جیوت سے خالی ہو جائے گا سو ہمارا فرض ہے کہ جانوروں کے ساتھ ساتھ گاؤں والوں کا تحفظ بھی یقینی بنائیں میرا پلان یہ ہے کہ کل دوپہر کو ہم سارے لوگ چیتے کو پکڑنے کا سامان لے کر جنگل میں جائیں چاہیے ہمیں کتنے ہی دن لگ جائیں مگر ہم خالی ہاتھ واپس نہیں آئیں گے اور اگر ہر چیز پلان کے مطابق ہوئی تو ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے ابھی آپ لوگ تیاری کریں جب تک میں مطلوبہ سامان کا جائزہ لیتا ہوں ہمارے اسٹاف میں سارے افراد تعاون کرنے والے تھے اور وہ میری سربراہی میں اس خطرناک مہم پر جانے کے لیے تیار ہو گئے تھے بعد ازاں میں نے سامان کا معائنہ کیا سامان میں لوہے کا ایک بڑا پنجرا تھا جس میں چیتا وغیرہ آسانی سے اندر سما سکتا تھا۔

چند مضبوط رسیاں کچھ ڈنڈے ٹارچ کھانے پینے کا سامان کپڑے لیے مین ٹینٹ گینتی بیلچہ چیتے کو پکڑنے کے لیے ایک بکری۔ کا بچہ اور بھی ضرورت کا بہت سا سامان ہم نے لیا اور یہاں اپنے تحفظ کے لیے کچھ بندوقیں بھی ساتھ رکھیں تاکہ کسی خطرے کی صورت میں ہم لوگ اپنی حفاظت بھی کر سکیں دوسرے دن پلان کے مطابق ہم لوگ مطلوبہ سامان لے کر جنگل میں آ گئے آگے آگے میں چل رہا تھا اور میرے پیچھے پیچھے اسٹاف کے باقی لوگ میرے علاوہ دو بندوں کے ہاتھ میں بندوقیں تھی ہم جب کے چار بندے پنجرہ اور باقی سامان اٹھائے میرے پیچھے پیچھے آ رہے تھے جنگل میں چلتے چلتے شام ہو گئی تھی جنگل کافی گھنا اور پر خطر نام تھا ہر طرف پرندوں اور جنگلی جانوروں کی آوازیں آ رہی تھیں ہم بڑی احتیاط سے چیتے کے ٹھکانے کی تلاش کر رہے تھے۔ چونکہ وہ پہاڑی جنگل تھا اس لیے ہمیں یقین تھا کہ چیتا کسی چھوٹے موٹے غار میں ہی رہتا ہوگا اندھیرا ہونے کو تھا اس لیے میں نے اپنے اسٹاف سے کہا۔

اندھیرا ہونے سے پہلے ہمیں اپنے رہنے کے لیے خیمے لگانے چاہیے باقی تلاش کل کریں گے میرے کہنے کے مطابق ایک جگہ کا انتخاب کیا تھا اور وہی پر ٹینٹ لگانے شروع کر دیئے یہ جگہ جنگل کہ بالکل درمیان میں تھی اور پاس ہی پانی کی ایک چھوٹی سی نہر بھی تھی کافی محنت کے بعد ہم نے ٹینٹ لگا دیئے اور اپنا سارا سامان وغیرہ سیٹ کر کے رات کے کھانے کی تیاری کرنے لگے چونکہ سردی کے دن تھے اس لیے ہم نے کافی سوکھی لکڑیاں اکھٹی کی ہوئی تھیں اور ان میں آگ لگا کر ہم لوگ اپنے اپنے ہاتھ تاپ رہے تھے سب نے گرم کپڑے پہن رکھے تھے رات کا کھانا کھا کر کافی دیر رک کر ہم لوگ آگ کے قریب بیٹھے رہے اور گپ شپ کرتے رہے ویسے اس قسم کی ہم سے ہمارا پہلی بار واسطہ پڑا تھا اور ویسے بھی ایسے مناظر فلموں میں ہی دیکھنے کو ملتے ہیں رات کو جنگل اور بھی زیادہ خوف ناک لگ رہا تھا دور سے الو کے چلانے اور گیدڑ کے چیخنے سے ماحول اور بھی وحشت ناک ہو گیا تھا جب تک آگ جلتی رہی ہم لوگ بھی بیٹھے رہے اور آگ کے بجھتے ہی ہم لوگ سونے کی تیاری کرنے لگے تین بندوں کو پہرہ دینے کے لیے منتخب کیا جو باری باری پہرہ دیتے رہے رات دیر سے کس وقت آنکھ لگی پتا ہی نہیں چلا صبح جب آنکھ کھلی تو جنگل کی صبح دیکھنے کے لائق تھی ہر طرف پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں ایک مسحور کن کیفیت پیدا کر رہی تھیں میں نے سب سے خیریت پوچھی اور ناشتہ کر کے پھر اپنی مہم کے لیے نکل پڑے پورا دن تلاش کے بعد شام کو ہمیں کچھ جھاڑیوں کے درمیان میں ایک چھوٹا سا غار نما کھڈہ نظر آیا جس کے اندر اندھیرا ہی اندھیرا تھا ہم لوگ وہاں رک گئے میں نے دیکھا کہ اس جگہ پر ہر طرف ہڈیاں ہی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں ہم سب نے سوچا ہو نہ ہو یہ وہی جگہ ہے جس کی ہمیں تلاش ہے ہم نے ذرا قریب جا کر دیکھا تو ہمیں کچھ پیروں کے نشان بھی نظر آئے جس سے ہمارا شک یقین میں بدل گیا کیونکہ وہ نشان ہو بہو چیتے کے پاؤں کے تھے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

مجھے یقین ہے کہ چیتا اسی جگہ رہتا ہوگا اور وہ رات کو یہاں ضرور آئے گا ہمیں اس کو قابو کرنے کے لیے اسی جگہ پنجرے کر رکھنا پڑے گا آپ لوگو کا کیا خیال ہے۔

سب لوگوں نے میری تائید کی اور لوہے کا پنجرہ غار کے قریب ہی رکھوا دیا اور بکری کے بچے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کو پنجرے میں کے دروازے کو باندھا اور ان رسیوں کا ایک تنا جھاڑیوں میں چھپا دیا تا کہ جوں ہی چیتا اندر پنجرے میں داخل ہو تو ہم لوگ رسیوں کو کھینچ کر فورا دروازہ بند کر دیں شام ہونے لگی تھی اور اہم نے بھی چیتے کو پکڑنے کا سامان اچھی طرح لگا دیا اور قریب ہی گھنی جھاڑیوں میں جا کر چھپ گئے میرے ہاتھ میں بندوق تھی احتیاط اگر چیتا ہم پر حملہ کر دے تو ہم لوگ اپنی حفاظت کے لیے گولی چلا سکیں آہستہ آہستہ اندھیرا چھانے لگا اور ہم لوگ بھی الرٹ ہونے لگے ہم نے پنجرے کے پاس تھوڑی سی روشنی کا بھی بندوبست کیا تھا تا کہ ہمیں کچھ نظر آ سکے وقت کے ساتھ ساتھ ہمارا تجسس بھی بڑھتا گیا ہمیں انتظار کرتے کافی وقت گزر گیا تھا کہ اچانک دور سے ہی ہمیں چیتے کے دھاڑنے کی آواز آنے لگی میں نے اپنے ساتھیوں کو خبردار کیا ہماری نگاہیں پنجرے کی طرف تھیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ چیتا ہمارے سامنے آ گیا چیتا جیسے ہی اپنے ٹھکانے کے قریب آیا تو اس کی نظر پنجرے میں موجود بکری کے بچے پر پڑی جو چیتے کو دیکھ کر زور زور سے چلانے لگا چیتے کو بھی ماحول میں تبدیلی کا اندازہ ہو گیا تھا لیکن وہ دن بھر کا بھوکا تھا اور بکری کے بچے کو دیکھ کر زور زور سے غرا رہا تھا اور غصے سے ادھر ادھر دیکھنے لگا اور ہم لوگ تو پہلے ہی سانسیں روکے بیٹھے تھے اور سوچ رہے تھے کہ اگر چیتے کو ہماری موجودگی کا شک ہو گیا تو ہماری خیر نہیں لیکن ہم ایک نیک مقصد کے لیے نکلے تھے اس لیے ہمارے حوصلے بلند تھے چیتے نے پہلے چاروں طرف دیکھا اور پھر وہ آہستہ آہستہ پنجرے کی طرف بڑھنے لگا اور پھر وہ پنجرے میں داخل ہو گیا اس نے ایک ہی پنجے سے بکری کے بچے کا کام تمام کر دیا ہم لوگوں نے بھی فورا رسیوں کو کھینچ کر پنجرے کا منہ بند کر دیا چیتا زور زور سے پنجرے کی سلاخوں کو ٹکر مارنے لگا اور باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی وہ پنجرے میں پھنس چکا تھا ہم لوگ بھی جھاڑیوں سے باہر نکل آئے اور جلدی سے ایک بڑا سا تالا اس پنجرے کے دروازے کو لگا دیا چیتا ہمیں دیکھ کر اور بھی زیادہ دھاڑنے لگا تھا چیتے کو پنجرے میں دیکھ کر ہم سب لوگ بہت خوش ہوئے آج پورے گاؤں میں جشن کا سماں تھا چیتے کو دیکھنے سارا گاؤں آیا تھا تو اور آس پاس کے دیہاتوں سے بھی لوگ چیتے کو دیکھنے آئے تھے برٹش سرکار نے اس چیتے کو دہلی کے چڑیا گھر میں بھیجوا دیا اور ہماری کامیابی پر ہمیں انعام و کرام سے بھی نوازا گیا

اوہ۔ مسٹر وجے۔ واٹ اے گریٹ۔۔۔ اسٹوری آپ کی یہ کوشش واقعی قابل داد ہے اس کا مطلب ہے کوئی اور چیتا ہے جس نے پورے پریم نگر میں وحشت پھیلائی ہوئی ہے وجے کمار نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا بھگوان جانے وہ چیتا ہے یا پھر آتما۔

کیا یار تم بھی۔ اتنے بہادر آدمی ہو کر بھی ایسی باتیں کرتے ہو خیر چیتا ہو یا آتما لیکن میں آپ کی طرح اسے زندہ نہیں پکڑوں گا بلکہ ایک ہی بولی سے اس کا کام تمام کر دوں گا۔

وش یو گڈ لک وجے نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے وش کیا اور میں واپس اپنے کیمپ میں آ گیا میں کافی دیر تک ان حالات پر سوچتا رہا بار بار اس عورت کا روتا ہوا چہرہ میرے سامنے آ جاتا تھا جس کے لڑکے کو وہ چیتا لے کر گیا تھا میں نے

اپنی رائفل سنبھال لی اور گاؤں کے چھ سات دوسرے آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیا اور لڑکے کی لاش کی تلاش میں نکل کھڑے ہوا لڑکے کی ماں نے بھی ساتھ چلنے کی ضد کی ہم جلدی ہی تالاب کے کنارے پہنچ گئے وہاں لڑکے کے گھسیٹے جانے کے آثار موجود تھے چنانچہ ان کی مدد سے ہمیں لڑکے کی لاش تک پہنچنے میں کوئی خاص دقت پیش نہ آئی چیتے نے لڑکے کی لاش کو ایک خشک نالے میں ایک جھاڑی کے نیچے چھپا رکھا تھا اس نے لڑکے کی ایک ٹانگ کا کچھ حصہ کھا لیا تھا باقی لاش موجود تھی لیکن اسکا حلیہ اس طرح بگڑ چکا تھا۔ لاش کی حالت جیسی بھی تھی لیکن مامتا کی ماری ماں نے اس کو کوئی پرواہ نہ کی اور تیزی سے لاش کی طرف بڑھی پھر وہ گھٹنو کے بل بیٹھ گئی لاش کو اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا وہ دھاڑیں مار مار کر روتی رہی یہ دلدوز منظر دیکھ کر ہم سب متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ہم سب کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے میں نے اس عورت کو صبر کی تلقین کی اور بڑی مشکل سے اسے خاموش کرایا۔

رات کے کھانے کے دو گھنٹے بعد ہی میری آنکھ لگ گئی لیکن کوئی دو گھنٹے بعد ہی گیدڑوں کی منحوص چیخ و پکار نے مجھے جگا دیا گیدڑ یہ خوف زدہ آوازیں اس وقت نکالتے ہیں جب وہ کسی شیر یا چیتے کو جنگل میں چلتا پھرتا دیکھتے ہوں میں اٹھ کر بیٹھا اپنی بندوق سنبھالی اور کیمپ کا چکر لگانے کے لیے باہر نکل گیا میں نے ماحول پر ایک نظر ڈالی اور ملازمین کو ہوشیار رہنے کی تلقین کی اور واپس آ کر سو گیا تھا رات کے بغیر کسی ناخوشگوار واقعے کی گزر گئی لیکن صبح میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ چیتا اس رات ایک دفع نہیں بلکہ دو دو دفعہ ہمارے کیمپ کے اردگرد پھرتا رہا لیکن خیریت رہی۔

لڑکے کی موت کے بعد چند دن تک علاقے میں امن رہا لیکن پاس والے گاؤں سے ایک دن اطلاع ملی کہ آدم خور چیتا پھر وہاں ایک آدمی کو اپنا نشانہ بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے اب تو میرے علاوہ باقی پورے گاؤں والوں کو یقین ہو گیا تھا کہ اس آدم خور چیتے پر کسی آتما کا سایہ ہے لیکن میری سوچ اس کے بالکل برعکس تھی میں چیزوں کو روایتی نہیں بلکہ سائنٹیفک طریقے سے سوچتا تھا میری اب تک کی تحقیق کے مطابق وہ چیتا کوئی عام چیتا نہیں تھا بلکہ وہ ایک آدم خور چیتا تھا جس کی زبان پر انسانی خون کا چسکا پڑ چکا تھا اسی لیے وہ عام بھیڑ بکریوں کو چھوڑ کر صرف انسانوں کا شکار کرتا تھا اور اب وہ میری گولی کا شکار ہونے والا تھا۔

اس واقعے کے دو روز بعد میں شام کو گھوڑے پر سوار چلا آ رہا تھا کہ میرے ساتھی نے مجھے ایک چیتا دکھایا جو ہم سے کوئی دو سو گز پر ایک پہاڑی کی چٹان پر بیٹھا ہوا تھا میں نشانہ لے رہا تھا کہ چیتا اٹھ کھڑا ہوا اور شاید اس کا ارادہ ادھر ادھر چھلانگ لگانے کا تھا لیکن میری رائفل چل چکی تھی بولی اس کے سینے میں لگی اور وہ پلٹ کر پیچھے کی طرف گر پڑا تھا ہمارا خیال تھا کہ آج ہم نے آدم خور کر زیر کر لیا ہے لیکن جب ہم پہاڑی پر پہنچے تو معلوم ہوا یہ تو اوسط قد کی مادہ ہے جس کے متعلق پورے کیمپ کی رائے تھی کہ یہ گز آدم خور نہیں ہے کیونکہ آدم خوف جسمانی لحاظ سے بڑے قد و قامت کا بتایا گیا تھا ابھی ہم اس معاملے پر غور کر رہی رہے تھے کہ اگلے روز ہمیں یہ اطلاع موصول ہوئی کہ سلطان پور گاؤں سے ایک لڑکا گم ہو گیا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہے یہ لڑکا اپنے دوستوں کے ساتھ جنگل میں سے سوکھی لکڑیاں چننے کے لیے گیا تھا کہ وہیں گم ہو گیا ہے ہر چند اس کو تلاش کیا مگر اس کا کوئی نشان نہ ملا یہاں ایک جگہ کچھ خون ضرور پڑا ہوا ملا۔

لڑکے کے گم ہونے کی خبر مجھے اس روز بعد ان دوپہر مل گئی اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سلطان پور روانہ ہو گیا وہاں سے میں نے تین آدمی ہمراہ لیے جو مجھے اس جنگل جہاں لڑکے کا خون پڑا ہوا تھا ملا تھا لیکن جا بجا کانٹے دار جھاڑیوں کی وجہ سے یہ تعین کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ درندہ لڑکے کی لاش کو کدھر لے گیا ہے ہم پریشان ہو کر لوٹ رہے تھے کہ میں نے قریبی پہاڑی پر گدھوں کو چکر لگاتے ہوئے دیکھا ان کی موجودگی سے میرا یہ شبہ قوی ہو گیا کہ ہو نہ ہو لڑکے کی لاش یہیں کہیں پہاڑی پر موجود ہے چنانچہ ہم لوگ پہاڑی کی طرف روانہ ہو گئے میں سب سے آگے آگے تھا پہاڑی پر چڑھ رہا تھا کہ مجھے کچھ پتھروں کے گرنے کی آواز آئی جونہی میں نے اس طرف دیکھا ایک چیتا بجلی کی طرح اس پہاڑی سے کودا اور جھاڑیوں میں گم ہو گیا ہمیں چیتے کو دیکھ کر یہ تو یقین ہو گیا تھا کہ اب ہم لڑکے کی لاش کے بالکل قریب آن پہنچے ہیں لیکن آدمیوں کی نفری کم ہونے کی وجہ سے ہم اس وقت چیتے سے دو دو ہاتھ نہیں کر سکتے تھے چنانچہ ہم نے لڑکے کی لاش کی تلاش جاری رکھی اور جلدی ہی اسے پا لیا لڑکے کا چہرہ صحیح و سالم تھا لیکن سینے میں ایک بڑا سا سوراخ تھا اس کے علاوہ اس کے ہاتھوں اور ٹانگوں کا گوشت بھی درندوں نے کھایا تھا بہر حال یہ منظر بے حد دل خراش تھا لیکن ہمیں دیکھنا پڑا تھا میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

وہ لڑکے کی لاش کو اٹھا لیں اور گاؤں چلیں کیونکہ اب سورج بھی غروب ہوا چاہتا تھا تمام راستے میں یہی سوچتا رہا کہ اگر یہ صورت حال یونہی قائم رہی تو پھر سب گاؤں والے اس گاؤں کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے ظاہر ہے کہ ایسے اقدام سے حکومت کی بدنامی ہوتی ہے۔

اگلی صبح ایک تھانے دار جو ہندو تھا ہمارے کیمپ میں آیا چونکہ پچھلے دنوں سے چیتے کے ہاتھوں کئی آدمی مارے جا چکے تھے اس لیے وہ پولیس رپورٹ تیار کرنے کے لیے وہیں جا رہا تھا مجھے اس سرکاری ملازم کی باتیں سن کر حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا اس نے بتایا کہ یہ چیتا دراصل کوئی بدروح ہے جو چیتے کی شکل اختیار کر گئی ہے اس لیے مجھے چاہئے کہ میں اس کا بالکل پیچھا نہ کروں بلکہ واپس چلا جاؤں ہو سکتا ہے کہ کل کلاں کو مجھے اس سے نقصان پہنچے یا میرا کوئی آدمی اس کے ہاتھوں مارا جائے تھانے دار کی بیہودہ باتوں کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا تھا بہر حال وہ چلا گیا پہلے مسٹر وجے کی آتما اور اب تھانیدار کی بدروح میں زیر لب مسکرایا میں کیمپ وہیں لگا رہا اور اگلا ہفتہ پورے کا پورا بغیر کسی حادثے کے خیریت سے گزر گیا میں حیران تھا کہ چیتا کہاں گیا۔

ایک شام کو میں معمول کے مطابق سیر کو نہیں نکلا بلکہ کیمپ کے باہر ایک کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ میرا سائیں ہانپتا ہوا بھاگتا ہوا میرے پاس آیا اس نے بتایا کہ اس نے ایک چیتے کو ہمارے کیمپ سے کوئی سو گز دور آموں کے درختوں کے جھنڈ سے گزر کر نالے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے میں نے اس سے زیادہ کچھ اور نہیں سنا اور فوراً اٹھا اور اپنے خیمے سے

رائفل سنبھالی اور اس طرف دوڑ پڑا جس کی طرف نشاندہی سائیں نے کی تھی نالے کے کنارے پہنچ کر مجھے ایک مرتبہ تو کچھ نظر نہ آیا لیکن دوسرے لمحے میں نے دیکھا کہ نالے کے دوسرے کنارے کے پیش پشت پہاڑی ڈھلان پر ایک چیتا آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا اوپر چڑھ رہا ہے اگرچہ اس نے مجھے دیکھ لیا تھا تاہم اس کے باوجود بھی اس نے اپنی چال میں کوئی پھرتی یا تیزی نہیں دکھائی بھی خوش قسمتی ہے اس کے آس پاس کوئی جھاڑی بھی نہیں تھی جہاں پر وہ پناہ لے سکتا حالات بڑے سازگار نظر آرہے تھے اور میں محسوس کر رہا تھا کہ آج آدم خور چیتا مجھ سے بچ ہی نہیں سکتا میں نے بڑے اطمینان سے نشانہ لیا اور ٹریگر دبا دیا میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ میرے فائر نے درندے کو گرا دیا ہے اس کے ساتھ ہی میں نے ایک فائر اور کیا جس نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی چیتا اب زمین پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا گولیوں کی آواز سنتے ہی گاؤں کے لوگ بھی دوڑے ہوئے وہاں آگئے چیتے کو جا کر دیکھا تو سب کی یہ متفقہ رائے ہوئی کہ آدم خور چیتا ہے جو اس علاقے کے لوگوں کے لیے وبال جان بنا ہوا تھا بس اب کیا تھا دیہاتیوں نے جوش مسرت سے میری جے جے کے نعرے لگائے یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور چیتے کو دیکھنے دکھانے کا سلسلہ اگلے روز تک جاری رہا۔

روانہ ہونے سے بیشتر میں نے گاؤں کے نمبر دار فاریسٹ آفیسر وجے کمار اور سلطان پور کے تھانیدار کو آدم خور چیتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا وہ رہی آپ کی آتما اور بدروح میرے طنزیہ جملے پر وہ زیر لب مسکرانے لگے میں نے جاتے ہوئے ان کو اپنا سامان لندن کے ایڈریس پر دیا اور کہا کہ دوبارہ کوئی اور چیتا اگر آپ لوگوں کو تنگ کرے تو ایک عدد چھٹی ضرور لکھ دینا کافی عرصے بعد بھی کوئی چھٹی نہیں آئی تو مجھے بھی احساس ہو گیا کہ میرا نشانہ ٹھیک لگا تھا۔

قطعہ

کچھ لوگ زندگی میں آتے ہیں بیٹھے بیٹھے
اپنا بنا کر وہ دور چلے جاتے ہیں ایسے
ہم ہی پیچھے رہ گئے وہ اڑ گئے ہم سے آگے
درد دے گئے دینے والے گلاب کو بیٹھے بیٹھے
گلاب خان سولنگی۔ راولپنڈی

غزل۔۔

زمیں پر چلنا نہ سیکھا اور آسماں سے بھی گیا
کٹوا کے پر وہ پرندہ اڑاں سے بھی گیا
بھلا دیا تو بھلانے کی انتہا کر دی
اب میں اس شخص کے وہم و گماں سے بھی گیا
کس کے ہاتھ سے نکلا ہوا تیر ہیں ہم
جو حدف کو چھو نہ سکا اور کماں سے بھی گیا
تباہ کر گئی مجھے پکے مکان کی خواہش
میں اپنے گاؤں کے کچے مکاں سے بھی گیا
پرائی آگ میں کودا تو کیا ملا گیا تجھے
اسے بچا نہ سکا اور اپنی جان سے بھی گیا
---------طالب حسین چتوکی

مجھے لکھنے نہیں دیتا یہ سورج ڈھلنے کا پہر
اپنی اداس شاموں سے کہو ذرا حد میں رہیں
---------بابر علی۔ سمندری

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میرا بھوت

--تحریر۔ عامر شہزادا اینڈ علی خان۔ خضرو---

الماری پر ایک تختے پر لکھا ہوا تھا جادوئی کتابیں اس کے قدم بے ساختہ الماری کی طرف بڑھے اس نے ایک بہت موٹی کتاب پر انگلی رکھی اور پھر الماری شیلف سے اس کتاب کو نکالا کتاب کے ٹائٹل پر جادو منتری کا ٹائٹل بنا ہوا تھا جبکہ دو رنگین کھوپڑی کی تصویریں جس سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے بہت خوفناک اور بھیانک تھے اس نے کتاب کو کھولا فہرست پر نظر ڈالی اس کی نظر ایک سرخی پر رک گئی بھوت قابو کرنے کا طریقہ وہ وہاں ہی خوشی سے کودنے لگا اور اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی پھر وہ خوشی سے گھر کی طرف روانہ ہو گیا اس نے گھر میں آ کر کتاب کھولی اور وہی منتر کا طریقہ سیکھنے لگا عمل کوئی پندرہ دن راتوں کا تھا طریقہ بھی درج تھا سامان کی لسٹ تھی جن میں سورج مکھی پھول زیتون کا تیل چھوٹے اور کم عمر کے نومولود بکرے کی کھال اور سترہ عدد شمعیں اور چونا اور ایک عدد چھڑی پھر منتر لکھا تھا اور کس تاریک کس جگہ اس منتر کو پڑھنا تھا مسلسل پندرہ دنوں کا عمل سب سے پہلے رات کے وقت حصار بنانا اس کے اندر شمعیں روشن کرنا پھر اسکے اندر خود بھی بیٹھنا تھا اور زیتون کا تیل سورج مکھی کے پھول کو اس کھال میں لپٹنا تھا اور ھر منتر سو مرتبہ پڑھنا تھا اور کافی دشوار تھے۔ اور پھر وہاں سے اسی وقت شمعوں کو بجھا دینا تھا لیکن انتھک تین گھنٹے لگاتار محنت سے اس سے اس منتر سیکھ لیا اب وہ اور بی خوش تھا لیکن اس کو حقیقی خوشی تب ملے گی جب جن کو اپنے قابو میں کرے گا اور

میں نے اسے کل رات دیکھا تھا وہ انتہائی بھیانک اور خوفناک تھا اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وحشت زدہ شخص تھا۔

جھوٹ مت بولو کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ تم مجھے ڈرا نہیں سکتے دعا ایک جھٹکے سے بول پڑی علی اپنی بات پر ڈٹا تھا۔

کیونکر جھوٹ بولوں گا تم ابھی بچی ہو میری باتوں کو سمجھ نہیں سکتی اور تم سے ضرورت کیا ہے مجھے جھوٹ بولنے کی میرا یقین کرو میں سچ بول رہا ہوں۔

دس دس سال کے دونوں بچے تھے جو آپس میں باتیں کر رہے تھے دعا ان کی پڑوسی تھی جوان کے ساتھ کھیلنے ان کے ہاں جاتی تھی۔ یہ دونوں بے انتہا لاڈلے اور ضدی اور کڑواتے انتہائی ذہین ہونے کے باوجود کلاس فیلو بھی ساتھ تھے علی ماں پاپا کا اکلوتا بیٹا تھا جبکہ دعا کے دو بہن اور ایک بھائی تھا۔

اچھا تو کیا تم میری بات مانو گی یا نہیں۔ میرا یقین کرو میں سچ بول رہا ہوں میں نے رات کو بھوت دیکھا تھا۔

دعا نے کہا۔۔ میں تمہاری ان باتوں سے ڈرنے والی نہیں ہوں میں یہ نہیں مانتی جن پریت

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہوتے ہی نہیں ہیں ان کا وجود ہی نہیں اور تم نے بھلا ان کا کیا بگاڑا ہے۔

علی نے کہا میرا یقین کرو

دعا بولی اے بیوقوف یہ کس نے کہا کہ جن بھوت ہوتے ہیں علی حیران رہ گیا۔

میرے نہیں تمہارے دادا جی نے کہا تھا۔

وہ تو خود دوسروں کے سہارے پہ زندہ ہیں اور جی رہے ہیں اس لیے ڈرتے ہیں ان جن اور نام کے بھوتوں سے جن کا شاید وجود ہی نہیں اور تم پڑھے لکھے ہونے کے باوجود بھی ان باتوں پر یقین رکھتے ہو اور تم نے مان بھی لیا ہے۔۔ علی اسی بات پر ڈٹا رہا گھر کے صحن میں یہ دونوں اپنی اپنی دلیلیں شیئر کر رہے تھے اچانک علی کی امی آ گئی کہا۔

بیٹا تم دونوں تو ہر وقت آپس میں لڑتے ہی رہتے ہو اب بس دعا تم اپنے گھر جاؤ میں ذرا علی کو باہر لے کر جا رہی ہوں۔

اچھا آنٹی میں کل آؤں گی۔ علی مزید بحث کرنے کے لیے اور تمہارے ذہن سے بھوت پریت بھگانے کے لیے۔ علی کے ماں باپ کے پاس دنیا کی ہر آسائش موجود تھی لیکن ان کی ایک ہی اولاد تھی۔

علی۔ علی ڈاکٹر مسز حیدر نے کہا کہ وہ آئندہ ماں نہیں بن سکے گی یہ خبر مسز حیدر کے لیے بھی ایک دھماکے سے کم نہ تھی لیکن ان کی اولاد علی بے حد ذہین اور لاڈلا تھا اور پھر ماں باپ نے اس کی اتنی پیار اور خلوص سے پرورش کی تھی کہ اس کی جائز خواہش کو ہمیشہ پورا کرتے تھے اس کی ہر خواہش پوری کی جب علی کہتا کہ جن بھوت ہیں تو سبھی یہی کہتے ہاں بیٹا ہوتے ہیں ہم نے ایک بھوت کو دیکھا ہے حتی کہ گھر کے نوکروں کو بھی مسز حیدر نے سمجھا دیا تھا کہ کبھی بھی علی کو اداس نہ کریں وہ جو کہے اس کی خواہش کو خود پر لازم و ملزوم سمجھیں علی جب دس سال کا ہوا تو اس کی کوئی خواہش آج تک رد نہیں ہوئی تھی یہی وجہ تھی کہ وہ حد سے زیادہ ضدی اور چڑچڑا ہو گیا تھا ہر بات کو اپنے انداز سے کہتا اس کی بچپن کی دوست دعا بھی ذہین تھی وہ بالکل لاابالی طبیعت کی مالک تھی جو مل گیا اس پر شکر کرتی اور جو نہ ملا اس پر افسوس نہ کرتی۔

ایک مرتبہ گھر کی ملازمہ بہت تھکی ہوئی تھی اچانک علی نے فرمائش کر دی کی منائل میرے ڈونٹ تیار کرو اس نے انکار کر دیا کہ میں بہت تھکی ہوئی ہوں غلام بابا سے کہہ دو علی نے اتنا ہنگامہ مچایا کہ فوراً اس کو نوکری سے نکال دیا اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس کی وجہ سے ایک بے بس ملازمہ کو نوکری سے ہاتھ دھونا پڑے وہ انتہائی ضد تھا اس وجہ سے اس کی دل میں ٹھنڈک پڑی منائل کو نوکری سے نکال کر اکثر وقتاً فوقتاً وہ دعا کو بھی اپنی ضد کی وجہ سے ناراض کر دیتا تھا۔

میں نے کل رات اسے دیکھا تھا وہ انتہائی ڈراؤنا تھا اس کی آنکھیں لال تھیں اور وحشت وہ شخص تھا اور اس کو دیکھ کر خوف طاری ہو جاتا تھا دعا ایک ہی جھٹکے سے بول پڑی علی بھی اپنی بات پر ڈٹا ہوا تھا میں کیوں تم سے جھوٹ بولوں گا تم ابھی بچی ہو۔

میں ابھی بچی نہیں ہوں علی میں بڑی ہو گئی ہوں ابھی ابھی کالج سے فارغ ہوئی ہوں اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں فارغ ہوئی ہوں تو اب یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینے والی ہوں تم ہمیشہ بہت ضدی ہو اور خود کو بھی بھی نہیں بدلو گے یں تمہاری ہم عمر ہوں اور یہ جملہ سن کر

تھک چکی ہوں کہ تم ابھی بچی ہو تم کہتے ہو تو تم نے بھوت دیکھا ہے۔ کہاں ہے وہ تمہاری وحشت زدہ بھوت کہاں ہے دکھاؤ مجھے میری ماں نے سچ بولا تھا کہ بھوت اور ڈائن اس دنیا میں نہیں ہوتے ہماری کتنی بے بنیاد تکراریں ہوئی اگر ہماری باتوں سے ذرہ بھی سچائی ہے تو دکھاؤ پچھلے دس سالوں سے میں تمہارے منہ سے یہ بکواس سنتے آ رہی ہوں۔ نہیں علی اور کتنا مجھے قائل کرو گے ہار گئے بس اب بھوت پریت اور ڈائن وغیرہ کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ سنوں گی ورنہ ہماری بچپن کی دوستی اس دن سے ختم ہو جائے گی وہ پیر پٹختی ہوئی صحن میں سے باہر نکلی اور علی سوچوں میں گم ہو گیا۔

نہیں نہیں دعا نہیں تم ضرور مانو گی آج تک علی حیدر کبھی بھی کسی سے نہیں ہارا اور نہ ہی ہارے گا ہارنا تو میری فطرت نہیں ہے اور تم یہ دوستی اتنی آسانی سے نہیں ختم کر سکتی کیونکہ یہ دوستی تو اب مزید پختہ ہو گئی ہے اس نے کمرے میں اندھیرا پھیلایا ہوا تھا میں ضرور تمہیں بھوت دکھاؤں گا ورنہ مجھے کبھی ہارنا پسند نہیں ہے۔۔ میں بھوت کو بلاؤں چاہیے اس کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا ہو گا۔ نہیں اور نہ ہی میں ہار مانوں گا میں ایک بھوت کو ضرور اپنا غلام بناؤں گا بھوت تو تمہیں دکھا کر ہی رہوں گا۔

اچانک دروازے پر دستک نے اسے سوچوں کے بھنور سے باہر نکالا۔ جی کون۔ بیٹا یہ کیا صبح سے دروازے بند کیے ہوئے ہو کن سوچوں میں گم ہو۔

امی بس آج مکمل ریسٹ کرنا چاہتا ہوں اور مجھے تنگ نہ کیا جائے پلیز امی جان۔

لیکن تم کو ہوا کیا ہے اس کی ماں کو پتہ تھا کہ وہ کتنا ضدی تھی سوا سے مزید تنگ نہ کیا جائے اور وہ چلی گئی اور غلاموں کو بھی سخت تاکید کی کہ علی کو تنگ نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کے کمرے کے آس پاس نظر آئیں وہ ریسٹ کرنا چاہتے ہیں۔

دعا آج دوسرا دن ہے وہ علی ہمارے گھر نہیں آیا پہلے تو روز تین چار چکر لگاتا تھا دعا کی ماں نے اس سے پوچھا۔

ماما اس کی مرضی آئے تو اس کی مرضی نہ آئے تو ہمیں کیا لینا۔

ایسا مت کہو وہ تمہارا دوست ہے ہر روز آتا ہے اس کو نہ دیکھیں تو کمی سی محسوس ہوتی ہے اس لیے میں کہتی ہوں کہ کوئی لڑائی تو اس سے نہیں۔

مما جان میں اس سے کیوں لڑوں گی وہ تو بہت اچھا ہے دعا نے اس کی خوشامد کرتے ہوئے کہا۔ اس سے لڑائی کا مطلب ہے ہمیشہ کے لیے ناراض مت ہونا یہ میرے ذہن کا اپنا خیال تھا دعا کی امی اپنی بیٹی سے بہت زیادہ پیار کرتی تھی اچھا لیکن مما آج دوسرا دن ہے میں بھی فارغ ہوں کیوں ناں نانو کے ہاں چلیں ویسے بھی فی الحال چھٹیوں کا سیزن چل رہا ہے۔

یہ خیال بہتر ہے اقرار اور رقیبا کو بھی تیار کر لو ہم چھٹیاں ان کے ہاں گزاریں گے

امی اور ابو نہیں جائے گی کیونکہ اس کا بزنس اسی شہر میں ہے فی الحال تو نہیں نوکر وغیرہ ان کا خیال رکھیں گے۔ اچھا میں امی کی خوشخبری بہن بھائی کو سناتی ہوں۔

لوگوں کا ہجوم اتنا تھا کہ آگے چلنا تو دشوار لگ رہا تھا لیکن مخالف سمت میں آنے والے لوگ انتہائی گرمی کے باوجود زیادہ تھے اور بازاری ایسے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گھوم رہے تھے کہ جیسے بازاران کا اپنا ہو میں جس جگہ جارہا ہوں پتہ نہیں وہ آدمی کہاں ہوگا اس کے ہاتھ ایک فولڈ کیا ہوا رسالہ تھا وہ سوچوں میں تم تھا اور رسالہ میں ایک بابا کا اشتہار تھا اور اس سے مدد لینا چاہتا تھا اشتہار کچھ یوں تھا

سنیاسی بابا بنگالی جادوگر بنگال سے جادو کے سحر شدہ کسی بھی قسم کا مسئلہ کیوں نہ ہو منٹوں بلکہ سیکنڈوں میں حل ہو جائے گا شادی رکاوٹ محبت میں ناکامی مایوسی کا سامنا کرنے والے بھی رابطہ کریں دشمنوں کو خال میں ملانا دشمنی کو دوستی میں تبدیل کرنا کسی پر اپنا سحر قائم کرنا ہر کام منٹوں میں ہو جائے گا اور بہت سارے کام لکھے ہوئے تھے۔ جب علی نے یہ اشتہار پڑھا تھا اس کو بھوت حاصل کرنے کا اور زیادہ شوق ہو گیا بہت دھکے کھانے کے باوجود بالآخر وہ اس جگہ پر پہنچ گیا تھا وہ جب اس کے ڈیرے میں داخل ہوا تو عجیب سے احساس سے دو چار ہوا اتنا بڑا جادوگر ہے اور اپنے لیے سکیورٹی گارڈر کھے ہوئے ہیں اتنے لوگوں کا ہجوم دیکھ کر وہ مزید گھبرا گیا میں اتنا لمبا انتظار کروں گا یہ نہیں ہوسکتا ایک تو یہ گھر اوپر سے سکیورٹی گارڈ اور تین چار منزلہ عمارت میں ہائیڈ کمرے اور فل فل سکیورٹی نظام بالکل ایوان صدر کی جیسی سکیورٹی نظام یہ ضرور کوئی فراڈ یہ ہوگا تبھی تو اپنا اشتہار چلایا ٹی وی اور اخبار وغیرہ میں میں نے کبھی کسی کا انتظار نہیں کیا اور پتہ نہیں اسکی فیس کتنی ہوگی وہ الٹے قدموں وہاں سے لوٹ آیا کیونکہ وہ اس بنگلے کو دیکھ کر گھبرا گیا تھا اور واپس ہولیا۔

سب تیاری ہوگئی تھی وہ اچھا گاڑی بھی تیار ہے اقراہ اور رمشاء دونوں کافی زیادہ خوش تھے کہ ہم شہر سے دور گاؤں میں جارہے ہیں تین سال کے بعد اپنے نانو کے گھر امی میں ذرا علی سے مل کر آتی ہوں۔ آج تیسرا دن ہے وہ ملا نہیں دعا نے امی سے کہا جاؤ بیٹا جا بس ذرا جلدی آجانا۔

جی اچھا امی گھر والوں سے ہوتی ہوئی بنگلے میں داخل ہوئی۔ آنٹی یہ علی آج کل ہمارے گھر کا چکر کیوں نہیں لگا رہا کیا ناراض ہے

نہیں بیٹا مجھے کوئی خبر نہیں ہے کیا وجہ سے ہو سکتی ہے۔

اچھا آنٹی ہے کہاں وہ علی نظر نہیں آرہا۔

وہ صبح سے گھر میں نہیں ہے اب تو تین بج گئے ہیں۔

اچھا آنٹی ہم لوگ کچھ دنوں کے لیے گاؤں اپنے نانا اور نانی کے پاس جارہے ہیں۔

اچھا بیٹا اللہ آپ اور سب کی حفاظت کرے دعا کے منہ سے نکلا ہوا آمین۔

یہ میں نے علی کے لیے لکھا تھا آنٹی آپ اسے دے دینا پلیز۔

بیٹا فکر نہ کرو اسے دے دوں گی۔

شکریہ آنٹی جان۔

دعا ان کے گھر سے باہر نکل آئی گاڑی تیار تھی وہ گاڑی میں بیٹھ گئی اور گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھی۔ چاچا گاڑی کی آواز سے بے زار ہورہی تھی گاڑی آہستہ چلاؤ۔

وہ آوارگی کرنے لگا تھا تمام سڑکوں کو چھان مارنے کے بعد اس کو احساس ہوا کہ یہ بھوت قابو کرنا شاید ناممکن ہے آگے ایک بہت بڑا بک شاپ ہے نظر آیا وہ اتنا خوش ہوا جیسے کوئی امید نظر آئی ہو اور پوری بھی ہوگئی ہو سیدھا دکان میں داخل ہوگیا اندر تک سیدھی چلتی ہوئی راہ داری تھی

اس کے دونوں جانب بے شمار الماریاں کتابوں سے بھری ہوئی تھی نت نئے انداز کے ساتھ ساتھ اس نے دیکھا کہ لکھا ہے تاریخ کے جھروکے۔ اور دوسری پہ لکھا ہے۔ ماہر فلکیات۔ اسی طرح کئی الماریوں پر وہ نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھتا گیا اور ہر کتاب کو نظر انداز اور الماریوں کو کرتا گیا اچانک اس کی نظر ایک الماری پر پڑی اور وہی رک گئی اوپر الماری پر ایک تختے پر لکھا ہوا تھا جادوئی کتابیں اس کے قدم بے ساختہ الماری کی طرف بڑھے اس نے ایک بہت موٹی کتاب پر انگلی رکھی اور پھر الماری شیلف سے اس کتاب کو نکالا کتاب کے ٹائٹل پر جادو منتری کا ٹائٹل بنا ہوا تھا جبکہ دو رنگین کھوپڑی کی تصویریں جس سے آگ کے شعلے بلند ہورہے تھے بہت خوفناک اور بھیانک تھے اس نے کتاب کو کھولا فہرست پر نظر ڈالی اس کی نظر ایک سرخی پر رک گئی بھوت قابو کرنے کا طریقہ وہ وہاں ہی خوشی سے کودنے لگا اور اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی پھر وہ خوشی سے گھر کی طرف روانہ ہوگیا اس نے گھر میں آکر کتاب کھولی اور وہی منتر کا طریقہ سیکھنے لگا عمل کوئی پندرہ دن راتوں کا تھا طریقہ بھی درج تھا سامان کی لسٹ تھی جن میں سورج مکھی پھول زیتون کا تیل چھوٹے اور کم عمر کے نومولود بکرے کی کھال اور سترہ عدد شمعیں اور چونا اور ایک عدد چھڑی پھر منتر لکھا تھا اور کس تاریک کس جگہ اس منتر کو پڑھنا تھا مسلسل پندرہ دنوں کا عمل سب سے پہلے رات کے وقت حصار بنانا اس کے اندر شمعیں روشن کرنا پھر اسکے اندر خود بھی بیٹھنا تھا اور زیتون کا تیل سورج مکھی کے پھول کو اس کھال میں لپٹنا تھا اور ہر منتر سو مرتبہ پڑھنا تھا اور کافی دشوار تھے۔ اور پھر وہاں سے اسی وقت شمعوں کو بجھا دینا تھا لیکن انتھک تین گھنٹے لگا تار محنت سے اس سے اس منتر سیکھ لیا اب وہ اور بھی خوش تھا لیکن اس کو حقیقی خوشی تب ملے گی جب جن کو اپنے قابو میں کرے گا۔

پھر اس سے چٹکی بھر میں اس نے تمام چیزوں کے انتظامات بھی کرے ڈالے مجھے ہر حال میں آج رات منتر شروع کرنا ہے اپنے آپ سے یہ کہہ رہا تھا علی شام کے سائے گہرے ہوگئے گاڑی کے ماحول میں کافی خاموشی چھا گئی اور سردی بھی کافی زیادہ تھی ہوائیں چل رہی تھی اور کھلے صحن میں اندھیرا بڑا بھلا لگ رہا تھا۔

نانی اور نانا تو پھولے نہیں سمارہے تھے بچے کافی خوش تھے گاؤں کے کافی اچھے اور سیدھے سادھے تھے ان کے ماموں کا بیٹے اور بیٹیاں ان کے آگے پیچھے پھر رہے تھے اور ان کو صبح سے پورے گاؤں کی سیر کروائی تھی یہاں ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں کے باغات تھے جن کو دیکھ کر روح اور تازگی محسوس کرتی تھی دعا اپنے ماموں کی بیٹی عائشہ سے خاصی متاثر ہوچکی تھی کیونکہ عائشہ انتہائی سادگی مزاج سے ان کی خاطر مدارت کر رہی تھیا ور اقراء اور رمشاء بھی بہت زیادہ خوش تھیں وہ سب لوگ رات کو کھلے صحن میں کھلے آسمان تلے ہوتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ماحول کافی پر سکون تھا اور ٹھنڈی ہوائیں موسم کو اور بھی دل کش بنا رہی تھیں بس یہ سب کچھ ہی تھا کہ دعا کو یہاں کا ماحول اور رہن سہن اچھا لگا تمام کے تمام لوگ صحن میں چار پائیاں بچھی ہوئی تھی اس وجہ سے ان لوگوں کا آسمان واضح چور پر صاف شفاف نظر آرہا تھا ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرے کا راج

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تھا۔

آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا اور بہت دلکش نظارہ تھا اندھیرے کے اس دلکش ماحول اور نظارے میں ایک گول دائرہ سترہ روشن شمس تھی چونے کا سفید دائرہ کھینچا گیا تھا ان سب چیزوں کے اندر علی تھا یا کوئی اور فرشتہ تھا بلکہ بہت خوفناک جگہ تھی اور کوئی کھنڈات بھی تھے شہر سے تھوڑے ہی سائیڈ پر واقعہ تھا علی کو یہ جگہ اپنے لیے بہتر لگی تھی دنیا جہاں کو بے خبر چھوڑ کر یہاں اپنے عمل کے لیے آیا تھا اس وجہ سے اک کی کسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی بس وہ ہر حالات میں ایک من کا اپنا غلام بنانا چاہتا تھا یہی اس کی خواہش تھی اور اسکی زندگی کا مقصد تھا وہ مسلسل اپنے ورد میں مصروف تھا۔
باقی تمام دنیا اس وقت نیند کی خوب صورت وادی میں تھی اس کی مالا کے دانے آہستہ آہستہ گرتے چلے گئے سو کے قریب ہو گئے یعنی ایک سنچری کے بہت قریب اب اس نے منتر مکمل کیا اور پھر ایک دم تمام روشن شمعوں کو پھونک مار کر بجھا دیا تھا اور بکرے کی کھال میں اس سورج مکھی کے پھول لپیٹ کر پھر اس نے اپنا تمام کام ختم کر دیا اور سامان کو پلیٹ دیا اور آہستہ آہستہ اپنے حصار سے باہر نکلا علی دل میں بہت زیادہ خوش تھا اس نے اپنے دل کی کامیابی کی پہلی سیڑھی کو بڑی مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

گاؤں کے ماحول میں خاصی خنکی سی تھی صبح صبح ٹھنڈی شبنم کے قطرے کھیتوں کی فصل پر پڑی ہوئی تھی صبح ماحول پر بڑی اچھی سی خنکی چھائی ہوئی تھی صبح صبح دعا اور اس کی بہن بھائیوں کو اٹھانا بڑا مشکل لگ رہا تھا کیونکہ ان کے مطابق وہ لوگ صبح شہر میں خاصے لیٹ اٹھتے تھے اور کہاں صبح اذانوں کے تھوڑی دیر بعد اٹھنا اور ان کو خاصا ناگوار گزر رہا تھا لیکن مہمان تھے سو اٹھنا پڑا تھا۔
اقراء تو پہلی بار اپنے کزن کے ساتھ نماز پڑھی تھی اسے بہت ناگوار گزرا سارے کھیتوں کے بیچ پگڈنڈی پر اسے عجیب سا لگ تھا صبح اٹھنا بھی بڑی مصیبت ہوتی تھی یہ تو بتاؤ دعا کہ تم اتنی صبح صبح کیوں اٹھتی ہو کیا کوئی مصیبت ہوتی ہے دعا کا بہت خوبصورت جواب تھا۔
ہم اتنی پیاری صبح کا آغاز خدا کے نام اور پاک کلام سے کرتے ہیں تا کہ دن اچھا گزرے اس لیے جی جناب
علی جائے نماز سے سلام پھیرنے کے بعد بولی یار تم کتنے بجے اٹھتے ہو یار ہم لوگ ساڑھے نو یار پھر دس بجے اٹھتے ہیں اور تم لوگ صبح پانچ بجے اف میرے خدا ابھی تو آج تم سے پہلی بار اٹھا بھی نہیں جا رہا تھا ابھی بہت کام کرنا ہوتے ہیں جھولا جھلا ہوتا ہے پراٹے بنائے ہوتے ہیں۔ صبح کا ناشتہ بنانا ہیں تم لوگوں کے یہ کون کراتا ہے علیشاہ نے کس قدر اشتیاق سے پوچھا۔
یار رچل ہمارے لیے یہ سب نوکرانی کرتی ہے اور ہم سب اٹھتے ہیں تو سب کو ٹیبل پر پڑا ہوا ملتا ہے۔
اچھا تم لوگوں تو بڑا مزہ آئے گا۔
نہیں یار ہم لوگ ایک قسم کی لائف روٹین سے بور ہے بور ہو رہے ہیں اس لیے پندرہ بیس دنوں کے لیے آپ لوگوں کے پاس آ کر رہنے لگے ہیں۔
اچھا میں تمہیں اپنے گاؤں کی سیر کرواؤں

گی ایک دم سے ہاجرہ بھی آ گئی اور مجھے یا ہاجرہ نے ہنستے ہوئے کہا۔
یار تمہیں بھی اچھا۔
ہلکی ہلکی صبح کی لو پوٹھنے لگی تھی۔ اور ستارے اب آسمان کا ساتھ چھڑا رہے تھے اور آسمان کو اکیلا کر دیا تھا اچانک اقرا اور نمیرا بھی گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے صبح کی نماز ادا کرنے سے پہلے روز اقرا بہت فریش سا لگ رہا تھا کیونکہ وہ چھٹیوں میں بارہ بجے تک پلنگ کو اکیلا نہ ہونے دیتی تھی یہی وجہ تھی خیر سب نے مل کر ناشتہ کیا اور سیر کے لیے نکل پڑے۔

دوپہر کے بعد علی اٹھا کیونکہ کل رات اس نے کسی کھنڈر نما جگہ میں چلہ کیا تھا پھر رفتہ رفتہ اس نے تیرا رتیں گزار لیں میں نے گاؤں میں بچا لیتا ساتھ دن گزارہ تھا اور آج آخری دن تھا علی کے چلہ کا اس کے بعد وہ شاید اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا اور ایک بار پھر وہی سب کچھ تیار کیا اور وہ ورد پڑھتا چلا گیا اور پھر مسلسل مالا کے دانے گرتے چلے گئے اس کے پاس جنات بھی آئے وہ ڈرا ہوا نہیں اس کے اندر جذبے تھا کچھ کر دکھانے کے اور وہ ہار اپنی کبھی بھی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اس لیے اسے ڈر نہیں لگا تھا اور پھر اس رات اس کے قابو میں ایک خوبصورت جن آ گیا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا وہ بہت ہی زیادہ خوش تھا جیسے وہ ہواؤں میں تھا اس نے اسے حکم دیا کہ مجھے گھر پہنچا دو ابھی جن نے کیا جو حکم میرے آقا اور جن نے ہواؤں کے دوش پر ات اپنے کمرے میں پہنچا دیا جن سے علی نے پوچھا۔
تمہارا نام کیا ہے جن۔
میرا نام دلاور اور میں باپ کا اکلوتا اور لاڈلا بیٹا ہوں لیکن تم نے مجھے قابو کیوں کیا۔
علی نے کہا بتاتا ہوں ذرا صبر کرو میرے دوست میں تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں
کیا کام۔، جن نے حیرت سے پوچھا۔
جن بھائی تمہیں کچھ دنوں کے لیے ایک بھیانک بھوت بننا ہوگا اور ایک لڑکی کو ڈرانا ہوگا میں نے صرف اس کام کے لیے تم کو قابو کیا ہے
وہ کون لڑکی ہے۔ جن نے پوچھا۔
وہ ہمارے پڑوس میں رہتی ہے اور میری بچپن کی دوست ہے اور میں نے اس سے کہا تھا پھر رفتہ رفتہ علی نے جن کے کان میں سارا واقعہ ڈال دیا جن نے کہا۔
تو اچھا وہ لڑکی کہاں ہے۔
اب تو وہ گاؤں میں ہیں۔
اچھا گاؤں گئی ہیں۔ جن نے کہا
میں تمہارا غلام ہوں میں ابھی اس کے پاس جاتا ہوں اور اسے ڈراتا ہوں مجھے اس کی تصویر دکھا دو پھر میں اسے خوب ڈراؤں گا جن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
اچھا تو یہ اس کی تصویر باقی کسی کو مت ڈرانا۔ اگر اور کوئی مجھے شکایت ملی تو تم کو ہمیشہ کے لیے آزاد نہیں کروں گا بلکہ اپنا غلام ہی بناؤں گا۔
اس نے کہا۔ آقا آپ فکر نہ کرو آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔
اچھا ٹھیک ہے علی نے کہا چلو اب جاؤ۔
اچھا جی رات کے تین بجے تھے اور جن بھائی مجھے یہ بتاؤ جب میں تمہیں حاضر کرنا چاہوں تو کیا کروں گا۔
تم میرا یہ جراب رکھ لو جن نے ایک پاؤں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سے نکالتے ہوئے کہا۔

یہ بہت بدبودار ہے علی نے سونگھتے ہوئے کہا۔

آقا جی اسے سونگھو مت سنبھال کر رکھو۔ اور جب اس جراب کو ربڑ کی طرح کھینچو گے تو میں حاضر ہو جاؤں گا ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ جن نے زوردار قہقہہ لگا اور علی بھی اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

اور اچھا ابھی جاؤ اور اس لڑکی کو ڈراؤ۔

جن نے کوئی منتر پڑھا اور غائب ہو گیا۔ علی کو ساری رات نیند نہیں آرہی تھی وہ کافی زیادہ خوش تھا یہی وجہ تھی نیند نہ آنے کی وہ اب کچھ لمحوں میں گاؤں میں تھا اس نے دعا کی چارپائی آخر ڈھونڈ ہی لی آم کے پیڑ کے نیچے اس کی چارپائی تھی جن نے خود کو بندر کے روپ میں کیا اور آم کے پیڑ پر چڑھ گیا یہ دلاور جن ویسے بھی کام شریر تھا اور ماں باپ کے بے جالاڈ پیار نے اسے ضدی بنا دیا تھا اور وہ قابو بھی ایک ایسے ہی انسان کے ہاتھوں میں تھا علی کے تو اچھا جب علی نے جنات کو قابو کرنے کے لیے چلہ کیا تو پتہ چل گیا لیکن جنات نے اسے ڈرایا دھمکایا بلکہ دلاور جن کو اس کا غلام بنا دیا جان بوجھ کر ایک انسان کا غلام بنایا تاکہ یہ جن ایک انسان کا غلام ہو کر سدھر جائے گا لیکن آگے سے علی بھی بہت ضدی اور لاڈلا تھا اس نے جن کو کھلا چھوڑ دیا اور دعا کو تنگ کرنے کے لیے بھیجا اور وہ بیچاری دعا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی ایک دم آم اس کے سر پر آ پڑا تھا اس نے اس لمحے اوپر دیکھا چاندنی رات تھی اس لیے اس بندر نے شاخ کو چھوڑا اور ہوا میں قلابازی کھاتا ہوا اسی لمحے دعا کی طرف آنے لگا کمرے میں علی بیٹھا ہوا تھا اس لمحے اس نے جراب کو دونوں ہاتھوں میں بے دھیانی سے کھینچا اور ایک دم بندر اس کے اوپر آگر علی کی چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا۔

ارے چیخ۔۔ دعا کے منہ سے نکلی اچانک ہوا میں بندر غائب ہو گیا سب گھر والے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے کیا ہوا ہے۔

سب بستروں سے بھاگ اٹھے وہ بندر دعا نے روتے ہوئے سارا واقعہ بیان کیا اور سب اسے تسلیاں دینے لگے اس کے سرہانے دو بڑے بڑے آم بھی پڑے ہوئے تھے علی کے کمرے کا دروازہ زور سے پیٹا جانے لگا وہ بندر ایک دم جن کی شکل میں آگیا۔

تم کچھ دیر کے لیے غائب ہو جائے علی نے جن کو حکم دیا امی پریشانی سے کہہ رہی تھی۔

بیٹا کیا ہوا ہے۔

امی کچھ بھی نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں اس نے دروازہ کھولا وہ چھپکلی میرے اوپر آکر گری تھی اس لیے ڈر گیا تھا۔

اچھا چلو دھیان رکھنا اپنا امی یہ کہہ کر واپس چلی گئیں علی نے دروازہ بند کر لیا اسی لمحے اس نے جراب کو کھینچا اور جن ایک دن ظاہر ہو گیا۔

اب مجھے کیوں ڈرایا علی نے غصے بھی بھرتے ہوئے کہا جن نے ساری بات علی کو سنائی۔

ارے تو نے میرا ہارٹ فیل کرنا ہے اب کان پکڑو۔ جن نے معصومیت سے کان پکڑ لیے

ارے نالائق کی اولاد غائب ہو جاؤ اس بار علی نے غصے میں دھیمے لہجے میں آواز دی آقا کہہ کر جن واقعی ایک دن غائب ہو گیا اور اذان دینے لگا اڑتا ہوا علی کے کندھے پر جا بیٹھا علی نے ایک دم چیخ ماری اور اسی لمحے مرغے کو اپنے کندھوں سے اڑایا وہ پلنگ پر آ بیٹھا۔

ارے گدھے واپس اصلی حالت میں آجا جن پھر سے اصلی روپ میں آگیا۔

اب کیا حکم ہے میرے آقا۔

تو جا اور اس کو خوب تنگ کرو ورنہ اسے نقصان ہوا تو میں تیری گردن مروڑ دوں گا یعنی اسے صرف ڈرانا یا خدا کس قدر بیوقوف جن سے واسطہ پڑا ہے۔

اچھا میں جاتا ہوں جن غائب ہو گیا اور علی بیڈروم پر لیٹ گیا اب مزہ آئے گا دعا بی بی تجھے کس قدر بھوت تنگ کرتا ہے۔

سب اپنی اپنی چارپائیوں پر دوبارہ لیٹ گئے دعا کو سمجھا بجھا کر واپس پھر سے لیٹ گئے سوچوں میں الجھنے لگی وہ بندر غائب ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن یہ آم جو اس نے مجھے مارے تھے یہ تو ٹھوس ثبوت ہیں اچانک چمگادڑ اڑتا ہوا آیا اور دیوار پر صحن میں منڈلانے لگا۔

چوہا کہاں سے آگیا ابھی ابھی تو آدھا گھنٹہ گزرا تھا اس بندر کے غائب ہوتے ہوئے۔ دعا دراصل چمگادڑ کو اڑنے والا چوہا کہتی تھی چمگادڑ پھر پھرتا ہوا اس آم کی شاخ پر جا بیٹھا اس نے لحاف میں سر کر چھپا لیا اور چمگادڑ واپس غائب ہو گیا وہ مسلسل سوئی رہی اس نے اس کے بعد سر لحاف سے نہیں نکالا تھا اور سو گئی تھی۔

صبح صبح علیشاء اسے اٹھانے آئی تو کیا دیکھا کہ اس کے پاس سرہانے ایک بہت بڑا بلا سو رہا تھا علیشاء نے اتنا بڑا بلا دیکھ کر ڈر گئی اور کمرے میں گھس گئی اندر سے ایک لحاف اور دو عدد جھاڑو نکال لائی زور سے اس پر وار کرنے لگی میاؤں میاؤں کی ایک تیز آواز سے زور سے دعا کی آنکھ کھل گئی بیچاری نے جب عالیشاء کے ہاتھ میں جھاڑو دیکھا تو اچھلتی ہوئی چارپائی سے گر گئی وہ ابھی تک مدہوش سی ہوئی بلی بری طرح لحاف میں پھنس گئی تھی اور بے دریپ وار کی وجہ سے عالیشاء اس کی درگت بنا رہی تھی۔

کمرے میں ابھی تک علی بیٹھا دیکھ کر ہنس رہا تھا وہ آدھا نیند میں تھا اور جن کی جراب اس کے ہاتھ میں تھی اس نے جونہی جراب کو کھینچا ایک دم بلا اس کی گود میں آگرا۔ علی نے اتنی تیزی سے ایک دم چیخا اور اگلے ہی لمحے بلے کو اٹھا کر فرش پر دے مارا۔

ارے کہاں گیا کم بخت عالیشاء حیرانی سے بولی اور لحاف دیکھنے لگی لیکن بلا ایسے غائب تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

ایک دم بلا جن کے روپ میں آیا ہائے ۔ ہائے میری کمر جن نے کمر پر ہاتھ رکھ کر آہ بقا کرنے لگا۔

شٹ اپ ۔ حرام خور علی غصے میں تھا جبھی نازل ہوا ہے میرا دل نکال دیتا ہے اسے تنگ کا۔

ہاں جن نے کچھ مصالحے دار واقعات اسے بیان کیئے اور علی ہنس ہنس کر پاگلوں کی طرح لگ رہا تھا جن معصومیت سے بولا۔

واہ۔ واہ جی واہ واہ میرا کیا حال ہوا ہے اور آپ کو ہنسی آرہی ہے۔

نہیں ہمیں یہاں مزید نہیں رکنا دعا نے ضد پکڑ لی تھی اور چلنے کی تیاری کرنے لگی وہ ڈر گئی تھی اس لیے وہ سب واپس شہر آگئے ہاں عالیشاء اور

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اس کا بھائی مبشر ان کے ساتھ شہر آئے دوپہر کر وقت تھا جن نے علی کو خوش خبری سنائی کہ وہ لوگ گاؤں سے واپس آ چکے ہیں علی دوڑتا ہوا ان کے گھر گیا دعا اور ان کے کزن سے ملاقات ہوئی علی منتظر تھا کہ اب دعا ضرور وہ بھیانک واقعات اسے سنائے گی جو میرے جن کے انہیں ڈرایا تھا لیکن دعا بھی بالکل ڈھیٹ نکلی وہ ہر واقعات بیان کرنے لگی کہ گاؤں کے باغات کھیتوں میں لہلہانے کا انداز یہی نہر کے گاؤں کے باغات کا پانی خوبصورت آم کے اونچے اونچے درخت لیکن کوئی پراسرار واقعہ اس نے بیان نہیں کیا تھا۔

دعا میں نے سنا ہے کہ گاؤں میں جنات بھی ہوتے ہیں۔

دعا اس کی بات کاٹ کر بولی نہیں علی تم نے بالکل غلط سنا ہے جنات کو میں نہیں مانتی ان کا وجود ہی نہیں ہوتا۔

وہ بھی ہار ماننے والوں میں سے نہ تھی وہ وہاں سے لوٹ آیا کمرے میں جن کو حاضر کیا آج رات اس لڑکی کو بہت زیادہ ڈرانا ہے تاکہ یہ جنات اور بھوت پر یقین کرے۔

اچھا جو حکم میرے آقا۔

علی پھر رات کا انتظار کرنے لگا تھا رات کے ساڑھے بارہ بجے کا ٹائم تھا جب دعا کمرے میں اکیلی ٹی وی پر کوئی سیریل دیکھ رہی تھی خوفناک سا تھا سین بھی بڑا مزیدار تھا ایک بھوت نے نوجوان لڑکی کو گردن سے پکڑا ہوا اور وہ اسے کو لے جا رہا تھا اچانک کمرے کی لائٹ آف ہو گئی پنکھا بھی بند ہو گیا سکرین کے ذریعے نکل آیا دعا سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی وہ چیخنا چاہتی تھی لیکن اس کے حلق سے آواز نہ نکل پائی اچانک کمرے کی لائٹ جلنے بجھنے لگی کمرہ اگلے ہی لمحے میں وحشت زدہ ہو گیا تھا بھوت اس کی طرف بڑھنے لگا وہ بھی اٹھی اور پشت کی طرف بنا دیکھے دوڑ لگا دی اچانک وہ کسی دیوار سے ٹکرا گئی بھوت دعا کے سر پر پہنچ چکا تھا اور دعا کے حلق سے آواز تک بند ہو گئی تھی۔

تم بھوت پریت کو نہیں مانتی تھی نا اب دیکھ لو اپنا انجام جھریوں بھرا ہاتھ اس بھوت نے دعا کی طرف بڑھایا اور دعا کو بالکل اسی میں سین والی لڑکی کی طرح پکڑ لیا اور پھر دعا کی آنکھیں باہر کو ابلنے لگی اور اسکی گردن لڑھک گئی بھوت نے اسے چھوڑ دیا اور حیران ہو کر دعا کی طرح بڑھا اچانک ایک دم بھوت نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے پکڑ لیا اور یہ کیا کر دیا بھوت نے اس کمرے کا دروازہ کھولا اور ایک دم ٹی وی کا والیم فل کر دیا اور تیز چیخ دعا کی طرح آواز نکالی ارو پھر غائب ہو گیا تمام گھر والے دعا کے کمرے کی طرف بھاگے یہ دعا کی چیخ تھی۔

اپنے گھر کے کمرے میں علی بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے بھی یہ چیخ سن لی وہ پریشان ہو گیا اور اس لمحے اس نے جراب کو کھینچتے ہوئے جن کا حاضر کیا اور ایک دم بھیانک شکل کا بھوت سامنے آ گیا کراہت زدہ ڈریکولہ میں جن کے لمبے بال سرخ خون سے بھرے ہوئے تھے وہ حاضر ہو گیا علی نے ڈر کے مارے چیخ ماری اور کانپتے ہوئے اسے کہا کہ بیوقوف اپنی اصل حالت میں آ گیا۔

یہ۔۔نہ۔۔تت۔۔تت۔تم تھے علی کی گھگی بندگئی ہاں جلد چلو آقا کہیں مجھے اس لڑکی سے ڈر ہے کہ۔جن نے اپنی بات ادھوری چھوڑی بات

پوری کرو پھر جن نے اسے سارا واقعہ سنایا علی بھی پریشان ہو گیا اور گھر سے باہر نکلا کہ کہیں دعا مر تو نہیں گئی علی اس کے پیچھے تیز رفتاری سے چلنے لگا کمرے میں تنہا بیٹا سوچنے لگا میں نے تو اپنے آقا کے کہنے پر یہ گھناؤنا کھیل کھیلا اللہ اس کی زندگی تیرے ہاتھ میں ہے تو ہی اسے بچا یہ سب جن کو علی نے کہا تھا لیکن انہیں پتہ نہیں تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے علی اور اس کے گھر والے ہسپتال میں تھے ایک تو رات کو وقت تھا ڈاکٹر بھی چھٹی پر تھے بڑی مشکلوں سے آدھے گھنٹے بعد نزدیکی ڈاکٹر ہسپتال میں آ گئے دعا کو انتہائی نگہداشت وارڈ میں داخل کیا تھا اور سب لوگ سخت الجھن زدہ تھے ایک ڈاکٹر باہر آئے اور علی سے بولے۔ کیونکہ علی اور اس کی والدہ باہر کھڑے تھے۔

مریض کا نروس ڈون ہوا ہے۔۔دعا کریں مریض کو ہوش آئے ورنہ اس کی دماغ کی نس پھٹنے کا خطرہ ہے وہ پاگل ہو سکتی ہیں علی اس لمحے گھر واپس آیا اور جن کو حاضر کیا اور اس پر برسنے لگا جن نے جواب میں کہا۔

آقا آپ اب دعا کریں یہ سب آپ کا منصوبہ تھا آپ کی خود ظرفی نے ہی اسے یہاں تک پہنچایا ہے میں تو سرف کٹھ پتلی تھا آپ کو تو خوش ہونا چاہئے کہ وہ بھوت سے ڈر گئی ہے پورے چھ دن بعد دعا کو ہوش آیا اور وہ گھر آ گئی آج علی نے جن کو آزادی دے دی علی اور دعا کی منگنی ہو گئی علی نے توبہ کر لی وہ گندہ فعل نہیں اپنائے گا آئندہ کے لیے کتاب کو بھلا دیا سب نے خلوص دل سے دعائیں کی تھیں تب شاید اللہ تعالیٰ نے ان کی سن لی تھی اور دعا صحت یاب ہو کر آ گئی تھی دعا اس واقعہ کے بعد گم صم سی رہتی لیکن اس کی مسکراہٹ جو غائب تھی وہ علی نے وعدہ کیا خود سے کہا خود سے کہ اسے تا عمر کبھی بھی نہیں رلاؤں گا اور اس کا ہر طرح کا خیال رکھوں گا ایک سال بعد ان دونوں کی شادی ہو گئی علی نے کبھی آئندہ جن بھوت کی باتیں نہیں چھیڑیں تھیں اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے پھر چھ سال مزید گزر گئے دعا کا بیٹا پانچ سال کا ہو گیا تھا انتہائی الگ اور تیز اس کی پڑوسن سمیرا کے ساتھ وہ لان میں کہہ رہا تھا کہ سمیرا میں نے کل رات اسے دیکھا بہت بھیانک اور انتہائی وحشت زدہ تھا علی اور دعا اسے گود میں اٹھا لیا اور کہا بیٹا ہم نے بالکل تمہارے جیسے ننھا شیطان کل رات کو دیکھا تو سمیرا کو ڈرا رہا تھا سمیرا بھی کم نہ تھی انکل اگر یہ بھوت تو میں بھوتنی ہوں ان بچوں کی باتیں سن کر علی اور دعا ہنسنے لگے۔

سمیرا بولی تمہارا لاڈلا بہت شیطان ہے۔

قارئین کیسی لگی میری کہانی اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔

ہم کو مٹا سکے زمانہ اس میں دم نہیں
ہم سے زمانہ ہے زمانے سے ہم نہیں

عامر شہزاد علی خان۔ خضرو۔

غزل

تم کیوں بنے تھے دل کا سہارا جواب دو
اب کہاں ہے وہ پیار تمہارا جواب دو
کس کو تھا ناز اپنی عادتوں پہ ہر گھڑی
کس نے کیا وفا سے کنارا جواب دو
ہم تو سہہ نہ سکیں گے جدائی کے غم
یہ قول تھا ہمارا کہ تمہارا جواب دو
ایک طرف زندگی ایک طرف موت ہے
اب کس طرف کروں اشارہ جواب دو

---طالب حسین ہنجرائے کلاں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

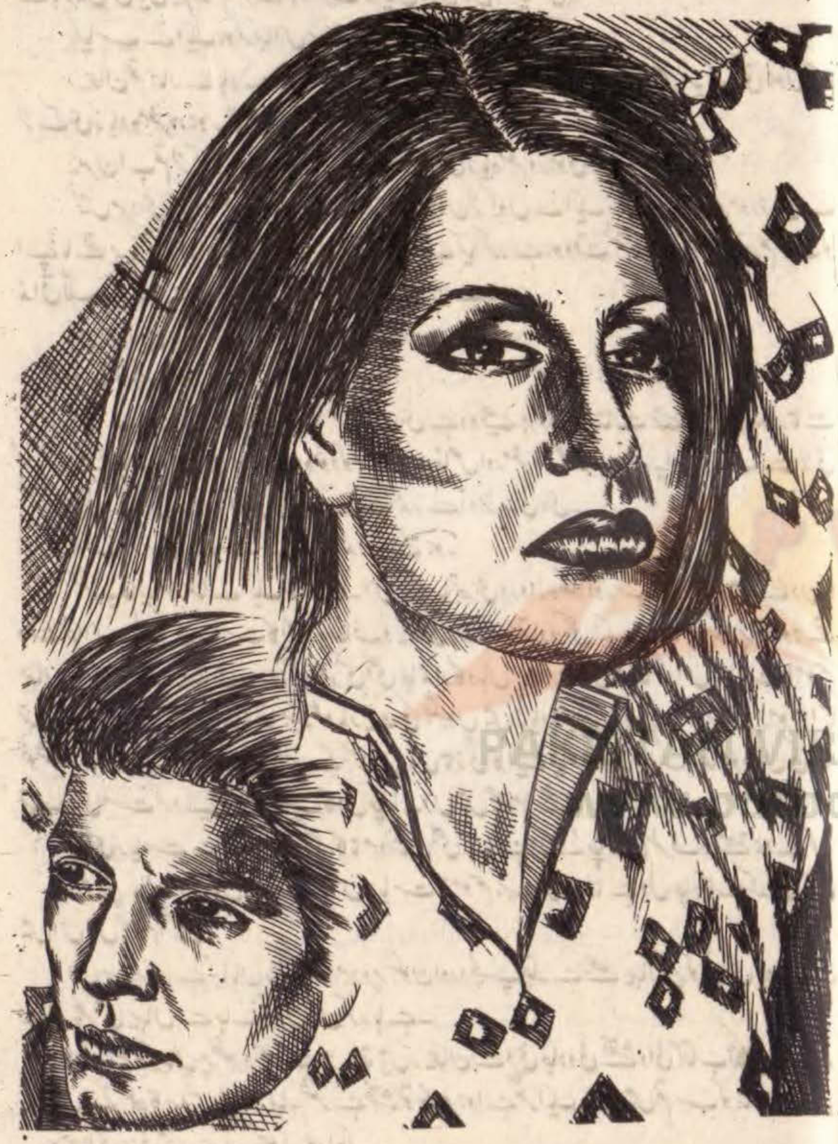

ڈر کے آگے جیت ہے

---آر۔کے ریحان خان۔پشاور۔قسط نمبر 12

اوکے مورزین چلوتو پھر دیر کس بات کی اسی طرح وہ دونوں بھی قالین پر بیٹھ گئیں۔اوراب دونوں قالین ہواق میں تھے سیمرن کو پہلے بہت ڈرلگا مگر بعد میں وہ بھی سنبھل گئی۔اوروہ سبھی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئے قالین کی وجہ سے وہ سبھی اپنی مطلوبہ نقشے والی جگہ پر سے تھوڑے فاصلہ پر اتر گئے کیونکہ آگے حد سے بھی زیادہ بڑی آبادی ان سب کو دکھائی دے رہی تھی اس جگہ میں ریت نہیں تھی جبکہ چاروں طرف پھول ہی پھول تھے ہر طرف دل کش مناظر تھے ایسے لگ رہا تھا جیسے اس ریاست کو اپنے ہاتھوں سے خوبصورت اوردل کش انداز سے تراشہ گیا ہوا ایک طرف باغیچوں کا ایک خوبصورت سلسلہ تھا اورایک طرف خوبصورت اور نیلے رنگ کا جھیل تھا جس کو مکمل پھولوں سے سجایا ہوا تھا جس پر پھول ہی پھول تھے اس کی خوبصورتی اپنی مثال آپ تھی مکمل ریاست کودلہن کی طرح سجایا گیا تھا وہ بھی چونکہ آبادی سے ابھی دور تھے مگر پھر بھی وہاں کے اونچے اونچے محل اس کو صاف دکھائی دے رہے تھے۔یقین مانو اتنی خوبصورتی میں نے آج تک نہیں دیکھی تھی اپنی دنیا میں۔سیمرن نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا جس پر حنا بولی۔کیا کوئی دنیا اتنی بھی خوبصورت ہوسکتی ہے۔ہاں حنا مجھے بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ واقعی میں ہی حد سے بھی زیادہ خوبصورت ہے یہ ریاست عالیہ نے ایک پھول کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا ذرا ان پھولوں کی مہک تو محسوس کرو بہت ہی لاجواب اوردل کش ہے مورزین نے ایک پھول کو سونگھتے ہوئے کہا۔ ریحان نے سب لڑکیوں کو ایک نظر دیکھا اور کہا اگر تم سب کی باتیں ختم ہوگئی ہیں تو چلیں کیا۔ریحان تم باربار ہمارا مزہ خراب کردیتے ہو۔عالیہ نے ناراضگی سے کہا۔اوکے تو رکو میں آگے جارہا ہوں۔روکو ہم بھی چلتے ہیں ناں۔یہ ہوئی ناں بات اب چلو ذرا اس ریاست کی مخلوق کو بھی دیکھتے ہیں۔اس کی مخلوق کیسی ہے اس طرح وہ سبھی آگے بڑھنے لگے جوں جوں وہ نزدیک جارہے تھے توں توں ریاست کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا مگر جب وہ مکمل ریاست کے اندر پہنچے تو سب کے ہوش اڑ گئے کیونکہ جس طرح یہ ریاست خوبصورت تھی اسی رح یہاں کے لوگ بھی حسن کے ایک مثال تھے اس ریاست کی لڑکیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں سب کو ایسا لگا جیسے وہ پریوں کی دنیا پرستان میں آگئے ہوں۔ایک سنسنی خیز اورڈراؤنی کہانی۔

ریحان یہ کیسا سوال ہے حنا نے ریحان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور وقت بھی ایک منٹ کا تھا وقت تیزی سے اپنی رفتار کے ساتھ چل رہا تھا مورزین نے سوال کو دہراتے ہوئے کہا۔ذرا سوچو جس کو ہر کوئی چاہتا ہے ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ میرے پاس بھی ہو اور ہر کوئی اسے پسند بھی کرتا اور سب سے اہم بات یہ کہ جس کے پاس وہ ہوتا ہے وہ بڑا ہی مغرور ہوتا ہے ریحان کچھ سمجھ میں آیا مورزین نے ریحان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ریحان نے سوچتے ہوئے کہا۔ سوال بہت ہی پیچیدہ ہے مگر مجھے اتنا سمجھ آیا کہ یہ سوال تم لڑکیوں کے بارے میں ہی ہیں کیونکہ تم صرف اور صرف لڑکیاں ہوتی ہیں تو کیا سمجھی۔

کیا سب نے ایک ہو کر کہا اس پر یمرن بولی۔

ریحان تم ہمارے بارے میں ایسا نہیں کہہ سکتے بلکہ میں تمہارے بارے میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ لڑکے ہی زیادہ مغرور ہوتے ہیں ہمیشہ خود کو ہیرو سمجھتے ہیں۔

یمرن اب تم لڑکیوں پر پردہ ڈال رہی ہو عورت ہی زیاہ مغرور ہوتی ہے۔

نہیں مرد ہی زیادہ مغرور ہوتے ہیں۔ اس بار تینوں لڑکیوں نے ایک ساتھ کہا جس پر مورزین نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور سب سے کہا ارے یہ تم سب کیا کر رہے ہو وقت ختم ہونے کو ہے اور تم سب کو مذاق لگ رہا ہے ریحان کیا واقعی میں اس کا جواب حسن ہے۔

ہاں مورزین۔

اوکے تو پھر بولو اسے۔

سنو آپ کے سوال کا جواب ہے حسن حسن ہی ہے وہ جیسے ہر کوئی چاہتا ہے جسے ہر کوئی پسند کرتا ہے اور جس کے پاس بھی حسن ہوتا ہے وہ خود کو سب سے خاص اور مغرور سمجھتا ہے اور یہ ان کی سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی دروازے کے اندر سے آواز سنائی دی۔

جواب درست ہے اب آپ لوگ اندر جا سکتے ہو۔

شکریہ عالیہ اور حنا نے ایک ساتھ کہا۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور سب ہی اندر چلے گئے دن کا وقت تھا اس لیے چھٹی ریاست کا نظارہ صاف دیکھائی دے رہا تھا وہ بھی ایک ریت کی جگہ پر موجود تھے جہاں دور دور تک ریت ہی ریت تھی اور کسی بھی جاندار کا وہاں پر نام ونشان نہ تھا مگر اس ریاست کا موسم نہایت ہی خوشگوار تھا اور سہانا تھا جبکہ عموماً ریت کی جگہوں میں زیادہ گرمی ہوتی ہے مگر یہاں پر موسم اتنا خوشگوار تھا کہ سب کو ایسا لگا جیسے ان کے جسموں میں تازگی کا ایک نیا احساس جاگ اٹھا ہو وہاں کی ہوا نہایت ہی مست کر دینے والی تھی سب کا دل چاہا کہ اس میں جھوم اٹھے۔

یہ کیسی ریاست ہے یہاں پر تو کسی کا نام ونشان بھی نہیں ہے حنا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا جس پر عالیہ بولی ہاں یہ تو ہے مگر اس ریاست کا موسم بہت ہی سہانا ہے دل چاہتا ہے کہ اپنی مستی میں اس میں جھوم اٹھیں۔

اس پر یمرن نے کہا ہاں یہ کتنی آرام دہ پرسکون اور دلچسپ جگہ ہے بھلے یہاں پر کوئی ذی روح نہیں ہے مگر پھر بھی یہاں سے جانے کو دل نہیں کر رہا ہے۔

اوکے تم تو یہاں پر ٹھہرو ہم آگے بڑھتے ہیں ریحان نے اپنی جادوئی نقشے والی کتاب نکالی جسے دیکھ کر اس نے سکھ کا سانس لیا اور کہا۔ شکر ہے نقشہ تو ظاہر ہوا ہے مگر ایک بات میں تم سب کو بتا دوں کہ یہ ریاست اتنی بڑی لگتی ہے یا یہ سمجھو کہ پورا ملک۔

کیا سب نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

ہاں اس ریاست کا رقبہ حد سے بھی زیادہ بڑا لگتا ہے نقشے میں تو یہی ظاہر ہوتا ہے ریحان اس ریاست کا نام اس میں نہیں لکھا ہے نہیں ابھی تک تو نہیں مگر جلد ہی لکھا ہوا ہوگا اب چلو آگے بڑھتے ہیں اسی طرح وہ سبھی آگے کی طرف بڑھنے لگے راستے میں عالیہ نے ریحان سے کہا۔

ویسے ریحان ہم نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا کہ وادی مرگ کی پانچویں طاقت وہ بادشاہ ہی ہوگا مگر تم نے جو کھیل کھیلا وہ واقعی میں قابل دید تھا۔

ہاں عالیہ مجھے بھی پہلے یقین نہیں آیا مگر اس کی آواز سننے کے بعد ہی مجھے پورا یقین ہو گیا۔

ویسے اچھا ہوتا اگر سلمان بھی ہمارے ساتھ آ جاتا حنا نے مورزین کو دیکھ کر کہا۔

جس پر وہ بولی اگر آ جاتا تو کیا کرتا یہاں پر پھر سے وہ اپنی بک بک شروع کر دیتا اور ریحان کو پھر سے اس پر غصہ آ جاتا اور ویسے بھی اب اس ریاست کو اور اس کے لوگوں کو ابھی بھولنا ہی بہتر ہوگا اس طرح یہ دن تو سفر کرتے ہوئے گزر گیا مگر اب بھی ان سب کی منزل بہت دور تھی ریحان نے رات کو جب نقشہ دیکھا تو یہ دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے کہ نقشے میں ابھی وہ تھوڑا ہی سفر کر پائے تھے ریحان نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

بابرے مر گئے ہم نے سارا دن سفر کرتے کرتے گزار دیا ہے مگر یہ کیا نقشے میں ایسے لگتا ہے کہ ابھی ہم دو قدم ہی چلے ہوں گے۔

کیا۔ سب نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

ہاں اگر ایسا ہی ہوتا رہا تو ہم اپنی منزل پر کبھی بھی نہیں پہنچ پائیں گے۔

ہاں ریحان یہ تو واقعی میں سوچنے والی بات ہے۔ مورزین نے بھی مایوسی سے کہا۔

جس پر یمرن بولی تو اب کیا کریں گے۔

اس ریحان نے سب پر ایک نظر دوڑائی جو بھی نہایت ہی پریشان لگ رہی تھیں تو ریحان نے سب سے کہا یہ کیا تم سب نے منہ لٹکا لیے چلو اب کھانا کھاتے ہیں باقی جو ہوگا دیکھا جائے گا اور ویسے بھی مجھے نیند آ رہی ہے اس پر سب نے اپنے اپنے بیگ سے کھانے کا سامان نکالا اور تھوڑی دیر میں کھانا تیار ہوا تو ریحان نے سب سے کہا۔

اب اپنے اپنے چہروں سے یہ پریشانی دور پھینکو اور کھانا شروع کرو۔

یمرن نے ریحان سے کہا تمہیں بہت جلدی ہے کھانا کھانے کی اور ہم سب یہاں پر پریشانی سے دوچار ہیں تو اس پر ریحان نے ایک نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

نہ کھاؤ آپ کی مرضی ہے مگر ہاں ایک بات کہوں گا کہ صبح تو تم بہت اچھل رہی تھیں کہ میرا دل یہاں سے جانے کو نہیں کر رہا ہے اور اب یہ کیوں کہہ رہی ہو کہ ہم کبھی نہیں پہنچیں گی۔

ریحان مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ سب ہوگا۔

ریحان کو دیکھ کر سب کی بھوک بڑھ گئی اور کھانا کھانے میں مصروف ہو گئیں۔ کھانا کھانے کے بعد ریحان نے سب سے کہا رات یہی پر گزاریں گے اب میں سونے جا رہا ہوں ہاں اگر کسی کو نیند نہیں آ رہی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہے تو وہ پہرا دے تو اچھا ہوگا۔ کیونکہ یہاں پر کچھ بھی ہوسکتا ہے ریحان نے آگے بڑھتے ہوئے سب کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہا اور وہاں سے ان سب کو آواز دی کہ جب تم سب کو نیند آجائے تو مجھے اٹھالینا میں پہرا دوں گا ٹھیک ہے گڈ نائٹ۔

مورزین نے حنا اور عالیہ سے کہا تم دونوں بھی سو جاؤ پہرا میں اور یسمرن دیں گے ویسے ہمیں نیند نہیں آرہی ہے اس کے ساتھ ہی رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی مورزین اور یسمرن اب بھی بیدار تھیں اتنے میں ریحان نیند سے بیدار ہوا تو اس نے گھڑی دیکھی تو رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی ہر طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا وقفے وقفے سے ہوا کی رفتار کی آواز سنائی دے رہی تھی ریحان اپنی جگہ سے اٹھا اس نے جا کر دیکھا تو مورزین اور یسمرن اب بھی پہرہ دے رہی تھیں ریحان اس کے پاس گیا اور ایک نظر حنا اور عالیہ کو دیکھا جو میٹھی نیند سو رہی تھیں۔

ریحان تم مورزین نے ریحان کو دیکھ کر کہا۔

ہاں میں اب جلدی سے تم دونوں سو جاؤ اور باقی کام مجھ پر چھوڑ دو۔

نہیں ریحان ہم ویسے بھی باتوں میں مصروف تھیں تم جا کر سو جاؤ مورزین نے جواب دیا۔

ریحان نے ان سے کہا جاتی ہو یا زبردستی کروں۔

او کے او کے مورزین نے سمیرن سے کہا۔ یسمرن چلیں یا اب تم ریحان کے ساتھ پہرا دو گی۔

مورزین بات تو تم نے پتہ کی کی ہے اگر ریحان اجازت دے تو ویسے بھی مجھے نیند نہیں آرہی ہے

ریحان نے ان سے کہا یسمرن جا کر سو جاؤ صبح پھر سے سفر کا آغاز کرنا ہے اس لیے تم چل نہیں پاؤ گی

ہاں چلو یسمر ریحان ٹھیک کہہ رہا ہے جبکہ ریحان کا دل بھی یہی چاہ رہا تھا کہ یسمرن بھی اس کے ساتھ بیٹھے اور وہ ساری رات ان سے باتیں کرے اسی طرح مورزین تو جلدی ہی سو گئی جبکہ یسمرن کو نیند کہاں آنے والی تھی وہ وقفے وقفے سے ریحان کو دیکھتی رہی ریحان نے جب اس کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ اگر میں یہاں پر ان کے سامنے بیٹھا رہوں گا تو یسمرن کبھی بھی نہیں سوئے گی اس لیے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تھوڑا دور جا کر بیٹھ گیا مگر پھر بھی وہ سمیرن کو دکھائی دے رہا تھا کیونکہ ہر طرف کھلا ہوا ریت کا وسیع میدان تھا اس پر ریحان واپس اپنی جگہ پر چلا گیا اور اس بار اس نے غائب ہونے والا منتر پڑھا اور خود کو یسمر کی نظروں سے غائب کر دیا اب ریحان اس کو دیکھ سکتا تھا مگر یسمرن نہیں اس لیے یسمرن تو جلد ہی سو گئی مگر ریحان اب اسے وقفے وقفے سے اس کے حسین چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اسی طرح رات کا آخری پہر تھا کہ ریحان کو ایسا لگا کہ جیسے کوئی نادیدہ اور غائبی مخلوق ان سب پر نظر رکھے ہوئے ہے ریحان نے اپنی آنکھیں بند کیں اور اس کے متعلق جاننے کی کوشش کرنے لگا مگر اس کو اپنے علم سے کچھ بھی پتہ نہیں چلا ریحان کا شک یقین میں تب بدلا جب اس نے کسی کے سانسوں کی آواز سنائی دی اس نے فوراً خود کو ظاہر کیا کیونکہ وہ جان چکا تھا کہ یہ جو کوئی بھی ہے مجھے غائبانہ حالت میں دیکھ رہا ہے اس نے بہت کوشش کی مگر کوئی بھی اس کے سامنے نہیں آیا وہ جو بھی کوئی نادیدہ مخلوق تھی ریحان کے بہت زیادہ قریب تھی اتنے قریب کہ وہ اس کے سانسوں کو بھی واضح طور پر سن پا رہا تھا ریحان کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر

یہ سب کیا ہو رہا ہے یہ کون ہے جو میرے اتنے پاس ہے اور مجھے کچھ کر کیوں نہیں رہا ہے یہ سوچ کر ریحان کا خوف تھوڑا کم ہو گیا کہ اگر کوئی شیطانی مخلوق ہوتی تو اب ضرور ان پر حملہ کر چکی ہوتی مگر یہ کوئی اور چکر لگتا ہے۔ ریحان نے کچھ سوچ کر دھیرے سے کہا۔

تم جو کوئی بھی ہو میں تم سے ڈرنے والا نہیں ہوں میرے سامنے آؤ جبکہ مجھے پتہ ہے تم جو بھی ہو میرے آس پاس ہو اس لیے اگر مجھے ڈرانے کا ارادہ ہے تو یہ تمہاری بہت بڑی بھول ہے میں ڈرنے والا نہیں ہوں اس لیے تم جو کوئی بھی میرے سامنے آؤ مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔

ریحان نے اتنا کہا اور چپ ہو گیا اور اس پر اچانک سانسوں کی آواز آنا بند ہو گئی اور اس بار ماحول میں ایک ایسی دلچسپ کر دینے والی خوشبو پھیل گئی جس کی مہک اتنی زبردست تھی او دل کو چھو لینے والی تھی کہ ریحان اس میں ہوش سے بیگانا ہو گیا۔ اتنے میں اچانک سے لال سرخ کپڑوں میں ملبوس ایک حسین و جمیل دوشیزہ ریحان کے تھوڑا فاصلہ پر نمودار ہوئی جس کا حسن قیامت ڈھا رہا تھا۔ وہ جنت کی حور لگ رہی تھی ریحان نے جیسے ہی اس کو دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں وہ ایک اٹھارہ سالہ لڑکی دکھائی دے رہی تھی جو پھول سے بھی نازک اور دودھ سے بھی زیادہ سفید اور گلابی رنگ کی تھی اس کے بال بورے تھے جو ہوا میں لہرا رہے تھے ریحان تو ہوش ہی اڑ گئے تھے اس کی آنکھوں میں بے پناہ کشش تھی ریحان دھیرے دھیرے اس کی طرف بڑھنے لگا اور اس سے تھوڑے فاصلہ پر رک گیا اور دھیمی آواز میں کہا۔

کون ہیں آپ۔ کہاں سے آئی ہو اور یہاں پر کیا کر رہی ہو ریحان نے ایک ہی سانس میں تین سوال کر دیئے۔ جس سے وہ دوشیزہ مسکرائی اور اس کی مسکراہٹ اتنی پیاری تھی کہ ریحان کا جی چاہا کہ بس اسے ہی دیکھتا رہے مگر اس نے جلدی ہی خود کو سنبھال لیا ریحان ابھی کچھ کہنے والا تھا کہ وہ آگے بڑھی اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گئی جبکہ ریحان اپنی جگہ پر بت بنا کھڑا رہا اس کے ذہن میں کئی سوال رہ گئے تھے مگر اب اس کا جواب اس دوشیزہ کے علاوہ کسی کے پاس بھی نہیں تھا۔ اس کے بارے میں سوچتے سوچتے ریحان پر رات سے صبح ہو گئی اس نے صبح کی نماز پڑھی اور اسے یکدم سے خیال آیا کہ میں ذرہ اپنی پانچویں طاقت کو تو آزما لوں کہ مجھے پانچویں طاقت کون سی ملی ہے اس نے اپنی جادوائی کتاب نکالی اور پانچواں منتر یاد کرنے لگا اس کے ساتھ ہی اس نے کتاب بند کی اور تین بار وہ منتر پڑھا تو اچانک سے ایک روشنی سی ہوئی اور اب وہاں پر ریحان کے سامنے ایک سنہرے رنگ کا قالین تھا ریحان حیران ہو گیا کہ یہ قالین کس لیے اس کے بعد اس نے پھر سے اپنی کتاب نکالی اور اس کا ایک صفحہ اور بھی پڑھ گیا تھا جو اس قالین کے بارے میں تھا اس نے جب اس قالین کے بارے میں پڑھا تو خوشی سے اپنی جگہ سے اچھل گیا اس کو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ کوئی عام قالین نہیں ہے بلکہ اڑنے والا قالین ہے ریحان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اب وہ جان گیا تھا کہ اب ان سب کو پیدل سفر کرنا نہیں پڑے گا ریحان اس پر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اپنا ہاتھ اوپر کی طرف کیا تو اچانک اس قالین میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ہوا میں اڑنے لگا۔ ریحان آج پہلی مرتبہ ہوا میں اڑ رہا تھا وہ تیزی سے نیچے آیا اور منتر پڑھا تو وہ قالین

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ایک روشنی کے ساتھ غائب ہوگیا اتنے میں چاروں لڑکیاں بھی خواب سے بیدار ہوگئیں کیونکہ سورج طلوع ہو چکا تھا سب نے خود کو فریش کیا اور جب ریحان کو انہوں نے دیکھا تو وہ انتہائی خوش دکھائی دے رہا تھا۔ سب نے اس سے پوچھا۔

کیوں کیا بات ہے بہت ہی خوش دکھائی دے رہے ہو۔

ہاں وہ تو میں ہوں۔

ذرا بتانے کی زحمت کرو گے کہ کیوں۔ یسمرن نے اس سے کہا۔

جس سے ریحان نے اس سے کہا۔ ہاں ضرور کیونکہ رات کو جو میں نے دیکھا وہ یقیناً ناقابل یقین تھا مجھے اب بھی مجھ نہیں آرہی ہے کہ میں نے وہ خواب دیکھا تھا یا حقیقت میں وہ حسن کی پری میرے پاس آئی تھی۔

کیا۔۔کیا۔۔حسن کی پری سب نے حیرانگی سے کہا۔

ہاں تھی وہ ایک مگر اب خیر چھوڑو اس کو ایک اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہم اب پیدل نہیں سفر کریں گے پھر کتنا مزہ آئے گا ریحان نے کہا

تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو یہ تم کیا بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ مورزین نے ریحان کو ڈانتے ہوئے کہا جس پر وہ بولا۔

تمہیں کیا لگتا ہے کہ خیر چھوڑو اب چلیں۔

نہیں کہیں نہیں جائیں گے پہلے ہمیں اس لڑکی کے بارے میں جاننا ہے جس کو تم حسن کی پری کہتے ہو یسمرن نے اپنا منہ بناتے ہوئے کہا ہاں۔

پہلے ہمیں وہ جاننا ہے عالیہ نے بھی سوال کیا۔

ریحان نے کہا ارے ابھی نہیں ابھی وہ نہیں ہے جب آئے گی تو بتادوں گا اب چلیں۔

او کے تو پھر سفر بھی اس کے ساتھ کرنا یسمرن نے آگے بڑھتے ہوئے کہا جس پر ریحان سمجھ گیا کہ یسمرن ناراض ہو چکی ہے۔ اس نے یسمرن کو آواز دی ارے مذاق کر رہا تھا حسن کی دیوی تم اچھی طرح جانتی ہو کہ کون ہے ہمارے بیچ میں ہی ہے اور ابھی وہ ناراض ہو چکی ہے۔

ریحان کی اس بات پر یسمرن مسکراتے ہوئے رک گئی تو ریحان نے کہا میں خوش ہوں کیونکہ مجھے تم سب کو جادو دکھانا ہے۔

جادو سب نے ایک ساتھ کہا۔

ہاں جادو۔

جس پر مورزین نے کہا ریحان تم بھی ناں ہم جس سفر پر ہیں وہ جادو ہی تو ہے۔ اتنے دنوں میں ہم جس سفر پر ہیں وہ جادو ہی تو ہے اور اتنے دنوں میں ہم جادو کے زیر اثر جی رہے ہیں۔ یہ غائب ہونا آگ کا اور برف کا منتر یہ سپیڈ کا منتر یہ سب جادو ہی تو ہے۔

ہاں بالکل مورزین مگر اس بار جو جادو میں تم سب کو دکھانا چاہتا ہوں وہ بہت خاص ہے جس سے تم سب خوشی سے ناچ اٹھو گی۔

اچھا اگر ایسا ہے تو جلدی سے دکھاؤ ہم سب سے اب اور انتظار نہیں ہوتا ہے عالیہ نے خوش ہو کر کہا

او کے تو پھر دیکھو۔ ریحان نے تین مرتبہ وہ منتر پڑھا تو ایک روشنی کے ساتھ وہ سنہرے رنگ کا قالین یکدم سے ظاہر ہوا جسے دیکھ کر عالیہ اور حنا نے کہا۔

ریحان کیا یہ اب کیا ہے کیا یہ ہی ہے تمہارا جادو۔

ہاں یہی ہے میرا جادو۔ جس پر سبھی لڑکیاں ہنس پڑیں۔ ہنسو مت اب دیکھتی جاؤ آر کے کا کمال عالیہ اور حنا تم دونوں یہاں پر آؤ او کے اب اب اس قالین پر بیٹھ جاؤ وہ دونوں قالین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئیں۔ تو ریحان نے ان سے کہا اسے نہیں دیکھو مجھے پھر ریحان اس قالین پر بیٹھ گیا وہ دونوں بھی اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئیں۔

حنا نے کہا ریحان تو اب کیا۔

ریحان نے کہا اب دیکھتی جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی ریحان نے اوپر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ قالین دھیرے دھیرے اوپر اٹھنے لگا اس کے اٹھتے ہی عالیہ اور حنا ڈر کی وجہ سے چیخنے چلانے لگیں۔ ریحان ریحان یہ اوپر اٹھ رہا ہے ہم گر جائیں گے رکو۔ اسے رکو۔

نہیں چپ رہو ورنہ گر جاؤ گی کچھ نہیں ہوگا اور ہواؤں میں سیر کا لطف اٹھاؤ سمجھی۔

م۔م۔مگر ریحان اگر ہم گر گئے تو عالیہ نے ہانپتے ہوئے کہا۔

کچھ نہیں ہوگا یہ ایک جادوائی اڑنے والا قالین ہے جبکہ یسمرن اور مورزین کی آنکھیں حیرت کی وجہ سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ان دونوں کا بھی دل چاہ رہا تھا کہ وہ بھی ہواؤں میں اڑیں تھوڑی دیر ہواؤں میں سفر کرنے کے بعد عالیہ اور حنا کا ڈر اب ختم ہو گیا تھا اب وہ واپس زمین پر آگئے تو یسمرن نے بے چینی سے حنا اور عالیہ سے کہا۔

کیا مزہ آیا۔

ہاں دیدی بہت آج تک تو میں سپنوں میں ہی ہواؤں میں اڑتی آئی تھی لیکن آج حقیقت میں دیدی میں بیان نہیں کر سکتی ہوں کہ مجھے کتنا مزہ آیا۔

ہاں یسمرن یہ واقعی میں ایک دلچسپ جادو تھا زندگی میں آج پہلی مرتبہ میں ہواؤں میں اڑ رہی تھی اس پر مورزین نے ریحان سے کہا۔

اب جلدی سے مجھے بھی اپنا منتر دو اب ہم پیدل سفر نہیں کریں گے۔

اس پر ریحان نے وہ منتر مورزین کو بھی سکھا دیا۔ اور اب مورزین نے جب وہ منتر پڑھا تو اس کے سامنے بھی ایک سنہرے رنگ کا قالین موجود تھا مورزین اس سے انتہائی خوش ہوگئی اور سب سے کہا اب چلیں اپنے ہوائی سفر پر تو اس پر حنا اور عالیہ نے کہا۔

نہیں ہم ریحان بھائی کے ساتھ قالین پر بیٹھیں گے۔

او کے تو یسمرن آؤ ہم دونوں اکھٹے اڑتے ہیں۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

او کے مورزین چلو تو پھر دیر کس بات کی اسی طرح وہ دونوں بھی قالین پر بیٹھ گئیں۔ اور اب دونوں قالین ہوا میں تھے یمرن کو پہلے بہت ڈر لگا مگر بعد میں وہ بھی سنبھل گئی۔ اور وہ سبھی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے قالین کی وجہ سے وہ سبھی اپنی مطلوبہ نقشے والی جگہ پر سے تھوڑے فاصلہ پر اتر گئے کیونکہ آگے حد سے بھی زیادہ بڑی آبادی ان سب کو دکھائی دے رہی تھی اس جگہ میں ریت نہیں تھی جبکہ چاروں طرف پھول ہی پھول تھے ہر طرف دل کش مناظر تھے ایسے لگ رہا تھا جیسے اس ریاست کو اپنے ہاتھوں سے خوبصورت اور دل کش انداز سے تراشہ گیا ہو ایک طرف باغیچوں کا ایک خوبصورت سلسلہ تھا اور ایک طرف خوبصورت اور نیلے رنگ کا جھیل تھا جس کو مکمل پھولوں سے سجایا ہوا تھا جس پر پھول ہی پھول تھے اس کی خوبصورتی اپنی مثال آپ تھی مکمل ریاست کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا وہ سبھی چونکہ آبادی سے ابھی دور تھے مگر پھر بھی وہاں کے اونچے اونچے محل اس کو صاف دکھائی دے رہے تھے۔

یقین مانو اتنی خوبصورتی میں نے آج تک نہیں دیکھی تھی اپنی دنیا میں۔ یمرن نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا جس پر حنا بولی۔

کیا کوئی دنیا اتنی بھی خوبصورت ہو سکتی ہے۔

ہاں حنا مجھے بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ واقعی میں ہی حد سے بھی زیادہ خوبصورت ہے یہ ریاست عالیہ نے ایک پھول کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا ذرا ان پھولوں کی مہک تو محسوس کرو بہت ہی لاجواب اور دل کش ہے مورزین نے ایک پھول کو سونگھتے ہوئے کہا۔

ریحان نے سب لڑکیوں کو ایک نظر دیکھا اور کہا اگر تم سب کی باتیں ختم ہو گئی ہیں تو چلیں کیا۔

ریحان تم بار بار ہمارا مزہ خراب کر دیتے ہو۔ عالیہ نے ناراضگی سے کہا۔

او کے تو رکو میں آگے جا رہا ہوں۔

رو کو ہم بھی چلتے ہیں ناں۔

یہ ہوئی ناں بات اب چلو ذرا اس ریاست کی مخلوق کو بھی دیکھتے ہیں۔ اس کی مخلوق کیسی ہے اس طرح وہ سبھی آگے بڑھنے لگے جوں جوں وہ نزدیک جا رہے تھے توں توں ریاست کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا مگر جب وہ مکمل ریاست کے اندر پہنچے تو سب کے ہوش اڑ گئے کیونکہ جس طرح یہ ریاست خوبصورت تھی اسی رح یہاں کے لوگ بھی حسن کے ایک مثال تھے اس ریاست کی لڑکیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں سب کو ایسا لگا جیسے وہ پریوں کی دنیا پرستان میں آ گئے ہوں اس طرح وہاں کے لڑکے بھی حد سے زیادہ ہینڈسم تھے اور وہاں کے محلوں کی خوبصورتی کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم تھی۔ وہاں کا ہر محل جیسے ہیروں سے پھولوں سے سنگ مرمر سے سونے سے جیسے بنایا ہوا تھا اور وہ سینکڑوں چھتوں پر مشتمل بڑے سے بڑے محل تھے ان سب کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ خوبصورت خوابوں کی دنیا میں آ گئے ہوں ان سب کو یہ ایک خواب لگ رہا تھا۔ مگر یہ حقیقت تھی ایک اور اہم بات جو اس ریاست کے حسین لوگوں میں تھی وہ یہ تھی کہ اس ریاست کا جیسے ہر فرد جادوگر ہو چاہے وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جس انداز میں وہ لوگ جب کام کر رہے تھے اور جس انداز سے وہ گھوم رہے تھے اس کے بارے میں یہی

کہا جا سکتا تھا کہ یہاں کا ہر فرد جوان بوڑھا اور سبھی کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ کہ یہ ہم کہاں آ گئے ہیں ریحان نے اپنی جادوئی کتاب نکالی اور جس کے چند صفحات بڑھ چکے تھے ریحان نے جب اس ریاست کا نام پڑھا تو سمجھ گیا کہ اس ریاست کا یہی نام ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس ریاست کا نام تھا حسیناؤں کی ریاست سنو سب ہم حسیناؤں کی ریاست میں آ چکے ہیں۔

کیا اس ریاست کا نام حسیناؤں کی ریاست ہے۔

ہاں اور لگتا ہے یہ یہاں کا ہر انسان ایک جادوگر ہے۔

اس پر مورزین نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا ہاں لگ تو ایسے ہی رہا ہے جیسے ہی ان لوگوں کی نظر ان پر پڑی تو ہر کوئی ریحان اور چاروں لڑکیوں کو حیرانگی سے دیکھ رہے تھے جیسے ان کی ریاست میں کوئی عجوبہ آ گئے ہوں کچھ لڑکے ایک عجیب انداز میں جمپ لگا کر ان کی طرف آ گئے جیسے وہ ہوا میں اڑ رہے ہوں۔ اور بہت ہی حسین لڑکیاں ریحان کے ارد گرد جمع ہو گئیں تو اس پر ریحان نے ان لڑکیوں کو دیکھ کر ان سے کہا کیا کوئی مجھے یہ بتا سکتا ہے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے تو اس پر ان حسینوں میں بحث چھڑ گئی واؤ کتنا حسین اور خوبصورت لڑکا ہے یہ ایک لڑکی نے ریحان کے چہرے پر اپنی انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔ تو دوسری بولی یہ میرا ہے اس لیے تم سب ان سے دور رہو تو اچھا ہوگا۔ اس لڑکی کی بات سن کر تیسری نے اپنے دونوں ہاتھ گول گول گھمائے اور اچانک سے ان کے ہاتھ میں ایک روشنی سے بنی لکڑی رونما ہوئی اور اس نے سب سے کہا۔

کوئی بھی اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے یہ میرا ہے صرف میرا اس کا حسن صرف میرے لیے بنا ہے۔ اور اگر کسی نے اس کو چھوا تو سمجھو میں اسے یہی پر خاک میں ملا دوں گی پھر یکدم سے سبھی لڑکیوں کے ہاتھوں میں مختلف قسم کی اشیاء رونما ہو گئیں یہ سب دیکھ کر ریحان بت بنا حیران کھڑا رہا۔ اس کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ مگر جب انہوں نے مورزین یمرن کی طرف دیکھا تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا تیری تو تم لوگوں کی اتنی ہمت کیونکہ سبھی لڑکے ان چاروں لڑکیوں کو پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے جس پر مورزین نے سب سے کہا۔

یہ ایسے نہیں مانیں گے ان سب کو مزہ چکھانا ہوگا۔

اس پر عالیہ نے گھبراتے ہوئے کہا۔ مگر کیسے یہ سب تو جادوگر ہیں۔

جو بھی ہو شروع ہو جاؤ ان سے پہلے کہ وہ چاروں کچھ کرتیں ریحان ان کے درمیان میں کھڑا ہو گیا اور سب لڑکوں سے کہا اگر لڑکیوں کو ہاتھ لگانے کا اتنا ہی شوق ہے تو پہلے مجھے ہاتھ لگاؤ تم سب کی تو میں ریحان نے اتنا کہا اور تیزی سے اپنی کرشمائی تلوار نکالی جن کے نکلتے ہی ان سے روشنیاں نکل گئی جسے دیکھ کر کچھ لڑکوں نے کہا۔

ارے اسے دیکھو یہ ہمیں اس کھلونے سے ڈرا رہا ہے مار دو اسے کیونکہ اگر یہ زندہ بچا تو ریاست کے سبھی لڑکیاں اس کے پیچھے بھاگیں گی اور یہ چاروں جوان کے ساتھ آئی ہیں یہ ہمیں کبھی نہیں ملیں گی اور خاص گروہ کالے کپڑوں والی انہوں نے یمرن کی طرف دیکھ کر کہا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غضب کی حسین ہے۔

دوسرا بولا مگر مجھے تو وہ نیلے کپڑوں والی چاہیے اس نے مورزین کی طرف دیکھ کر کہا۔

دوسری طرف ایک اور بول پڑا مجھے تو یہ سرخ کپڑوں والی چاہیے اس کا اشارہ حنا کی طرف تھا

چوتھا بولا جو عالیہ کے قریب کھڑا تھا اس نے عالیہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا مجھے تو یہ نازک سی تتلی چاہیے اس کے ساتھ ہی ریحان حملہ کرنے والا تھا کہ اس کو ریاست کے حسین لڑکیوں نے گھیر لیا اور ان سے کہا تمہیں تم نہیں لڑو گے کیونکہ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو ہمارا کیا ہوگا۔

اے سنو سب لڑکے اگر اس لڑکے کو کسی نے ہاتھ لگایا تو تم سب کی خیر نہیں ہے ایک لڑکی نے بلند آواز میں کہا ان سے سب کو یہ لگا جیسے اس ریاست کی لڑکیاں ان لڑکوں سے بہت زیادہ طاقتور ہوں کیونکہ اس کی ایک آواز سن کر بھی پیچھے ہٹ گئے مگر ریحان نے ان لڑکیوں سے کہا۔

اگر وہ مجھے کچھ نہیں کہیں گے تو مگر میں تو ان چاروں لڑکوں کو چھوڑنے والا نہیں ہوں کیونکہ انہوں نے جن لڑکیوں کے بارے میں ابھی بکواس کی ہے وہ میرے ساتھ ہیں اور جانتی ہو وہ میرے لیے کیا ہیں ابھی پتہ چل جائے گا اس کے ساتھ ہی ریحان نے سپیڈ کا منتر پڑھا اور ہوا کی تیزی کے ساتھ اس لڑکوں کو پکڑا جو مورزین کے بارے میں کہہ رہا تھا جیسے ہی انہوں نے اسے پکڑا تو اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا جس سے اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ زمین پر درد سے کراہ رہا تھا ریحان نے اس کو چھوڑا اور جس نے عالیہ کا ہاتھ پکڑا تھا اس کی طرف بڑھا تو وہ ہوا میں اچھلتا ہوا دور کھڑا ہو گیا مگر ریحان نے تیزی سے اس کو بھی اپنے مضبوط ہاتھوں کے شکنجے میں پکڑ لیا اور اس کا وہ ہاتھ جس کو اس نے عالیہ کو پکڑا تھا وہ جٹ سے توڑ دیا۔ اور تیسری باری اس لڑکے کی تھی جس نے حنا کے بارے میں بولا تھا اس کو بھی ریحان نے اٹھا کر زمین پر دے مارا اور آخر میں وہ تھا جس کو یسمرن چاہیے تھی ریحان نے اس کو ایک نظر دیکھا اور تیزی سے جا کر اس کو ہتھ لگانے ہی والا تھا کہ ریحان کو ایسا لگا کہ جیسے اس کے سامنے کوئی ان دیکھی دیوار کھڑی ہو ریحان ان سے آگے نہیں جا سکتا تھا۔ اس پر وہ لڑکا بولا۔

شکر مناؤ اجنبی کہ ہم نے تم کو ابھی تک ہماری ریاست کی لڑکیوں کی وجہ سے کچھ نہیں کہا ورنہ ابھی تک تو ہم تمہارا قیمہ بنا چکے ہوتے اب اگر ہمت ہے تو مجھے ہاتھ لگا کر دیکھاؤ۔

اس پر ریحان نے اپنی تلوار سے اس ان دیکھی دیوار پر ایک زوردار وار کیا جن سے انگارے نکل گئے اور اگلے ہی لمحے اس لڑکے کی گردن ریحان کے ہاتھ میں تھی وہ اسے مڑوڑ دینے والا تھا کہ یسمرن نے ریحان کو پیچھے کی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

نہیں ریحان چھوڑ دو اسے یہ مر جائے گا۔

اس پر ریحان نے اس لڑکے سے کہا شکر مناؤ کہ میں تمہیں اس لڑکی کی وجہ سے چھوڑ رہا ہوں اس کیساتھ ہی ریحان نے ان لڑکے کی گردن چھوڑ دی سبھی ریاست کے افراد ریحان کو حیرانگی سے دیکھ رہے تھے اس پر ایک بوڑھی عورت ریحان کے سامنے گئی اور گہری نظروں سے ریحان کو دیکھا اور بلند آواز میں کہا۔

یہی ہے وہ جس کا ہمیں انتظار تھا۔ ہاں یہی ہے وہ اس کی آواز سن کر ریاست کے لوگوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس پر ایک لڑکا بولا۔

ارے اس پاگل کو یہاں سے کوئی لے جاؤ پھر سے اس پر پاگل پن کا دورا پڑ گیا ہے یہی ہے وہ اس لڑکے نے طنزیہ لہجے میں کہا اب اس جگہ پر لوگوں کی بہت بڑی بیڑ جمع تھی۔ جس میں لڑکے کم اور لڑکیاں زیادہ تھیں ان سب لڑکیوں نے ریاست کے لڑکوں کو ہٹایا اور ریحان اور چاروں لڑکیوں کے اردگرد جمع ہو گئیں اور انہوں نے جب اس بوڑھی عورت کو ہٹانا چاہا تو وہ چیخنے لگی اور ریحان سے کہنے لگی۔

تم ہی تو ہو وہ تم میری مدد کرو گے ناں کرو گے ناں چھوڑ دو مجھے ارے چھوڑ دو مجھے وہ چیختے ہوئے کہے جا رہی تھی ریحان کو اس پر حد سے بھی زیادہ ترس آیا اور اس کی حالت دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے بلند آواز میں کہا۔

چھوڑ دو اسے اب اگر کسی نے اس عورت کو چھوا بھی تو سمجھو وہ گیا ریحان کی آواز سن کر لڑکیوں نے اس کو چھوڑ دیا وہ زمین پر بیٹھ کر رونے لگی ریحان تیزی سے اس کے پاس گیا اور اسے اٹھا کر اس کے آنسوؤں کو صاف کرنے لگا۔ ہاں میں تمہاری مدد کروں گا بس ایک بار بتا دو کہ آپ کی یہ حالت کرنے والا کون ہے قسم ہے مجھے اپنے رب کی میں اس کو ایسی موت دوں گا کہ جیسے دیکھ کر موت بھی کانپ جائے گی میں آپ کی مدد کروں گا ضرور کروں گا۔ میرا جنم ہی ظلم کے خلاف لڑنے کے لیے ہوا ہے ریحان آج حد سے بھی زیادہ جذباتی ہو رہا تھا۔ جیسے روکنا اب کسی کے بس میں بھی نہ تھا ریحان کی باتین سن کر ریاست کے سبھی لوگ حیران کھڑے تھے کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ لڑکا اور چاروں لڑکیاں ہیں کون اور یہاں پر کیسے پہنچیں۔

ریحان کی باتیں سن کر وہ بوڑھی عورت مسکراتے ہوئے بولی۔ یہ لڑکا میری مدد کرے گا ہاہاہا سنو سبھی یہ لڑکا میری مدد کرے گا اب وہ آزاد ہو جائے گی اب میری بچی آزاد ہو جائے گی وہ بلند آواز میں ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی ریحان ان سے کچھ کہنے والا تھا۔ کہ وہ بھاگتے ہوئے یہ کہہ کر دور چلی گئی کہ اب میری بچی آزاد ہو جائے گی اب میری بچی آزاد ہو جائے گی۔ یہ ایسا واقعہ تھا جس نے ان سب کو حیران کر دیا تھا اس عورت کے ساتھ کیا مسئلہ تھا اس کی بچی کو کس نے اغوا کیا تھا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا اگلا شمارہ پڑھنا مت بھولئے گا۔

غزل

میں یونہی گزار دیتا شب غم سنبھل سنبھل کے
تمہیں کیا ملا بتا دو میری زندگی بدل کے
بڑے بے وفا ہیں آنسو سر بزم آج چھلکے
میری آرزو نے لوٹا میری چشم نم میں پل کے
کسی بے سہارا دل کو ستاؤ اس طرح سے
کہیں آہ کر نہ بیٹھے کوئی بدنصیب جل کے
میں اسی لئے کھچا ہوں کہ انہیں بھی آئے غصہ
وہ الٹ دے کاش پردہ میری بے رخی پہ جل کے

بلال احمد۔ ساہیوال

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

آدھی رات کو یہ دنیا والے جب خوابوں میں کھو جاتے ہیں
ایسے میں محبت کے روگی یادوں کے چراغ جلاتے ہیں
کرتے ہیں محبت سب ہی مگر ہر دل کو صلہ کب ملتا ہے
آتی ہیں بہاریں گلشن میں ہر پھول مگر کب کھلتا ہے
میں رانجھا نہ تھا تو ہیر نہ تھی ہم اپنا پیار نبھا نہ سکے
یوں پیار کے خواب تو بہت دیکھے تعبیر مگر ہم پا نہ سکے
میں نے تو بہت چاہا لیکن تو رکھ نہ سکی وعدوں کا بھرم
اب رہ رہ کے یاد آتا ہے کیا جو تو نے اس دل پہ ستم
پردہ جو اٹھا چہرے سے تو لوگ کہیں گے ہرجائی
مجبور ہوں میں دل کے ہاتھوں منظور نہیں تیری رسوائی
سوچا ہے اب اپنے ہونٹوں پر میں چپ کی مہر لگا لوں گا
میں تیری سلگتی یادوں سے اب اس دل کو بہلا لوں گا

عثمان چودھری اینڈ چودھری
عبدالقادر، آزاد کشمیر

غزل

لگا کر دل پریشان ہے محبت دیکھ لی ہم نے
امیدیں بن گئیں آنسو یہ چاہت دیکھ لی ہم نے
لگی ہیں ٹھوکریں ایسی کہ اب جینا بھی مشکل ہے
کسی سے کیا کریں شکوہ یہ قسمت دیکھ لی ہم نے
کبھی بھولے سے دل والو کسی سے پیار نہ کرنا
یہاں اپنے پرائے ہیں حقیقت دیکھ لی ہم نے
ستا لے آسماں تو بھی ستا لے غم کے ماروں کو
مصیبت اور کیا ہوگی مصیبت دیکھ لی ہم نے
بچھڑ کر کیسے جیتے ہیں کبھی نہ پوچھا تم نے صنم!
محبت گر یہی ہے تو محبت دیکھ لی ہم نے

عثمان چودھری اینڈ چودھری
عبدالقادر، آزاد کشمیر

نعت

زینت جہان کی تو ہمارا رسولؐ ہے
عرش بریں کا نور ہمارا رسولؐ ہے
خیر البشر ہے ذات گرامی حضورؐ کی
انسانیت کو جان سے پیارا رسولؐ ہے
ثانی نہیں ہے جس کا کوئی بھی جہان میں
نازاں ہے جس پر عرش وہ ہمارا رسولؐ ہے
ہر مشکل حیات میں ان کو پکار لو
سب پہ ہی مہربان ہمارا رسولؐ ہے
کوئی نظیر ڈھونڈ کے لایا نہ آج تک
بے مثل بے مثال ہمارا رسولؐ ہے
سر پر احسان انؐ کا سایہ ہے ہر گھڑی
بے مثل سائباں جو ہمارا رسولؐ ہے

ایس احسان علی قریشی ڈنگہ روڈ
نوناروی، گجرات

مجھے تم اچھی لگتی ہو

بھلا لگتا ہے سب کو مگر تم مجھے اچھی لگتی ہو
جو ہونا ہو سو ہونا ہو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
کبھی کبھی اجاگتے سپنے مجھے اچھے نہیں لگتے
مگر تم سو دَیا جاگو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
یہ مانا غیر ممکن ہے ملن تیرا میری جاناں
مگر میں کیا کروں بولو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
نہیں ہے گر یقین تم کو میری باتوں کا میری جاناں
میرے احباب سے پوچھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
اگر پھر بھی یقین نہ آئے میری صداؤں گا
میرا دل چیر کر دیکھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
میرے خدا! جو خیالوں میں تمہاری یہ ادائیں ہیں
کوئی رُت ہو کوئی موسم، مجھے تم اچھی لگتی ہو

ریاض علی راجپوت، گھوٹکی قادر پور روڈ

غزل

ٹوٹے ہوئے دل کو
ہم جوڑ دیں گے
اے یاد آنے والے
تجھے یاد کرنا
ہم چھوڑ دیں گے
جب تیری وفائیں
ساتھ تھیں ہمارے
خوشیوں کے آشیانے
بستے تھے اس دل میں
جب تم نے روپ بدلا
دکھایا اصلی چہرہ
غم کے اندھیروں کا
بن گیا خوشیوں پہ سہرا
اب میں ہوں ہر غم کا
اور ہر غم ہے میرا
اب تم بن ہے جینا
اور تم بن ہے مرنا

سجاد علی اسد، جھل مگسی، بلوچستان

غزل

جیون کالی رات ہے
تنہا میری ذات ہے
[illegible]ر خاموش نگاہیں
ہر لمحہ برسات ہے
خالی کمرہ اور کھلونے
بچپن میرے ساتھ ہے
کیسی چاہت اور تمنا
اپنوں کی سوغات ہے
میں پاگل دیوانہ مجنوں
تیری سند ذات ہے
تو مہتاب کے کرنوں جیسی
کیا میری اوقات ہے
تنہائی سے ڈر لگتا ہے
شاہد میری مات ہے
تیرے خواب سجا بیٹھے ہیں
یہ بھی کوئی بات ہے
اک دن راہ مر جائے گا
میں ہوں اور فٹ پاتھ ہے

مرزا عمران، شیخوپورہ

آنسو

شیشم اب تک سہا سا چپ چاپ کھڑا ہے
بھیگا بھیگا، ٹھٹھرا ٹھٹھرا
بوندیں پتا پتا کر کے
ٹپ ٹپ کرتی ٹوٹتی ہیں تو سسکی کی آواز آتی ہے
بارش کے جانے کے بعد بھی
دیر تلک ٹپکار ہتا ہے
تم کو چھوڑے دیر ہوئی ہے
آنسو اب تک ٹوٹ رہے ہیں

سجاد حسین نومی، پنڈ دادنخان

☆☆☆

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سرئی زرد آنکھوں کو خواب دے مری ساری سوچوں کو تاب
مجھے نفرتوں کا جواز دے سبھی الفتیں میرے نام کر

شیخ محمد شاہد، شیخوپورہ

غزل

زندگی اے زندگی دیکھ میری بے بسی
میرے ہر سوال کا تو جواب دے
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے
اپنے آپ سے خفا کر دیا نصیب نے
مجھ کو اپنوں سے جدا کر دیا نصیب نے
ہر دعا کو بددعا کر دیا نصیب نے
میری خوشیاں کیا ہوئیں کچھ حساب دے
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے

مرزا عمران، شیخوپورہ

غزل

حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں
ساقی بہک رہے ہیں مے کش سنبھل رہے ہیں
کم شو سے مناؤ جشن بہار یارو!
اس روشنی تلے کچھ گھر بھی جل رہے ہیں
اے ہم سفر یہ شائد تم کو خبر نہیں ہے
کچھ حادثے بھی میرے ہمراہ چل رہے ہیں
کتنے غموں کو ہم نے ہنس کر چھپا لیا ہے
کچھ غم امیر لیکن اشکوں میں ڈھل رہے ہیں
ساقی بہک رہے ہیں مے کش سنبھل رہے ہیں
حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں

عمر فاروق، پنڈ دادنخان

مزاحیہ غزل

ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو
جاں میں نے بیوپار کیا ہے
ہاں میں نے کاروبار کیا ہے
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو
سائیکل کو گرا کے لوری کو جھکایا
سیکھا ہے کہاں سے یوں ورما لگانا
آتا ہے تمہیں تو یوں چھوہارے چرانا
جاؤ جی ہٹو جی چھوڑ یوں ستانا
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو

محمد شریف، پیر جگی موڑ TDA

غزل

کچھ ایسی ابتدا ہے میری محبت میں کیا بتاؤں
کہ آج تک تڑپ رہا ہوں محبت میں کیا بتاؤں
وہ ستم گر ہی کچھ ایسا ملا مجھے محبت میں
کہ دل کے ٹکڑے ہوئے تھے میری محبت میں
کچھ ایسی داستان غم تھی میں کیا بتاؤں
کہ اتنے ملے تھے زخم مجھ کو اس کی محبت میں
بکھرا تھا جو ریزہ ریزہ ہو کر کچھ اس طرح
کہ آج تک ترس رہا ہوں بوند بوند کو محبت میں
میں اتنا جو نادان تھا اس کی محبت میں
ملی اتنی سزا مجھ کو اس کی محبت میں
کہ نہ جی سکا نہ ہی مر سکا اس کی محبت میں

ساغر شہزد

غزل

کیسا دل کو روگ لگائے پھرتا ہے دکھی ساغر

آنکھوں میں کچھ خواب سجائے پھرتا ہے دکھی ساغر
آشاؤں کے دیپ جلائے پھرتا ہے دکھی ساغر
تیرے غم کا بوجھ اٹھائے پھرتا ہے دکھی ساغر
ہر موسم ساون بھادوں گرمی ہو کہ سردی ہو
آنکھوں میں برسات برسائے پھرتا ہے دکھی ساغر
اک دن تو آن ملیں گے روٹھ کے جانے والے
کیسی کیسی آس لگائے پھرتا ہے دکھی ساغر
شائد ہم کو یاد تو کرتا ہوگا بھولنے والے
یونہی اپنا دل بہلائے پھرتا ہے دکھی ساغر
شیشے کی دکان سجانے والو! تم بھی محتاط رہنا
ہاتھوں میں سنگ اٹھائے پھرتا ہے دکھی ساغر
دامن چاک گریباں چاک مٹی تنکے بالوں میں
ایسا اپنا حال بنائے پھرتا ہے دکھی ساغر

ساغر جی دکھی، چک حسن ارائیں

غزل

آنکھوں میں بسا لوں تجھے خواب کی طرح
دیکھوں گا ہر گھڑی تجھے کتاب کی طرح
آنکھوں میں سما کر تیری وفا کی دلکشی
مہکانا میری سانسوں کو پھر گلاب کی طرح
دیکھوں تیری آنکھوں میں تو ہو جاتا ہوں مدہوش
چڑھ جاتا ہے مجھے نشہ شراب کی طرح
چھوتا تیرا رخسار گر ہوتا تیرا آنچل
جب چہرے پہ چڑھاتی ہے مجھے نقاب کی طرح
تیرے چہرے سے نظر ہٹتی نہیں اک پل بھی
پھنسا ہوں تیرے حسن میں گرداب کی طرح
اے کاش میں ہوتا دیا تیرے آنگن کا
چمکاتا تیرے آنگن کو مہتاب کی طرح

ساغر جی دکھی، چک حسن ارائیں

غزل

اٹھو اے دل زدگان آسمان بنانا ہے
ہمیں اڑا کے دھواں آسمان بنانا ہے
ملال حسرت تعمیر کیا بتائیں تجھے
مکان بنانا یہاں آسمان بنانا ہے
زمین بنانی ہے ہم نے برائے دربدراں
برائے گمشدگان آسمان بنانا ہے
ابھی سے کرنے لگے ہیں تھکان کی باتیں
ابھی تو ہمسفراں آسمان بنانا ہے

پروفیسر رمضان جانی، پنڈ دادنخان

غزل

تتلی جو ایک مجھ کو ملی تھی کتاب میں
وہ اپنا عکس چھوڑ گئی میرے خواب میں
اب تک وہ میرے ذہن میں الجھا سوال ہے
شامل رہا جو ہر گھڑی میرے نصاب میں
آنکھوں میں نیند ہے نہ کوئی خواب دور تک
رہتا ہوں میں بھی آج کل کیسے عذاب میں
ملتا تھا گردشوں سے گلے لگ کے چاند بھی
آئے سمٹ کے فاصلے کتنے سراب میں
آخر میری وفا کا مجھے کیا ملا ثمر
لکھا نہ ایک حرف بھی اس نے جواب میں

ذکاء اللہ قریشی، کندیاں

شام کے بعد

آنکھ بن جاتی ہے ساون کی گھٹا شام کے بعد
لوٹ جاتا ہے اگر کوئی خفا شام کے بعد
وہ جو ٹل جاتی رہی سر سے بلا شام کے بعد

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کوئی تو تھا کہ جو دیتا تھا دعا شام کے بعد
آہیں بھرتی ہے شب ہجر یتیموں کی طرح
سرد ہو جاتی ہے ہر روز ہوا شام کے بعد
شام تک قید رہا کرتے ہیں دل کے اندر
درد ہو جاتے ہیں سارے ہی رہا شام کے بعد
لوگ تھک ہار کے سو جاتے ہیں لیکن جاناں!
ہم نے خوش ہو کے تیرا درد سہا شام کے بعد
شام سے پہلے تلک لاکھ سلائے رکھیں جاگ اٹھتی ہے
محبت کی انا شام کے بعد
خواب ٹکرا کے لپٹ جاتے ہیں بند آنکھوں سے
جانے کس جرم کی کس کو ہے سزا شام کے بعد
چاند جب رو کے ستاروں سے گلے ملتا ہے
اک عجب رنگ کی ہوتی ہے فضا شام کے بعد
ہم نے تنہائی سے پوچھا کہ ملو گی کب تک
اس نے بے چینی سے پوچھا کہ ملوں گی شام کے بعد
میں ار خوش بھی رہوں پھر بھی میرے سینے میں
سوگواری کوئی روتی ہے سدا شام کے بعد
تم گئے ہو تو سیاہ رنگ کے کپڑے پہنے
پھرتی رہتی ہے میرے گھر میں قضا شام کے بعد
لوٹ آتی ہے میری شب کی عبادت خالی
جانے کس عرش پہ رہتا ہے خدا شام کے بعد
دن عجب مٹھی میں جکڑے رکھتا ہے مجھے
مجھ کو اس بات کا احساس ہوا شام کے بعد
کوئی بھولا ہوا غم ہے جو مسلسل مجھ کو
دل کے پاتال سے دیتا ہے صدا شام کے بعد
مار دیتا ہے اجڑ جانے کا دہرا احساس
کاش ہو کوئی کسی سے نہ جدا شام کے بعد

راجہ عرفان ۔ گھوٹکی

غزل

زندگی درد کی زنجیر بھی ہوسکتی ہے
سرمئی شام کی تعبیر بھی ہوسکتی ہے
وہ بھی انساں ہے پریشان نہ ہونا مائے دوست!
لوٹنے میں اسے تاخیر بھی ہوسکتی ہے
تم جسے رات سے تعبیر کیا کرتے ہو
وہ مرے چاند کی تنویر بھی ہوسکتی ہے
دل میں نشتر کی طرح دوست اترنے والی
بات ہوسکتی ہے تحریر بھی ہوسکتی ہے
اس لئے دیکھتا رہتا ہوں ستارے صابر
ان میں الجھی ہوئی تقدیر بھی ہوسکتی ہے

صابر علی صابرؔ پہلوان، سرگودھا

غزل

نجانے کب کہاں، کچھ کھو گیا ہے
ہوا ایسے گماں، کچھ کھو گیا ہے
مری دھرتی کی سانسیں کہہ رہی ہیں
فلک کے درمیاں، کچھ کھو گیا ہے
دکھائی دے رہا ہے وہ جو مجمع
مرے ہم دم وہاں، کچھ کھو گیا ہے
مری تشویش بڑھتی جارہی ہے
مرے احساس جاں، کچھ کھو گیا ہے
مرا بھی کھو گیا تھا ایک سپنا
ترا بھی خاکداں، کچھ کھو گیا ہے
بہت اسرار پر صابرؔ کسی نے
کہا اتنا یہاں، کچھ کھو گیا ہے

صابر علی صابرؔ، سرگودھا

غزل

جہاں تلک بھی یہ صحرا دکھائی دیتا ہے
میری طرح سے یہ اکیلا دکھائی دیتا ہے
نہ اتنی تیز چلے سر پھری ہوا سے کہو
شجر پہ ایک پتا ہی دکھائی دیتا ہے
برا نہ ماننے لوگوں کی عیب جوئی کا
انہیں تو دن کا بھی سایہ دکھائی دیتا ہے
یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
تمام دشت ہی پیاسا دکھائی دیتا ہے
وہیں پہنچ کر گرائیں گے بادباں اب تو
وہ دور کوئی جزیرا دکھائی دیتا ہے
وہ الوداع کا منظر وہ بھیگتی پلکیں
پس غبار بھی کیا کیا دکھائی دیتا ہے
سمٹ گئے آخر پہاڑ سے قد بھی
زمین سے ہر کوئی اونچا دکھائی دیتا ہے

عثمان چوہدری ۔ آزاد کشمیر

غزل

ہم آج ہیں پھر ملول یارو
مرجھا گئے کھل کے پھول یارو
گزرے ہیں خزاں نصیب ادھر سے
پیڑوں پہ جمی ہے دھول یارو
تا حد خیال لالہ و گل
تا حد نظر ببول یارو
[illegible] تک ہوس رہی گلوں کی
بھی رہے قبول یارو
ہاں کوئی خطا نہیں ہے [illegible]
ہاں ہم سے بھول ہوئی ہے یارو

قادر یار ۔ آزاد کشمیر

غزل

آج پھر سے نگاہیں ملائیں گے ہم
دل پہ دانستہ پھر چوٹ کھائیں گے ہم
ان کی ہر اک جفا آزمائیں گے ہم
وہ ستم ڈھائیں گے مسکرائیں گے ہم
جانے والے ہمیں اس طرح چھوڑ کے
یاد رکھنا بہت یاد آئیں گے ہم
دل تمہارا ہے یا انجمن ہے کوئی
لو یہاں سے کہیں بھی نہ جائیں گے ہم
ہم وہ عثمان جسے تم سمجھ نہ سکے
وقت پر دیکھنا کام آئیں گے ہم

عباس علی ۔ فیصل آباد

غزل

غیر کو درد سنانے کی ضرورت کیا ہے
اپنے جھگڑے میں زمانے کی ضرورت کیا ہے
تم مٹا سکتے نہیں دل سے میرا نام کبھی
پھر کتابوں سے مٹانے کی ضرورت کیا ہے
زندگی یونہی بہت کم ہے محبت کے لئے
روٹھ کر وقت گنوانے کی ضرورت کیا ہے
دل نہ مل پائیں تو پھر آنکھ بچا کر چل دو
بے سبب ہاتھ ملانے کی ضرورت کیا ۔

زبیر احمد ۔ لاہور

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

جب تصور میں پائیں گے تمہیں
پھر ڈھونڈ نے جائیں گے تمہیں
تم نے دیوانہ بنایا مجھ کو
لوگ افسانہ بنائیں گے تمہیں
حسرتو! دیکھو یہ ویرانہ دل
اس نئے گھر میں بسائیں گے تمہیں
مری وحشت مرے غم کے قصے
لوگ کیا کیا نہ سنائیں گے تمہیں
آہ! میں کتنا اثر ہوتا ہے
یہ تماشا بھی دکھائیں گے تمہیں

احتشام علی خواجہ ، اٹک سٹی

غزل

تجھے یاد کر کے شام و سحر میں رویا کرتی ہوں
کیسے کٹے گی زندگانی اپنی یہ سوچا کرتی ہوں
تیرے بنا تو ایک ایک پل بھی صدیوں کا گزرتا ہے
بڑی حسرت سے تصویر تیری اشکوں سے بھگویا کرتی ہوں
میرے جسم و جان کو صبر ہی نہیں آتا تیرے بنا
تیری یاد میں ہر پل آنسوؤں کے موتی پرویا کرتی ہوں

فرزانہ خان، کوٹ ادو

غزل

بند آنکھوں میں کوئی سپنا تھا
سپنے میں کوئی اپنا تھا
جب آنکھ کھلی تو ہم نے جانا
کہ سپنا آخر سپنا تھا

فرزانہ خان، کوٹ ادو

غزل

روئے گا دل مگر فریاد نہ نکلے گی
تیری ڈولی کے بعد یہاں سے میری میت نکلے گی
اس وقت اے ستم گر پچھتائے گا تو بھی
جب تجھے میرے مرنے کی خبر ملے گی
تڑپ تڑپ کے میری یاد میں روئے گا دل ترا
اس وقت مگر تیرے منہ سے کوئی آہ نہ نکلے گی

سجاد علی اسد، جھل مگسی

غزل

مجھے تلاش . ہے اس کی جو صرف میرا ہو
میرا نصیب بنے میرے دل کے پاس رہے
میرے قریب ہو اتنا کہ سانس رک جائے
مجھی کو چاہے ہنسائے ستائے پیار کرے
وہ میری مانگ سجائے مجھی کو بہلائے
میں سوچتا ہوں کہ میری وفا کی شہزادی
کہیں تو ہوگی زمانے کی بھیڑ میں گئی
کبھی تو میرے لئے اس کا دل تڑپے گا
کبھی تو پیار کا شعلہ لہو میں بھڑکے گا

ایس احسان علی قریشی، تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

غزل

چاند دیکھا تو تیری یاد آئی
پھول چوما تو تیری یاد آئی
یونہی بیٹھے تھے ذرہ تنہائی میر
دل میرا دھڑکا تو تیری یاد آئی
آج ساون کی پہلی بارش میں

جب چلی ہوا تو تیری یاد آئی
رات کو سوتے میں اِک جھٹکا لگا
جب جگا تو تیری یاد آئی
برسوں بعد جو گزرے تیری گلی سے ہم
تو اس پل صنم ہرجائی تیری یاد آئی
بھول جاؤں گا اسے میں احسان
ایس یہی سوچا تو تیری یاد آئی

ایس احسان علی قریشی، کھاریاں، ضلع گجرات

غزل

جب تک یہ آگ دل میں ہمارے لگی نہ تھی
یہ عالم نوں یہ دیوانگی نہ تھی
تصویر آج آپ کی یوں دیکھتا رہا
تصویر جیسے آپ کی دیکھی کبھی نہ تھی
لطف و کرم کا سلسلہ ہم پر دیا تری
جب تک وفا کی ٹوٹ کے مالا گری نہ تھی
کلیاں وہی تھیں پھول وہی اور وہی چمن
ان سب پر تیرے بعد مگر تازگی نہ تھی
کیسے نہ جانے بات وہی عام ہوگئی
جو دل کی بات عزمی کسی سے کہی نہ تھی

ایس ایف محمد سعید ملک آف بھاولپور

غزل

وہ محبتوں کا جہاں لئے میرے سامنے تھا مثال سا
مگر اب کی رُت میں یہ کیا ہوا وہ جہاں ہے رو بہ زوال سا
نہ امنگ ہے نہ نگاہ ہے نہ وہ رنگ چہرے کا لال سا
خوشی ہوئی کیسی بات ہے نہ ہی رنج سا نہ ملال سا
کسی اور ہاتھ میں ڈور ہے کسی اور ہاتھ کا ہے یہ ہنر
وہ لگے ظاہری آنکھ سے ہمیں پتلیوں کا کمال سا
وہ مقام آیا حیات میں وہ سلجھ گیا میں الجھ گیا
رہا اس کے جال میں کاٹتا میرے گرد بن گیا وہ جال سا
وہ خوشبوؤں میں بھا گئے وہ جو رنگ و نور سجا گئے
یونہی آگیا ہے مجھے ابھی ان ہی موسموں کا خیال سا
وہی سرد مہری مزاج میں وہی بے مہری سی نگاہ میں
یہی شاہد کے عود عیب تھے وہ ہی یعقوب میرا بن گیا حال
سا

شاہد عمران مرزا، شیخوپورہ

غزل

یہ شب فراق یہ بے بسی ہے قدم قدم یہ اداسیاں
میرا ساتھ کوئی نہ دے سکا میری حسرتیں ہیں دھواں دھواں
میں تڑپ تڑپ کے جیا تو کیا میرے خواب مجھ سے بچھڑے
میں اداس گھر کی صدا سہی مجھے دے نہ کوئی تسلیاں......
یہ فضا جو گرد و غبار ہے میری بے کسی کا مزار ہے
میں وہ پھول ہوں جو نہ کھل سکا میری زندگی میں وفا کہاں
چلی ایسی درد کی آندھیاں میرے دل کی بستی اُجڑ گئی
یہ راکھ ہے بجھی بجھی اس میں میری ہے نشانیاں......

شاہد عمران مرزا، شیخوپورہ

غزل

کبھی یوں بھی دعاؤں میں میری حسرتیں میرے نام کر
میرے درد مجھ سے تو چھین لے میری چاہتیں میرے نام کر
میرے خواب کتنے ہیں بے کراں مجھے بادلوں سے ہیں الجھنیں
میرے سارے درد و الم مٹا کبھی قربتیں میرے نام کر
شب غم میں جینا کٹھن بہت میرے ساقیا مجھے جام دے
یوں سمندروں کو پیام دے سب سخاوتیں میرے نام کر
میں سلگ رہا ہوں بہار میں تری جستجو کے مقام پر
مجھے آرزو سے نواز دے یوں عنائتیں میرے نام کر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

محبت سے عنایت سے وفا سے چوٹ لگتی ہے
بکھرتا پھول ہوں مجھ کو ہوا سے چوٹ لگتی ہے
میں شبنم کی زباں سے پھول کی آواز سنتا ہوں
عجیب احساس سے اپنی صدا سے چوٹ لگتی ہے
تجھے خود اپنی مجبوری کا اندازہ نہیں......... شاید
نہ کر عہد وفا عہد وفا سے چوٹ لگتی ہے

غزل

پرندے بھلا کیوں ہوا سے ڈر رہے ہیں
درختوں پہ بھلا کب گھر رہتے ہیں
عجیب ویران ہے شہر تمنا
یہ کیسے لوگ ہیں کیا کر رہے ہیں
کہانی پھر کوئی ترتیب دے دیتے ہیں
ہم ہی ہیں جو بہت بے درد ہیں
شاعری سے ہم کو ہے کیا لگاؤ
شعر ہیں کہ خود ہی بن رہے ہیں
نہ پوچھ تو ہم سے باتیں
کیسے تمہاری یاد میں تڑپ رہے ہیں
اس دل میں تمہارے لئے بہت کچھ ہے
ہم تو راستہ محبت چن رہے ہیں
تم نے مانگا ہے ہم سے دل ایسے
سو دل تم پہ وار رہے ہیں

ناصر پردیسی، راجہ پور

تمام عمر اسی نے سفر میں رکھا ہے
ستارہ سمجھ کر جس کو نظر میں رکھا ہے
بچھڑنے والا کسی روز مل ہی سکتا ہے
امید پر قدم انجانی منزل پر رکھا ہے
پرندے کھوج میں نکلے ہیں دانے کی
سو انتظار کے اب کیا شجر میں رکھا ہے
بچا بھی سکتا ہے وہ عکس کو بکھرنے سے
وہ جس نے عکس کو شیشے کے گھر رکھا ہے
اگر وہ دل بھی دکھائے تو دکھ نہیں ہوتا
ہنر دے کر بے ہنر ہی ہم کو رکھا ہے
میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے بچھڑ جائے
وہ جس نے مجھ کو بچھڑنے کے ڈر میں رکھا ہے
ہنر تو مجھ میں نہیں ہے کوئی مگر ناصر
کرم ہے اس کا صف معتبر میں رکھا ہے

ناصر پردیسی، راجہ پور

کسی سے نہیں ملے

تم سے نہیں ملے تو کسی سے نہیں ملے
ملنا بھی پڑ گیا تو خوشی سے نہیں ملے
دنیا تو کیا خود سے بھی کرتے رہے گریز
جب تک نہیں ملے تو کسی سے نہیں ملے
جو بے طلب تھا اس کی رہی طلب
جو ملنا چاہتا تھا اس سے نہیں ملے
ملنے کی زندگی میں سب کچھ ملا ریاض
تم مل گئے تو لوگ خوشی سے نہیں ملے
ہم اپنے دشمنوں سے گلے مل کر آگئے ریاض
جس کے لئے گئے تھے اس سے نہیں ملے

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادر پور

غزل

جگمگاتے جگنوؤں کا قافلہ میں اور تو
یہ شبوں کے رتجگوں کا سلسلہ میں اور تو
بے بسی کا حیرتوں میں مست ہو کر دیکھنا
زرد موسم خاموشی اک حادثہ میں اور تو
جنوری کی سرد شامیں گاؤں کی وہ ٹی سٹال

ٹرین گاڑی کے ٹھہرنے کی صدا میں اور تو
پائن ایپل کے درختوں کی مہک چارسو
گھوٹکی کی سمت جاتا راستہ میں اور تو

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادر پور

سایہ ہو محبت

دو چار لفظ کہہ کر میں خاموش ہو گیا
وہ مسکرا کر بولے بہت بولتے ہو تم
پیار میں دوری بھی ہوتی ہے کوئی بات نہیں
بات تو یاد رکھنے کی ہوتی ہے سب دل کی
آج کس زبان سے تیری بے وفائی کا شکوہ کرو
کبھی اس زبان سے تیری تعریف ہوا کرتی تھی
تم ترک تعلق کا کسی سے ذکر مت کرنا
میں لوگوں سے کہہ دوں گا اسے فرصت نہیں ہے
توڑ گئے پیمان وفا اس دور میں کیسے کیسے لوگ
یہ مت سوچ ریاض کہ تیرا ہی صنم ہرجائی ہے

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادر پور

غزل

دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
یہ نہ سمجھو مجھ کو پیار نہیں ہے
تم جو آئے ہو میری دنیا میں
اب کسی اور کا انتظار نہیں ہے
دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
میری قسمت کہ تم سے ☆ ہوں
اور زندگی سے بھی مجھ کو پیارے ہو تم
سامنے تم ہو تو کر جائیں
بن تمہارے مجھ کو قرار نہیں
تم جو آؤ تو پھول کھلتے ہیں
خزاں کو سراب کرتے ہیں
اپنی زلفیں جو تم نہ بکھراؤ
کوئی بھی موسم بہار نہیں

محمد ساجد سعید، کسنسے

غزل

تعلق توڑ دیتا ہوں مکمل توڑ دیتا ہوں
جسے چھوڑ دیتا ہوں مکمل چھوڑ دیتا ہوں
محبت ہو کہ نفرت ہو بھرا رہتا ہوں شدت سے
جدھر سے آئے یہ دریا ادھر ہی موڑ دیتا ہوں
یقین رکھتا نہیں ہوں میں کسی کچے تعلق پر
جو دھاگا ٹوٹنے والا ہو اس کو توڑ دیتا ہوں
میرے دیکھے جو سپنے کہیں لہریں نہ لے جائیں
گھر و در ریت کے تعمیر کرکے چھوڑ دیتا ہوں
بصرہ اب تک وہی بچپن وہی تخریب کاری ہے
قفس کو توڑ دیتا ہوں پرندے چھوڑ دیتا ہوں

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادرپور روڈ

غزل

جہاں آج اپنی ملاقات ہوگی
نئے لوگ ہوں گے نئی بات ہوگی
ہوا وقت رخصت اگر دلربا کا
تو آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہوگی
اسی وقت میرا جنازہ اٹھے گا
گلی میں جو تیری بارات ہوگی
خدا کے سوا کون میرا یہاں پر
وہاں گھر ہے میرا جہاں رات ہوگی
نہیں کوئی تیرا غمدل اب یہاں پر
تیرے ساتھ رب کی فقط ذات ہوگی

غمدل ارشد علی مشوری، لاڑکانہ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مجھے یہ شعر پسند ہے

پتہ نہیں کیوں تیری وفا پہ اتنا یقین ہے اے ایم
ورنہ حس والے تو خود سے بھی وفا نہیں کرتے
------------ وسیم اکرم۔ پانڈووال
ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے
نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گی نجانے ہم کہاں ہوں گے
------------ اقصد فراز۔ منڈی بہاؤالدین۔
جس کو دیکھا پیار میں روتے ہوئے دیکھا ساقی
یہ محبت تو مجھے کسی فقیر کی بددعا لگتی ہے
------------ سرفراز۔ کڑھ سگھرال خوشاب
پرکاٹ کر اظہار محبت نہیں کرتا
اڑتے ہیں تو اڑ جائیں کبوتر میری چھت سے۔
------------ سرفراز۔ خوشاب
کیسے کروگے تم میری چاہت کا اندازہ
میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے
------------ قمر اعجاز گوندل۔ گوجرہ
ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دل کو روگ لگایا جن کیلئے
------------ اسحاق انجم۔ کنگن پور
تو نے یونہی محسوس کیا ہے ورنہ دل میں کچھ بھی نہ تھا
بس ایک تیری چاہت تھی اور وہ بھی غیر شعوری تھی
------------ عثمان دکھی کنگن پور
تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
------------ محمد کنول لاہور
[illegible] پھول بکتے دیکھے تو قدم رک سے گئے
یہ بار کہا تھا محبت پھول جیسی ہوتی ہے

------------ محمد سرفراز۔ کڑھ سگھرال
ملنے کی طرح وہ مجھے پل بھر نہیں ملتا
دل اس سے مل گیا جس سے مقدر نہیں ملتا
------------ نثار احمد گھونکی
ہر مسکرانے والے کو خوش نصیب نہ سمجھو ساگر
کچھ لوگ مسکراے ہیں غم چھپانے کے لیے
------------ محمد وقاص ساگر۔ فیروزہ
روز مرہ کا کھیل ہے ان کے لیے
ایک دو باتوں سے دوچار کو اپنا کرنا
------------ محمد رضوان آکاش۔ سلانوالی۔
ہم نے چاہا تم کو تم نے چاہا کسی اور کو
خدا کرے جسے تم چاہو وہ چاہے کسی اور کو
------------ محمد ندیم عباس میوانی۔ پتوکی
دل غریبوں کا توڑنے کا تو لوگوں نے ہنر سمجھ لیا ہے
اگر خود کا کوئی توڑے دل تو تکلیف ہوتی
------------ غلام عباس ساغر۔ لنگرائے
میرے وعدوں کو اسنے مذاق سمجھا
میرے پیار کو اسنے جذبات سمجھا
گزری جب اس کی گلی سے لاش میری
اس پتھر دل نے اسی کو بھی بارات سمجھا
------------ غلام عباس ساغر لنگرائے
وہ جو ہاتھوں کی لکیروں پر فقط کرتے تھے ناز اتنا
پیا آج وہ ہی ہاتھ اٹھا کر ان کے لوٹ آنے کی دعا مانگ رہے ہیں
------------ ذیشان پیا۔ [illegible]
تیرا احترام کرنے کو جی چاہتا

تیری دید میں آنکھیں جھکا نہیں سکتا
ایک طرف میری محبت ہے سجاد
خود کو سزا سے بچا نہیں سکتا
------------ سجاد علی دہم تھل
اگر ہوتی خون کے رشتوں میں وفا اے دوست
تو یوں نہ بکتا یوسف مصر کے بازاروں میں
------------ ثوبیہ حسین۔ کہوٹہ
رکھا جب سجدے میں سر تو احساس ہوا
کہ دلوں میں خدا کو بسایا نہیں سجدے میں کس کی تلاش ہے
------------ تنزیلہ حنیف۔ ٹلہ جوگیاں
محبوب میرے محبوب میرے تو ہے تو دنیا حسین ہے
جو تو نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے
------------ محمد طفیل طوفی۔ الکویت
مت بہاؤ آنسو بے قدروں کیلئے
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے
------------ مرزا عامر نوید۔ منڈی بہاؤالدین
اسی کا شہر وہی مدعی وہ منصف
ہمیں یقین تھا قصور ہمارا ہی نکلے گا
------------ تنزیلہ حنیف۔ ٹلہ جوگیاں
یوں تیری چاہتیں سنبھال رکھی ہیں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی
------------ صدا حسین صدا کیلا سکے
دل کی دھڑکن تو فقط ہوش کا تقاضا ہے
یہ دنیا تو سانس لینے کی اجازت نہیں دیتی
------------ رانا بابر علی ناز لاہور
دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
------------ پرنس عبدالرحمٰن گجر۔ نین رانجھا
ساری زندگی تنہائیوں کی نظر ہوگئی
تمام عمر غموں میں بسر ہو گئی
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے
[illegible] تو دکھوں کو خبر ہوگئی

------------ عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ
لذت گناہ کی خاطر ہار دی تھی جس نے جنت ہادی
میری رگوں میں بھی اس آدم کا خون ہے
------------ ممریز بشیر گوندل گوجرہ
اس نے سمجھا ہی نہیں نہ سمجھنا چاہا
میں چاہتا بھی کیا تھا اس سے اسکے سوا
------------ تنزیلہ حنیف ٹلہ جوگیاں
کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا
بس زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں
------------ قمر اعجاز گوندل گوجرہ
میں سجدوں میں تیری عافیت کی دعا مانگوں گا
سنا ہے خدا بیوفاؤں کو معاف نہیں کرتا
------------ غلام فرید جاوید۔ حجرہ شاہ مقیم۔
ہوتی ہوگی میرے بوسے کی طلب میں پاگل آکاش
جب بھی زلفوں میں کوئی پھول سجاتی ہو گی
------------ رائے اطہر مسعود آکاش
اس پھول نے ہی ہمیں زخمی کردیا
جسے ہم پانی کی جگہ خون دل پلاتے رہے
------------ رانا نذر عباس۔ منڈی بہاؤالدین
زندگی ایک قصہ ہے مگر عاشقی دربدر نہیں ہوتی
ہم سے کرلو دوستی سکھا دیں گے تم کو بادشاہی
------------ محسن علی۔ ساہیوال
ہمیں ان سے وفا کی امید ہے غالب
جو یہ بھی نہیں جانتے وفا کیا ہے
------------ حماد ظفر ہادی۔ منڈی بہاؤالدین
نہ دیکھ ظالم نگاہ سے ہم کو
ہم پہلے بھی شکار ہو چکے ہیں کسی ظالم شکاری سے
------------ نبی شیر رحمان۔ سردار گڑھ
یہ نہ سوچنا کہ تم چھوڑ دو گی تو ہم مر جائیں گے ندیم
وہ بھی جی رہے ہیں جن کو ہم نے تیری خاطر چھوڑا تھا
------------ شاہد ندیم۔ [illegible]
دل میں کتنے زخم ہیں کسی کو [illegible]

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یہ اور بات ہے کہ ہم مسکرا کے جیتے ہیں رولانے والوں کے سامنے
---------------محمد عرفان۔پانڈووال

مانا کہ محبت کا روگ برا ہے ندیم
اس کے سوا بھی ہزاروں غم ہیں اس جہاں میں
---------------ندیم عباس ڈھکو۔ساہیوال

تجھ کو پانے کی تمنا تو مٹا دی ہم نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی۔
---------------فنکار شیر زمان پشاوری

بہت سوچا بہت سمجھا بہت دیر تک پرکھا
تنہا ہو کہ جی لینا محبت کرنے سے بہتر ہے
---------------تنزیلہ حنیف۔ٹلہ بوگیاں

دل میں ہوتے ہم تو بھلا نہ پاتے وہ
ذہن سے اکثر باتیں نکل ہی جاتی ہیں
---------------تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

یہ کس وقت تجھے پیار کی سوجھی
لپٹ گئے ہو جنازہ بھی نہیں اٹھانے دیتی
---------------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

بہت رویا وہ جب احساس ہوا اسے اپنی غلطی کا
چپ کروا دیتے ہم اگر چہرے پر ہمارے کفن نہ ہوتا
۔لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

دل جب غم سے بھر جائے کوئی اپنا بچھڑ جائے
تو دل کیسے ٹوٹتا ہے اسی لیے مجھے روٹھنے نہ دینا
---------------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

تیری آنکھ سے دل تک کا سفر کرنا ہو گا
مجھ کو پرکشش خوبصورت منزلوں کا سفر کرنا ہو گا
اگر تم روٹھ جاؤ تو ہماری جان نکل جائے
مگر یہ خود ہی سوچو تم میں اتنا حوصلہ ہو گا
---------------عائشہ رحمن۔کبیر والا

میں شجر تھا شجر ہی رہا
وہ بدلتے رہے موسموں کی طرح
---------------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

محبت سوز ہوتی ہے محبت ساز ہوتی ہے
محبت دو دلوں کا حقیقی راز ہوتی ہے
---------------محسن عزیز حلیم۔کوٹھ کاراں

اپنی رحمت کے خزانوں سے عطا کر مالک
خواب اوقات میں رہ کر نہیں دیکھے جاتے
---------------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

روٹھ جانے کی ادا ہم کو بھی آتی ہے
کاش کوئی ہوتا ہم کو بھی منانے والا
---------------عبادت علی۔ڈی آئی خان

لکھا تو تھا کہ خوش ہوں دوستوں کے بغیر
آنسو مگر قلم سے پہلے ہی گر گیا
---------------عبادت علی۔ڈی آئی خان

محبت کے اندھیروں میں پتھر بھی پگھل جاتے ہیں
غیروں سے کیا گلہ اپنے بھی بدل جاتے ہیں
---------------افنان محمود۔رکن سٹی

تیرے بغیر نہ گزرے گی عمر اے دوست
میں کیا کروں گا زمانے کی دوستی لے کر
---------------افنان محمود۔رکن سٹی

تو نے دیکھا ہے کبھی صحرا میں جلتا ہوا پیڑ
ایسے جیتے ہیں وفاؤں کو نبھانے والے
تو کبھی دیکھنا ان کی صبحوں کو عاشق کتنا روتے ہیں
اوروں کو ہنسانے والے
---------------عائشہ رحمن۔کبیر والا

گرم گرم روئی توڑی نہیں جاتی
دوستی پھول ہوتی ہے چھوڑی نہیں جاتی
---------------افنان محمود۔رکن سٹی

لا سے ابتداء کی خدا پہ انتہا
اے محمد ﷺ آپ کا وسیلہ میرے کام آگیا
---------------عطاء اللہ شاد۔جڑانوالہ

اس کی یادوں نے شام تنہائی میں اس طرح گھیر مجھ کو
راستے تو پہلے بھی ویران تھے اب اندھیرے بھی ...
---------------رئیس ارشد۔خان بیلہ

اپنی چاہت کی کرنوں سے میرے دل میں اجالا کر دو
اس کڑی دھوپ میں مجھ پر اپنی زلفوں کا سایہ کر دو
---------------سید عارف شاہ۔جہلم

کیا بات ہے جو کھوئے کھوئے سے رہتے ہو اسد
کہیں لفظ محبت سے محبت تو نہیں کر بیٹھے
---------------اسد اشرف۔گوجرہ قینچی

وہ کہتا ہے میں تیرے جسم کا سایہ ہوں ایس
اس لیے شاید اندھیروں میں ساتھ چھوڑ گیا
---------------رئیس ساجد۔خان بیلہ

چہرہ چادر میں چھپا کر شب بھر جاگتی رہتی ہے
وہ کس کو یاد کرتی ہے سخت نیند کا بہانہ کر کے
---------------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

اپنوں کی چاہتوں نے دیئے اس قدر فریب
لپٹ کر روتے رہے ہر اجنبی کے ساتھ
---------------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

کوئی گلہ نہیں تیرے بدل جانے کا
اجڑے چمن کو تو پرندے بھی چھوڑ دیتے ہیں
---------------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

میری پلکوں کا اب نیند سے کوئی تعلق نہیں رہا
وہ کسی اور کا ہے اسی سوچ میں رات گزر جاتی ہے
---------------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

تجھ کو خبر ہوئی نہ زمانہ سمجھ سکا
ہم چپکے چپکے تجھ پر کئی بار مر گئے
---------------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں گا
وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے
---------------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

تمہارے ساتھ رہنا بھی مشکل ہے بہت
اور بن تمہارے بھی ہم رہ نہیں پاتے
---------------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی
---------------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

یاد آتے ہو تو کچھ بھی کرنے نہیں دیتے
اچھے لوگوں کی یہ ہی بات بری لگتی ہے
---------------عدنان عاشق پریم۔گوجر خان

رات پوری جاگ کر گزار دوں تیری خاطر دوست
اک بار تو کہہ کر دیکھ مجھے تیرے بنا نیند نہیں آتی
---------------عدنان عاشق پریم۔گوجر خان

مت ہو اتنا مخلص کسی کے لیے اس دنیا میں اے پریم
کسی کیلئے جان بھی گنوا دو تو کہتے ہیں زندگی ہی اتنی تھی
---------------عدنان عاشق پریم۔گوجر خان

زندگی کا یہ رنگ بھی کتنا عجیب ہے
برباد جتنا کیا ہمیں عزیز بھی اتنا ہے
---------------بابر علی سحر۔سمندری

نجانے کس رہزن صنم کی تلاش میں تھا وہ
کل شب لوٹ لیا جو قافلہ رہبروں نے
---------------بابر علی سحر۔سمندری

مجھ سے شکوہ تو کوئی نہ ہوا لیکن ابھی ابھی
عمر بھر تڑپائیں گی اسے کچھ یادیں ایسی چھوڑ آیا ہوں
---------------بابر علی سحر۔سمندری

اس کو بیوفا کہہ کر اپنی ہی نظروں سے گر جاتے ہیں ہم
وہ پیار بھی اپنا تھا وہ پسند بھی ہماری اپنی تھی
---------------پروفیسر شاہد علی شام۔چیچہ وطنی

ہمیں حسرت تو بہت تھی تجھے پانے کی سحر
بس ایک محبت ہی تھی ظالم جو برباد کر گئی
---------------بابر علی سحر۔سمندری

پھولوں پہ سونے والے کانٹوں پر سو رہے ہیں
خاموش رہنے والے بدنام ہو رہے ہیں
---------------محمد رضوان۔کلوانوالہ

تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ سے یوں چھوٹ جائے گا
اگر مجھ کو خبر ہوتی اسے زنجیر کر دیتے
---------------عدیل ارشد عادی۔بھلوال

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اگر ارادہ قتل کا تھا تو تلوار سے سر قلم کر دیتے
کیوں عشق میں ڈال کر ہر سانس پہ موت لکھ دی
-----------وقاص انجم جڑانوالہ

نہ تول میری محبت کو اپنے دل سے اے دوست
دیکھ کر میری محبت کو اکثر ترازو ٹوٹ جاتے ہیں
-----------پرنس مظفر شاہ پشاور

ہم سے کامی پوچھتے ہو بے وفائی کی انتہا یارو
ہم سے پیار سیکھتا رہا وہ کسی اور کے لیے
-----------اظہر سیف دکھی مسجد بلال

آرزو میں ہی زندگی گزر جاتی ہے رومی
وجہ آرزو بھی سمجھ نہیں آتی
-----------عبدالجبار رومی چوہنگ

بہت تنگ ہوں تیری نوکری سے اے زندگی
مناسب ہی ہے میرا حساب کر دے
-----------محمد زبیر شاہد ملتان

اس نے سوچ کر الوداع کر دیا ائے سلیم
یہ غریب لوگ ہیں وفا کے سوا کیا دیں گے
-----------محمد سلیم منیو ننکن پور

اب تم سے دور رہ پاؤں یہ ممکن نہیں لیکن
ٹوٹ کر بکھر جاؤں ایسا نہ کوئی سوال لکھنا
-----------شہزاد سلطان کیف الکویت

میں نے اس سے پوچھا ایک پل میں جان کیسے نکلتی ہے
اسا نے چلتے چلتے میرا ہاتھ چھوڑ دیا عمران
-----------عمران علی شیر پھولنگر

حیات اک مستقل غم کے سوا کچھ بھی نہیں
خوشی بھی یاد آتی ہے تو آنسو بن کے آتی ہے
-----------اللہ دتہ مخلص راولپنڈی

جاؤ جا کر ڈھونڈ لو ہم سے زیادہ چاہنے والا
مل جائے تو خوش رہنا نہ ملے تو پھر ہم تیرے ہیں
-----------خرم شہزاد مغل

تیرے بچھڑ جانے سے نہیں پڑے گا فرق اس کو
آج میں نے مر کے خواب میں آزمایا ہے
-----------ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

نہیں کیے ہم نے غریبوں کی چوکھٹ پہ سجدے
جس چیز کی ضرورت ہے ہم خدا سے مان لیتے ہیں
-----------سجدہ صابر بوریوالہ

میری زندگی میں کوئی اس طرح پیار کرنے والا لکھ دے اے رب
کہ میں بارش میں بھی رہوں تو وہ میرے آنسو کو پہچان لے
-----------رضوان مشتاق نکال کلر سیداں

اک اس کی مسکان سے ہی تو دنیا میں رونق ہے
وہ ناراض ہو تو زمانہ بڑا ویران لگتا ہے
-----------ضیاقت علی کوٹلی

محبت کی شترنج میں وہ بڑا چالباز نکلا شازی
اس نے دل کو مہرہ بنا کر ہم سے دنیا ہی چھین لی
-----------سمیر ارمان سنگم فیصل آباد

یہ قید بھی سکھا دیتی ہے آداب محبت اے دوست
پنجرے میں تو پرندے بھی شرارت نہیں کرتے
-----------بشارت علی ٹوبہ ٹیک سنگھ

روز آجاتے ہو میران کے حالات پوچھنے
کسی روز کیوں نہیں کہتے کہ آجاؤ آزدہ ہو تم
-----------احسن عباس ٹوبہ ٹیک سنگھ

بات بات پہ دیتے ہو پرندوں کی مثال
صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ ہمارا شہر چھوڑ دو
-----------بشارت ٹوبہ ٹیک سنگھ

ہم زمانے میں بدنام فقط اس وجہ سے ہوئے احسن
کہ موسموں کی طرح ہمیں بدلنا نہیں آتا
-----------احسن جی ٹوبہ ٹیک سنگھ

میری منزل میرے راستے میں رکاوٹ بن کے
میرے دشمن نہیں میرے اپنے یار بیٹھے ہیں
-----------شہزاد سلطان کیف

روز روتے ہوئے وہ کہتی ہے زندگی مجھ سے
صرف اک شخص کی خاطر مجھے برباد نہ کر
-----------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

الجھا رہی ہے مجھ کو یہی کشمکش مسلسل
وہ آبسا ہے مجھ میں یا میں اس میں کھو گیا
-----------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

کفن کی گرہ کھول کے میرا دیدار تو کر لو
بند ہو گئیں وہ آنکھیں جن کو تم رولایا کرتی تھی
-----------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

مثل شیشہ ہیں ہمیں تھام کے رکھنا ایس
ہم تیرے ہاتھ سے چھوٹے تو بکھر جائیں گے
-----------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

ہم تو پھول کی ان پتیوں کی طرح ہیں ایس
جنہیں خوشی کی خاطر لوگ قدموں میں بچھا لیتے ہیں
-----------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

سوکھے پتوں کی طرح بکھرے ہیں ہم تو ایس
کسی نے سمیٹا بھی تو جلانے کیلئے
-----------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

عارف رفتہ رفتہ تیری آنکھ جس سے لڑی ہے
جس سے لڑی ہے وہ دور رہتی ہے
-----------سید عارف شاہ۔جہلم

ٹوٹی قبر پر بال بکھیرے جب کوئی مہ جبین روتی ہے
اکثر مجھے خیال آتا ہے موت کتنی حسین ہوتی ہے
-----------سید عارف شاہ۔جہلم

فکر معاش ۔ماتم جاناں اور غم دل
آج سب سے معذرت کہ موسم حسین ہے
-----------محمد وقاص احمد حیدری۔سہگل آباد

دل کا روگ تھا نہ یادیں تھیں نہ ہی یہ سحر تھا
تیرے پیار سے پہلے نیندیں بڑی کمال کی تھیں
-----------محمد وقاص احمد حیدری۔سہگل آباد

عطر کی شیشی گلاب کا پھول
جنت کا شہزادہ خدا کا رسول ﷺ

-----------افنان محمود۔رکن

تاروں میں چمک پھلوں میں رنگت نہ رہے گی
ارے کچھ بھی نہ رہتا ہے اگر محمد ﷺ کا میلاد نہ رہے گا
-----------افنان محمود۔رکن

ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں
-----------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

آج کیوں کوئی شکوہ یا شکایت نہیں مجھ سے
تیرے پاس تو لفظوں کی جاگیر ہوا کرتی تھی
-----------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

کن لفظوں میں بیان کروں اپنے دل درد کو علی
سننے والے تو بہت ہیں سمجھنے والا کوئی نہیں
-----------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

ہم جیسے برباد دلوں کا جینا کیا مرنا کیا
آج تیرے دل سے نکلے ہیں کل دنیا سے نکل جائیں
-----------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

یہ شرط محبت بھی عجیب ہے وصی
میں پورا اتروں تو وہ معیار بدل دیتے ہیں
-----------وقاص اینڈ شہزاد۔گوجرہ

آنکھوں میں حیا ہو تو پردہ دل کا ہی کافی ہے راجہ
نہیں تو نقابوں سے بھی ہوتے ہیں اشارے محبت کے
-----------راجہ کامران راجو۔کسووال

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے پاس رہنے دو
نجانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
-----------رخسار احمد۔کوٹھا صوابی

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
تو میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کر
-----------سنبل خان۔کوٹھا صوابی

خوش رہنا بھی چاہوں تو رہ نہیں سکتا
کیونکہ غموں نے میرے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے
-----------محمد عدنان۔بہاولنگر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہر روز ہم اداس ہوتے ہیں اور شام گزر جاتی ہے
اک روز شام اداس ہوگی اور ہم گزر جائیں گے
------------ اختر علی۔ صوابی

میں نے پوجا ہے تجھے تیری عبادت کی ہے
تجھ کو چاہا ہے صنم تم سے محبت کی ہے
------------ عبادت علی۔ ڈی آئی خان

تو اشک بن کر میری آنکھوں میں سما جا
میں آئینہ دیکھوں تو تیرا عکس بھی دیکھوں
جو نیازی رہے خواب میں آنے سے بھی خائف
آئینہ دل میں اسے موجود ہی دیکھوں
------------ اسد شہزاد۔ گوجرہ

آنکھوں کی طرح راز ہے کھلتا بھی نہیں
وہ سیلاب بھی بن جاتا ہے دریا بھی نہیں
اس شخص کے پہلو میں سکوں کتنا ہے
جب کہ گر جائیں مندر نہیں کعبہ بھی نہیں وہ
------------ عائشہ رحمٰن۔ کبیروالا

تیرے حسن کا روپ چھا گیا پھولوں کی خوشبو میں
مت چھپا اپنا چاند سا چہرہ اپنی کالی زلفوں میں
------------ سید عارف شاہ۔ جہلم

زندگی کے حسین سفر میں انسان بدل جاتے ہیں
ساتھی دامن چھڑا کے کہیں دور نکل جاتے ہیں
------------ محسن عزیز حلیم۔ کوٹھ کلاں

کون کہتا ہے تیری چاہت سے بے خبر ہوں
بستر کی ہر شکن سے پوچھو کیسے گزرتی ہے رات
------------ محسن عزیز حلیم۔ کوٹھ کلاں

مت بہاؤ آنسو بے قدروں کیلئے
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے
------------ مرزا عامر نوید۔ منڈی بہاؤالدین

اسی کا شہر وہی مدعی وہ منصف
ہمیں یقین تھا قصور ہمارا ہی نکلے گا
------------ تنزیلہ حنیف۔ ٹلہ جوگیاں

یوں تیری چاہتیں سنبھال رکھی ہیں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی
------------ صدا حسین صدا کیلا سکے

دل کی دھڑکن تو فقط ہوش کا تقاضا ہے
یہ دنیا تو سانس لینے کی اجازت نہیں دیتی
------------ رانا بابر علی ناز۔ لاہور

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
------------ پرنس عبدالرحمٰن گجر۔ نین رانجھا۔

ساری زندگی تنہائیوں کی نظر ہوگئی
تمام عمر غموں میں بسر ہوگئی
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے
خوشیاں ملی تو دکھوں کو خبر ہوگئی
------------ عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ

لذت گناہ کی خاطر ہار دی تھی جس نے جنت ہادی
میری رگوں میں بھی اس آدم کا خون ہے
------------ مریز بشیر گوندل گوجرہ

اس نے سمجھا ہی نہیں نہ سمجھنا چاہا
میں چاہتا بھی کیا تھا اس سے اسکے سوا
------------ تنزیلہ حنیف ٹلہ جوگیاں

کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا
بس زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں
------------ قمر اعجاز گوندل گوجرہ

میں سجدوں میں تیری عافیت کی دعا مانگوں گا
سنا ہے خدا بیوفاؤں کو معاف نہیں کرتا
------------ غلام فرید جاوید۔ حجرہ شاہ مقیم

ہوتی ہوگی میرے بوسے کی طلب میں پاگل آکاش
جب بھی زلفوں میں پھول سجاتی ہوگی
------------ رائے اطہر مسعود آکاش

میرے وعدوں کو اس نے مذاق سمجھا
میرے پیار کو اس نے جذبات سمجھا

میں ہر غم میں خوش ہوں اے دوست
شکر ہے محبت کا غم نہیں
------------ یاسر وکی صالحوال

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو نہ
جانے کسی گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
------------ محمد سلیم منیو

مناؤں کس طرح ماضی کے اندھیروں کو
اجالا ہو نہ سکا خود کو بھی جلانے سے
------------ وقاص انجم جڑانوالہ

زندگی ملی تو کیا ملی مل کر بے وفا ملی
اتنے میرے جرم نہیں جتنی مجھے سزا ملی
------------ ذوالفقار ناڑیوکے

ہر دن اسی طرح گزر جاتا ہے اے یاسر
مجھ میں کون سی ایسی کمی تھی جو یہ میرا نہ ہو سکا
------------ محمد یاسر تنہا سلطان خیل

حال جو میرا ہے وہ تم سب جانتے ہو عاصم
پھر بتاؤ کیا ہو گا حال دل سنانے سے
------------ ایم عاصم بوٹا چوک متیلہ

ساقی آج آگیا ہے کیسا زمانہ
جو تھا ج وہ ہو گیا ہے بیگانہ
------------ محمد ساقی بھٹی جھنگ

زندگی اپنی سنجیدہ تھی سنجیدہ ہی رہی
کوئی اپنا نہ تھا سحر جو کہتا خوش رہا کرو
------------ عاشق حسین طاہر

تجھے بھلا دینا ہوتو تا کب کا بھلا دیا ہوتا
تم حسرت زندگی ہو مطلب زندگی نہیں
------------ سعدیہ رمضان سعدی صادق آباد

ڈوبی ہوئی ہیں میری انگلیاں اپنے ہی لہو میں
یہ کانچ کے ٹکڑے پر بھروسے کی سزا ہے
------------ پرنس عبدالرحمن نین رانجھا

پھول چننا بھی اگر ظلم ہے اس گلشن میں
آپ کانٹوں ہی سے بھر دیجئے دامن میرا
------------ مس فوزیہ کنول کنگن پور

ہر لفظ میں محبت ہر لفظ میں دعا
مقروض کر دیا ہے ہمیں تیرے خلوص نے
------------ عامر شہزاد چوہدری شورکوٹ

تمہیں دیکھا تو محبت کی سمجھ آئی
ورنہ اس لفظ کی تعریف سنا کرتے تھے
------------ ملک عبدالرحمان ساحل خانپور

بڑی حسین تھی زندگی جب نہ کسی سے محبت تھی نہ کسی سے نفرت تھی
زندگی میں ایک ایسا موڑ آیا محبت ایک سے ہوگئی اور نفرت دنیا سے ہو گئی
------------ سجدہ صابر بوریوالہ

خوشبو کی طرح میری ہر سانس میں
پیار اپنا بسانے کا وعدہ کرو
------------ مس صبا کلر سیداں

برسی یہ آنکھیں جس کی یاد میں برسات کی طرح
ہائے وہ بھی چھوڑ گئے مجھے میرے حالات کی طرح
------------ ایس علی خان عارفوالہ

رات یوں دل میں تیری کھوئی ہوئی یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے
------------ فوجی شاہد احمد رسول نگر

اب تو دل میں ایک ہی آرزو ہے
جان نکل جائے تیرا چہرہ دیکھتے دیکھتے
------------ محمد احمد ساقی جھنگ

جی تو چاہتا ہے تجھے چیر کے رکھ دوں اے دل
نہ وہ رہے تجھ میں نہ تو رہے مجھ میں
------------ ندا علی عباس سوہاوہ

چاہت کی طرح چاہا تھا وہ جس کو ٹوٹ کر
توڑا ہے اس نے آئینہ میرے دل کے قرار کا
------------ رانا بابر علی ناز لاہور

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پھول اور کلیاں

میں کتنا خوش نصیب ہوں

میں نے اللہ سے طاقت مانگی تاکہ کارنامے سرانجام دے سکوں اس نے مجھے کمزوری عطا کی تاکہ میں فرمانبرداری سیکھ سکوں۔ میں نے دولت مانگی تاکہ خوشی میسر ہو۔ اس نے غربت دی تاکہ قیامت کے دن مال کے حساب سے محفوظ رہوں۔

جمشید نواز، ملکوال

قلم کی دوستی

ایک لڑکے نے رسالے میں سندیسہ دیا کہ میں فلانے لڑکی کے ساتھ قلم دوستی کا خواہش مند ہوں۔

جب لڑکی نے دیکھا تو اپنے شوہر کے پاس دوڑتی ہوئی آئی شوہر نے جب دیکھا کہ اس کا چہرہ اترا ہوا ہے تو اس نے پوچھا کیا بات ہے۔ لڑکی نے جواب دیا کہ ہائے میں مرگئی۔

شوہر نے کہا وہ کیوں۔ لڑکی نے کہا اب لڑکوں نے دل کی جگہ قلم بھی لگا لئے کہ اس کی وجہ سے خواہش کا اظہار کرتا ہے اور اپنے شوہر کو گریبان سے پکڑا اور دل کی جگہ ناخن گاڑنے لگی نکال لاؤ میرے بیٹے کے لئے قلم۔

شوہر روتے ہوئے انداز میں بولا۔ خدا کی قسم یہاں دل ہے۔ کوئی قلم ولم نہیں۔

سراج اللہ خٹک۔ کرک

عینک

ایک دفعہ مولوی صاحب نے خطبے کے دوران کہا کہ دوسری بیگانوں کی عورتوں کو دیکھنے سے نظر کمزور ہو جاتی ہے۔

ایک بوڑھا شخص سن کر اٹھا اور کہا مولوی صاحب جب ہم پر عینک لگائے اب مسئلہ حل کریں۔

سراج اللہ خٹک۔ کرک

تین انعامات

ہمیں ایس ایم ایس کرو اور جیتو تین انعامات۔

بہت سا پیار، عمر بھر کی دوستی، بالکل فری سٹے میرے دل میں۔ یہ آفر صرف میرے اچھے موڈ تک ویلڈ ہے۔

سراج اللہ خٹک۔ کرک

دل سے

نہ زبان سے...... نہ مس کال سے...... نہ ایس ایم ایس سے...... نہ فون سے...... نہ پوسٹ سے...... نہ گریٹنگ سے...... نہ ای میل سے...... ڈائریکٹ دل سے...... آئی مس یو۔

سراج اللہ خٹک۔ کرک

آنسو

آنکھوں میں آنسو کو ابھرنے نہیں دیا
مٹی کے موتیوں کو بکھرنے نہیں دیا
جس راہ پے کسی کو گزرنے نہیں دیا
اس راہ پے کسی کو گزرنے نہیں دیا

سراج اللہ خٹک۔ کرک

دوستی

دوستی ایک درخت کی طرح ہے جسے ناپا نہیں جاتا کہ کتنی لمبی ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی جڑیں کتنی مضبوط ہیں۔

سراج اللہ خٹک۔ کرک

زندگی

زندگی سے وفا نہ مانگو کیونکہ یہ بے وفا ہے زندگی غم کا دریا ہے۔ زندگی کو خوبصورت بنانا ہے تو کسی سے پیار نہ کرو زندگی نام سمندر کا جو انسان کو ڈبو دیتا ہے زندگی ایک دھرا ہے پیار کا ساز اور ارمانوں کا کھیل ہے۔

چودھری الطاف دکھی۔ بھمبر

باپ

باپ کا احترام۔ تاکہ تمہاری اولاد تمہارا احترام کرے۔
باپ کی عزت کرو۔ تاکہ اس سے فیض یاب ہوسکو۔
باپ کا حکم مانو۔ تاکہ خوشحال ہوسکو۔
باپ کی سختی برداشت کرو۔ تاکہ باکمال ہوسکو۔
باپ کی بات غور سے سنو۔ تاکہ دوسروں کی نہ سننی پڑے۔
باپ کے سامنے اونچا نہ بولو، ورنہ رب تم کو نیچا دکھا دے گا۔
باپ کے سامنے نظریں جھکا کر رکھو، تاکہ رب تم کو دنیا میں بلند کرے۔
باپ ایک کتاب ہے، جس پر تجربات تحریر ہوتے ہیں۔
باپ ایک مقدس محافظ ہے، جو سارے خاندان کی نگرانی کرتا ہے۔
باپ کے آنسو تمہارے دکھ سے نہ گریں، ورنہ رب تم کو جنت سے گرا دے گا۔

محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

ایک پیار کی کہانی

ایک پرندہ سفید پھول سے پیار کر بیٹھا...... کافی دن کے بعد پرندے نے پھول کو پرپوز کیا، پھول نے کہا جب میں سفید سے لال ہو جاؤں گا تب تم سے پیار کروں گا۔

یہ سن کر پرندے نے اپنی چونچ سے اپنا پیٹ کاٹ دیا اور سارا خون پھول کے اوپر جا گرا...... پھول سفید سے لال ہو گیا اور پھول کو پرندے سے پیار ہو گیا۔ پر افسوس کہ پرندہ زندہ نہ رہا۔

لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل

قیمت

ایک عورت نے اخبار میں خبر پڑھی کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک سائیکل کے عوض فروخت کر دیا۔

اس نے اپنے شوہر کو یہ خبر سناتے ہوئے پوچھا۔

ڈارلنگ! کیا تم بھی ایسا ہی کرو گے شوہر نے فوراً جواب دیا۔

نہیں بیگم! تم فکر نہ کرو میں تو کار سے کم بات کرنا گوارا بھی نہیں کروں گا۔

نیلم اقراء۔ واں بھچراں میانوالی

موسیقار کو اپنا گانا سنا کر پوچھا کہ کیا ان کی آواز اثر انگیز ہے۔
محترمہ آپ کی آواز نہ صرف اثر انگیز بلکہ کارآمد بھی ہے۔ یہ شہر پر ہوائی حملے کے وقت لوگوں کو خبردار کرنے کے کام آسکتی ہے۔

نیلم اقراء۔ واں بھچراں میانوالی

روپ

ایک مزاحیہ اداکار نے نجومی سے پوچھا۔
کیا میں اگلے جنم میں گدھا بن سکتا ہوں۔
نجومی نے جواب دیا۔ ایک ہی روپ بار بار نہیں ملتا۔

فیصل شہزاد۔ فتح جنگ

بیوی شوہر سے، منا اتنی دیر سے رو رہا ہے مگر تمہیں فرصت نہیں کہ اسے تھوڑی دیر کے لئے گود میں اٹھا لو۔
آخر میں اسے جہیز میں تو نہیں لائی تھی۔
شوہر بھی غصے سے تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں اسے اپنا باراتی بنا کر لایا تھا۔

فیصل شہزاد۔ فتح جنگ

سسرالی رشتہ دار

ایک جوڑا لاہور سے پنڈی آرہا تھا لیکن کافی دیر تک انہوں نے آپس میں کوئی بات نہیں کی۔ جہلم کے قریب پہنچے تو وہاں وین نے بیس منٹ کے لئے قیام کیا۔ قریب ہی گھوڑے، بکریاں گدھے گھاس چر رہے تھے۔ خاوند نے بیوی سے کہا۔

تمہارے رشتہ دار ہاں کیوں نہیں میرے سسرالی بیوی نے جواب دیا۔

عالیہ فیصل۔ فتح جنگ

میں شیر تھا

شیر کی شادی ہو رہی تھی جب بارات روانہ ہوئی تو ایک چوہا بارات کے آگے ناچنے لگے۔

شیر نے پوچھا! تم چوہے ہو شیر کی شادی سے تمہارا کیا تعلق؟

چوہے نے مسکرا کر جواب دیا۔
شادی سے پہلے میں بھی شیر تھا۔

نیلم سلطانہ۔ فتح جنگ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

خطوط خوفناک

اسلام علیکم امید کرتا ہوں سبھی خوش باش ہونگے ماشاءاللہ خوفناک ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ بہت خوشی ہو رہی ہے آج صرف ایک بات کی طرف آپ کی توجہ دلانا ضرور سمجھوں گا وہ یہ محترم انکل کا لیڈر آف رائٹر گروپ ہونا اور یہ کہنا کہ مقابلہ بازی اور جوش جذبہ۔ پہلی بات تو یہ کہ ہم شاہین گروپ والے مقابلے کی فضاء نہیں چاہتے ہاں اگر آپ نے دعوت دے ڈالی ہے تو پیچھے ہٹنے والے نہیں انشاءاللہ مثل شاہین پرواز ہوگی اور دنیا دیکھے گی لیکن اگر آپ سچ میں مقابلے ہی کی فضاء کو چاہتے ہیں تو انصاف کا ترازو تھامے یہ بات درست نہیں کہ ایک گروپ کی کہانیاں جس ماہ موصول ہوں اسی ماہ بغیر انتظار کے قرطاس ہوں اور دوسرا کئی کئی مہینے اس کا منتظر رہے کہ کب ہماری باری آتی ہے کب۔ یہ کوئی بات نہیں۔ نادر شاہ اور احسان سحر جو شاہین گروپ کے اچھے لکھاری ہیں اسی مسئلے کا شکار ہیں اتنا التواء کیوں میری کہانی اگست میں چھپی چھ ماہ کا طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن دوسری کی باری نہیں آئی میری دو کہانیاں شاید آفس میں ہی دیمک کا شکار ہو گئی ہونگی صرف توجہ دلانا مقصود تھا طعن مطلوب نہیں انکل جی مثبت سوچ کے ساتھ کوئی حل نکالیں صبر کی بھی ایک حد ہوتی ہے شاہین گروپ لیڈر آف عباس میوانی۔ آپ کو بھی اس مسئلے پر توجہ دینی ہو چی۔ آپی کشور کرن صاحبہ فیصلہ آپ پر کیا میں نے کوئی غلط بات کی انکل جان انتظار موت سے زیادہ سخت ہے شاید یہ مقولہ آپ کی سماعتوں تک نہیں پہنچا میری دو کہانیاں جو عرصے چھ ماہ سے زائد آپ کے دفتر کے کسی کونے میں پڑی ہوئی اپنی بے بسی پر اور نظر الفت نہ ملنے پر اشک کناں ہونگی اور شاید اب تک دیمک کی نظر ہو گئی ہوں کہ اب تک خوفناک کے اوراق کی زینت بننے سے قاصر رہی ہیں ایک حد ہوتی ہے انکل آپ نے انتظار کے نام پر کب تک سبز باغ دکھاتے رہیں گے اگر اشاعت کے قابل نہیں تو ناقابل اشاعت کے اشتہار میں لگا کر امید کا دیا بجھا دیں یوں پل پل مرنے سے تو بہتر ہے۔۔ فروری کا شمارہ خلاف توقع جلدی ملا یا حیرت ہوئی کاش یہ مستقل ہو جائے آپی کشور کرن صاحبہ مشکور ہوں کہ آپ نے نیک دعاؤں سے نوازہ آپ نے کئی مثبت قدم رسالے کے لیے اٹھائے ہیں جو رسالے کی بہتری کا سبب بنے ہیں اب جو کہانیاں دو دو تین تین بار شائع ہو رہی ہیں ان کے بارے میں بھی ہمیں کوئی ایکشن لینا چاہئے۔ ایمان فاطمہ۔ ماریہ مقصود۔ ایم نادر شاہ۔ بہت بہت شکریہ کہ آپ نے یاد کیا۔ کہانیوں میں ماریہ مقصود کی عاشق پری پڑھی ویلڈن مبارک باد رسالہ آپ کے نام ہوا بہت اچھا لکھا۔ احسان سحر حسین چڑیل اسد اللہ جنتی روح کا بدلہ۔ ایس مصباح اکرم۔۔ چڑیل کا بدل اچھی کہانیاں تھیں روح کی کہانی سلیم اختر صاحب کی جواب عرض میں بھی شائع ہو چکی ہے سبز موت۔ سبز موتی پہلے بھی شائع ہو چکی ہے احتیاط کیا کریں خطوط عمدہ تھے

اجازت چاہوں گا پھر ملاقات ہوگی۔۔

ابوہریرہ بلوچ ممبران شاہین گروپ بہاولنگر

اسلام علیکم۔ محترم بھیا ریاض احمد صاحب اور خوفناک ڈائجسٹ کے خوفناک بہن بھائیو اور میرے رائٹر گروپ کے کارکن امید واثق ہے کہ آپ سب بالکل ٹھیک بھی میرے ان الفاظ جو میں نے خوفناک کی صورت میں کہے مائنڈ نہیں کرنے والے ریاض بھیا آپ کے یہ الفاظ کہ ہمارا کوئی بھی خط آپ تک نہیں پہنچا یقین کریں اسپیشلی میرے لیے بہت شاکنگ نیوز تھی جواب عرض اور خوفناک جس دن ملے اس سے ٹھیک اگلے دن خطوط میں نے پوسٹ کر دیے تھے میں تو یہی سمجھتی رہی تھی کہ جگہ نہ ہوگی اس لیے آپ نے اس ماہ خط نہیں لگائے خیر مجھے صرف آپ سے سب کو یہ بتانا ہے کہ ایک شمارہ جس میں سبز آنکھیں کہانی لگی میری یہ عادت ہے کہانی لکھ کر پوسٹ کر دیتی ہوں جب شائع ہو پھر کزنز کو پڑھنے کو دیتی ہوں جب میں نے خوفناک میں پہلی کہانی وہ آنکھیں بھیجی اور پچھلے ماہ جب وہ شائع ہوئی تو میری کزنز سسٹر نے مجھے کہا کہ تمہاری کہانی کائنات شہزادی کی کہانی سے بہت میچ کرتی ہے آئی سوئیر کائنات شہزادی میں خدا کو حاضر و ناضر رکھ کر کہتی ہوں اگر میں اپنی کہانی لکھنے سے پہلے تمہاری کہانی صرف ایک بار پڑھ لیتی تو خدا کی قسم میں اپنی کہانی پوری کی پوری سٹوری چینج کر دیتی جس ماہ تمہاری کہانی لگی اسی ماہ مجھے خوفناک بہت لیٹ ملا تھا اور پھر دوست لے گئی اور یقین کرو ابھی تک میں نے کائنات تمہاری کہانی پڑھی تک نہیں ہے مگر مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں تمہاری کہانی پڑھ لیتی اپنی کہانی پوسٹ کرنے سے پہلے مجھے یہ خیال کیوں نہ آیا یقین کرو کائنات اگر مجھے ذرا برابر بھی شک گزرتا تو میں کبھی اس ٹاپک پر کہانی نہ بناتی پچھلے ایک سال سے آنکھوں والا ٹاپک میرے ذہن میں تھا صرف سین سوچنے تھے کائنات شہزادی جب میری کہانی لگی میں بہت خوش ہوئی اسی شام جب کزن نے تمہاری کہانی سنائی میں دنگ رہ گئی بے شک ہماری کہانی بہت زیادہ مل رہی مگر میں بہت گلٹی فیل کر رہی ہوں پلیز تم بھی اور کوئی اور بھی میری کہانی کو چوری شدہ نہ کہئے پلیز خوفناک میں پہلی بار کہانی لگنے کی خوشی کہیں بہت دور جا سوئی ہے ریاض بھیا پلیز پلیز پلیز میرا خط پورا شائع کرنا پلیز میں کوئی الزام نہیں دھرنا چاہتی اور بھیا میں نے خوفناک کے لیے دو کہانیاں اور بھیجی ہیں وہ آپ کو ملی یا نہیں پلیز ضرور بتائیے گا اور خواجہ عاصم آپ کی کہانی نہیں لگ رہی پچھلے دو ماہ سے پلیز ناغہ مت کریں آخر میں اپنے رائٹر گروپ کو سلام اور سب خوفناک لیے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں خدا حافظ۔

کارکن آف رائٹر گروپ۔ ندا علی عباس

ندا علی عباس آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کی کہانی شائع کرتا رہوں گا مگر ایسی تو کوئی بات نہیں کہ آپ کی کہانی کسی اور کی کہانی سے میچ ہو رہی ہے پھر کیا ہوا ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک ٹاپک ایک نے سوچا ہو تو دوسرے کا بھی وہی ٹاپک ہوتا ہے اس میں کیا حرج ہے صفائی اتنی ہی کافی ہے رسالہ کی ایک ایک چیز ہم پڑھ پڑھ کر لگاتے ہیں اور ایک ایک لفظ پر ہماری نظر ہوتی ہے کس نے کیا لکھا ہے اور

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کس کے جیسا لکھا ہے کس کی کاپی کی ہے ہمیں سب پتہ ہے آپ اس چیز کی ٹینشن نہ لیں اور آپ کی دونوں کہانیاں مجھے مل گئی ہیں وہ بھی اپنی باری پر لگ جائیں گی آپ بس لکھتی جائیں اور ہم آپ کے اس شوق کو پورا کرتے جائیں گے۔

--------------------------ریاض احمد لاہور

اسلام علیکم قارئین اور خوفناک ڈائجسٹ سٹاف میری طرف سے سب کو سلام پیارے قارئین خوفناک ڈائجسٹ میں پہلی بار ایک اپنی سٹوری کے ساتھ حاضر ہوا ہوں امید کرتا ہوں کہ جواب عرض کی طرح مجھے خوفناک میں بھی حوصلہ افزائی ملے گی۔ قارئین خوفناک ڈائجسٹ میں مجھے لکھنے کی اجازت جناب انکل ریاض احمد نے دی ہے کہ کنول جی تنہا آپ جو مرضی لکھو خوفناک میں میں شائع کروں گا تو میں نے کہا ٹھیک ہے انکل جی میں خوفناک میں اپنی ایک سٹوری بھیج رہا ہوں پلیز مہربانی کر کے اسے اپنے خوفناک میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں او کے اور اب آتے ہیں دوسرے نئے لکھنے والوں کی طرف سب سے پہلے ان کو میری طرف سے ویلکم جنوری میں خط وغیرہ لکھنے سے سب سے پہلے صوفیہ ادریس۔ جی اگر آپ نے لکھنا شروع کر ہی دیا ہے تو اب ایک سٹوری بھی بہت جلد لکھو پلیز پلیز پلیز صوفیہ جی آپ کا خط پڑھ کر بہت اچھا لگا ہے کافی حد تک مزے دار تھا کھیر کی طرح۔ انکل جی پلیز جتنا خط میں نے لکھا ہے اتنا مکمل ہی شائع کرنا پلیز پلیز آخر میں کنول جی تنہا کا سلام قبول اور میری دعا ہے کہ خوفناک ڈائجسٹ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔ سنا ہے بارش میں دعا قبول ہوتی ہے ایم۔ اگر اجازت ہو تو مانگ لوں تمہیں۔۔

--------------------------کنول جی تنہا گگو منڈی

اسلام علیکم۔ میری طرف سے خوفناک کے سبھی قارئین اور رائٹرز کو سلام خوفناک ڈائجسٹ میں یہ میرا پہلا لیٹر ہے میں خوفناک ڈائجسٹ بہت شوق سے پڑھتی ہوں لیکن ڈائجسٹ بہت دیر سے ملتا ہے اور کبھی کبھی کسی مہینے کا ڈائجسٹ مس ہو جاتا ہے جس شاپ سے میں ڈائجسٹ خریدتی ہوں وہ بولتے ہیں کہ ڈائجسٹ مارکیٹ میں ابھی نہیں آیا انتظار کرتے کرتے اگلا مہینہ شروع ہو جاتا ہے اور دکاندار پچھلے مہینے کا ڈائجسٹ دینے کے بجائے اگلے مہینے کا ڈائجسٹ دیتا ہے سمجھ نہیں آئی تو اس کا کیا کروں کیونکہ مجھے خوفناک ڈائجسٹ بہت پسند ہے لیٹ ملنے کی وجہ سے سارا مزا خراب ہو جاتا ہے ریاض انکل پلیز مجھے اس پریشانی سے نکلنے کی کوئی ترکیب ضرور بتایئے گا اور ایک بات اور انکل جی میں نے ایک کہانی لکھی ہے کالی کتاب کیا آپ اسے خوفناک میں شائع کریں گے مجھے کہانیاں لکھنے کا بہت شوق ہے مجھے امید واثق ہے کہ آپ میری کہانی بھی قارئین کو ضرور پسند آئے گی اگر آپ کہانی شائع کرنے کا وعدہ کرنے کا وعدہ کرتے ہیں تو میں اپنی کہانی لکھی آپ کو بھیج دوں میری دی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوفناک ڈائجسٹ کو بہت ترقی دے آمین آخر میں تمام رائٹر اور اسٹاف کو میری طرف سے سلام پلیز انکل جی میرا پہلا خط ہے ضرور شائع کیجئے گا۔ شکریہ۔

--------------------------نورین لاہور

نورین میڈم آپ کا لیٹر ہم نے شائع کر دیا ہے اور آپ اپنی کہانی بھی بھیجیں ہم بہت جلد شائع کریں گے آپ اور بھی لکھیں اور انشاء اللہ یہ ہمارا وعدہ ہے کہ آپ کے اس شوق کو ضرور پورا کریں گے آپ ہمیں بس لکھ کر بھیجتی اور آپ کا دوسرا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا آپ ہم سے رابطہ کریں اور ادارے کی طرف سے اپنا سالانہ رسالہ لگوا لیں انشاء اللہ آپ کو ہر ماہ بلا ناغہ ڈائجسٹ گھر میں مل جایا کرے گا جائیں شکریہ

--------------------------ادارہ

اسلام علیکم۔ کیا حال ہیں جی۔۔ جی ہمیں تو لگتا ہے کہ رینو ہونا پڑتا ہے کیونکہ جو ہمیں جانتے تھے وہ بھی سب لے اس بزم سے الوداع کہہ گئے ہیں یقین کریں ریاض بھائی مجھے یہی تھا کہ کون جانتا ہے مجھے سو بہتر ہے کہ رسالہ لے کر پڑھ لو شامل ہونے کی جسارت نہ کرو لیکن بقول شائع۔ گھٹتی نہیں یہ منہ سے کافر لگی ہوئی۔ سب لوگ نئے ہیں پرانے لوگوں کے لیے دل بہت اداس ہوتا ہے جو رسالے کی حالت دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ یہ وہ تو نہیں جیسے ہم شروع کیا تھا خواجہ عاصم آپ کی کوشش ہمیں بہت ہی پسند آئی ہے امید ہے آئندہ بھی کمال کریں گے احسان سحر نے شاعری میں تو کارنامہ دکھایا ہی تھا کہانیوں میں بھی چھکا لگا دیا۔ ایس امتیاز احمد کی کہانی کے بغیر تو رسالہ ہی ادھورا لگتا ہے ماریہ مسعود بھی نئی ہیں مگر اچھا لکھتی ہیں دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدل جاتے ہیں نیا سال بھی سب کو مبارک ہو ریاض بھائی پھول کلیاں اور اشعار اور غزلوں پر بھی توجہ دیں پلیز یہ ہمارے پیارے جریدے کے لیے بہت ہی ضروری ہیں دعا ہے کہ پرانے سب لوگ پھر اسی پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں میری بھی کچھ چیزیں تھیں آپ کے پاس وہ بھی آپ نے شائع نہیں کیں خیر کوئی بات نہیں پیارے پیارے دوستو میرے بی اے کے پیپر ہیں آپ کی دعاؤں کی شدید ضرورت ہے۔

--------------------------انیلا غزل حافظ آباد

اسلام علیکم ریاض بھائی اینڈ ایڈیٹر۔ اینڈ قارئین کو مقدس رانی کی طرف سے دل کی گہرائیوں سے اسلام علیکم امید ہے کہ آپ سب بالکل خیریت سے ہوں گے دو دن پہلے اچانک جواب عرض سے چھلانگ لگائی تو بچانے کے لیے سامنے خوفناک آ کھڑا ہوا تو میں نے اٹھا لیا جب کھولا تو آدھے گھنٹے کی چپ لگ گئی اور گہری سوچ میں پڑ گئی کہ یہ کس بے وقوف جواب عرض کے باہر خوفناک لکھ دیا ہے لیکن کچھ سمجھ نہ آئی آخر تقی انکل نے کہا کہ اچھی طرح سے دیکھو یہ جواب عرض نہیں بلکہ خوفناک ہی ہے کیونکہ یہ جواب عرض کی ہی دوسری شکل تھی اس لیے پہچان نہ پائی تو پھر میں نے لے لیا اور جب پڑا تو اپنے ہی جواب عرض کے بہنوں بھائیوں سے ملاقات ہو گئی مثلاً ہماری پیاری سی آپی کشور کرن۔ آپی ندا علی عباس۔ آپی مصباح کریم۔ آپی انعم شہزادی۔ بھائی ندیم عباس میواتی۔ بھائی ابو ہریرہ۔ بھائی عثمان غنی۔ بھائی سلیم اختر۔ اور بھائی شاہد رفیق سہو سے آپ سب کو میرا سلام تو خوفناک کافی اچھا لگا اور دل نے کہا کہ مقدس سوچ مت جلدی سے کاغذ قلم اٹھا اور خوفناک میں شامل ہو جا تا اگر جگہ مل گئی تو بہت نہ ملی تو دیکھیں گے سو میں نے ایسا ہی کیا کاغذ قلم اٹھایا اور آ گئی اور ریاض بھائی مجھے امید ہے کہ آپ میری حوصلہ افزائی کریں گے میں بہت جلد ایک چھوٹی سی کاوش کے ساتھ حاضر ہوں گی اور آپ سب

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

خوفناک کے بہنوں بھائیوں سے گزارش ہے کہ میرے دماغ میں کوئی پرابلم ہے اس لیے آپ سب میرے لیے دعا کیجئے گا علاج بھی نہیں ہو رہا لیکن پھر بھی میں آپ سب کے ساتھ ہوں چلیں جی تبصرے کی طرف چلتے ہیں وہ بھی ضروری ہے سب سے پہلے والدین کی خدمت بھائی پرنس بابر علی آپ کو سلام ویری گڈ۔ پھر ماں کی یاد میں بھائی چوہدری شاہد محمود گل اور بھائی حماد ظفر ہادی نے خوب لکھا ویری ویلڈن پھر ڈر کے آگے جیت بھائی آر کے ریحان زبردست جا رہی ہے ذرا بھی نہیں پڑی دولت کا پجاری ویری نائس۔ خونی صحرا پارٹ ٹو۔ بھائی ندیم عباس میواتی نے خوب اپنا جادو دکھایا ہے پڑھ کر تو میرے بھی دانت بجنے لگے۔ تیرا راستہ چھوڑوں ناں بھی اپنی جگہ پر ٹھیک ٹھاک تھی۔ پری دیوی آپی کشور کرن کی سٹوری نے تو رلا ہی دیا بہت غلط ہوا ہے ریاض نے کسی طرح اپنی جان پر کھیل کر پری دیوی کی جان بچائی اس کو آزاد کروایا اور وہی اسے چھوڑ کر چلی گئی میری دعا ہے کہ وہ واپس آ جائے آمین خوفناک جن بھائی شاہد رفیق سہو بھی جن کے بڑے بڑے دانت ہی نظر آ رہے تھے کہ لائٹ بھی چلی گئی اور لائٹ کا انتظار کرتے کرتے فرشتہ نیند لے کر حاضر ہو گیا اور پوری رات لمبے لمبے دانتوں والا جن میرے خواب میں آتا رہا۔ صبح جب اٹھ یہ خواب آنٹی کو سنایا تو انہوں نے کچھ الٹا ہی جواب دیا کہنے لگے کہ دوست کے خواب میں دوست نہیں آئیں گے تو اور کس کے خواب میں آئیں گے وہ مجھے ویسے ہی جنوں کا دوست کہتی ہیں اور بھائی شاہد رفیق سہو آپ میرے بھائی مقصود احمد بلوچ سے کہنا کہ ایک انعام آپ کا خوفناک ملا مطلب پندرہ کے بعد سولہ لیٹر بہت لمبا ہو گیا ہے بھائی صاحب ڈانٹنا مت اور میری سٹوری کو بھی شمارے میں جگہ ضرور دینا کہ مجھے پتہ چل جائے کہ میں بھی خوفناک میں لکھ سکتی ہوں بغیر خوف کے اجازت دیں اللہ نگہبان۔ آپ سب کی۔

--------------------بہن مقدس رانی آزاد کشمیر

اسلام علیکم۔ خوفناک کے تمام اسٹاف اور رائٹرز اینڈ لکھاریوں کو میری طرف سے اسلام وعلیکم۔ امید ہے سب خیریت سے ہوں گے ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا والدین کی خدمت بہت خوب لکھا ہوا تھا ویری گڈ جتنی تعریف کریں کم ہے حماد ظفر ہادی بہت زبردست لکھا آپ نے بے شک یہ دنیا ادلے کا بدلہ یہ جیسا کرو گے ویسا ہی بھرو گے آج ہم اپنے والدین کے ساتھ کریں گے کل ہمارے ساتھ بھی ویسا ہی ہو گا اور شاید آپ کی اس تحریر سے بہت سے کم عقل بیٹوں کو ہدایت آ جائے اور وہ اپنے والدین کو اولڈ ہوم میں بھیجنے کے بجائے اپنے گھر کی زینت بنائیں اب میرے شاہین گروپ کے سب ممبرز کو محبتوں بھرا اسلام نئے آنے والوں کو ویلکم۔ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے فرخندہ جبیں۔ بہاولپور ویری ویری مس یو ڈولی جانتی ہوں ڈولی آپ بھی بہت مس کرتی ہوں گی اور ایمان فاطمہ جی گجرات تشریف لے آئیں پھر بازو تڑوانے کا ارادہ ہے۔ ہاہاہا۔ سٹوریوں میں سب سے پہلے شاہین گروپ کے ندیم عباس میواتی پتوکی۔ خونی صحرا پارٹ ٹو۔ بہت بہت زبردست تھی آپ کے لیے الفاظ بہت مشکل ڈھونڈ کے لا ... ہوں قبول کریں سٹوری کے لیے بہت سا پیار وا علیکم اسلام۔ ماہی راجپوت۔ آپ کو بھی محبتوں بھرا اسلام آپ کی سٹوری دولت کا پجاری بہت اچھی لگی آپ نے

کافی اچھے الفاظ میں سٹارٹ اور ایک ریڈنگ بھی زبردست ویری گڈ ایسے ہی اور اس سے بھی بہتر لکھیں خدا آپ کی مدد کریں میں تہہ دل سے سب شاہین گروپ کے ممبرز کا شکریہ ادا کرتی ہوں جو اپنا قیمتی وقت سٹوریز کے لیے نکال کر گروپ کا نام روشن کرتے ہیں میں جانتی ہوں کہ گروپ کو شکایت ہے کہ میں سٹوریز نہیں لکھ رہی ہوں کچھ مصروفیات کی وجہ سے ایسا ہے اب تو سٹڈی بھی آ گئی ہے درمیان میں لیکن پھر بھی ٹرائی کروں گی کے اپنے گروپ اور خوفناک کے لیے کچھ نہ کچھ لکھ سکوں بہت بہت تھینکس نشاء سسٹر ہمیں اتنی عزت دینے کے لیے اجازت چاہوں گی انشاء اللہ پھر حاضر ہوں گی نئے تبصروں کے ساتھ دعا ہے خدا خوفناک کو ترقی عطا فرمائے آمین اور آخر میں انکل ریاض احمد کا شکریہ ہمارے گروپ کا ساتھ دینے پر اور ہم جانتے ہیں کہ انکل جان آپ جس گروپ میں مرضی چلے جائیں آپ کے لیے سب برابر ہیں۔

--------------------انعم شہزادی۔ گجرات

اسلام علیکم۔ امید رکھتا ہوں کہ سبھی خیریت سے ہوں گے آپی کشور کرن بہت بہت شکریہ اینڈ آپ جلدی سے قسط وار کہانی لائیں اور ذرا اس طرف بھی دھیان کریں کہ شائع شدہ سٹوریاں بار بار کیوں شائع ہو رہی ہیں اس سے شمارے میں منفی اثرات پڑتے ہیں سب آنے والے دوستوں کو خوش آمدید تہمینہ۔ ہنجرائے کلاں۔ مدثر حسین۔ راشدہ میواتی۔ ایمان فاطمہ۔ اینڈ انعم شہزادی۔ بہت بہت شکریہ میری سٹوری کو پسندیدگی پر اینڈ ایمان تمہاری سٹوری نہیں ملی مجھے ابھی تک۔ نادر شاہ اینڈ طاہر عباس ویلڈن سٹوری لائیں حسین چڑیل احسان سحر ممبر آف شاہین گروپ ویلڈن بہت اچھا لکھا ہے قید کائنات عامر۔ ڈر۔ ابناس سعادت۔ عاشق پری سسٹر ماریہ مسعود بہت اچھا لکھا ویلڈن۔ روح کا انتقام۔ اسد اللہ بھئی واہ بھائی واہ مبارک ہو گڈ سٹوری تھی چڑیل کا بدلہ ایس مصباح اکرم۔ جنگل کی چڑیل۔ گلاب خان۔ کوئی ہے قم قم نشاد آپی۔ شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ خوفناک رات اچھی سٹوری تھی۔ انکل ریاض احمد ہم ایوارڈ یافتہ شعبان کھوسہ کو خوفناک میں لا رہے ہیں امید کرتے ہیں آپ ضرور ویلکم کہیں گے اور ان کے شایان شان عزت دیں گے اینڈ ابو ہریرہ بلوچ اینڈ نادر شاہ کی سٹوریاں کب سے آپ کے پاس پڑی ہیں پلیز آپ ان کی طرف توجہ دیں۔ والسلام۔

--------------------محمد ندیم میواتی پتوکی۔

اسلام علیکم۔ خوفناک کے تمام سٹاف ریڈرز و رائٹرز کو محبت بھرا اسلام امید ہے سب ہنستے مسکراتے ہوں گے۔ فروری کا شمارہ قدرے ٹھیک ٹائم پر ملا اسلامی صفحہ پڑھا اولڈ ہی شائع ہوا ہے۔ خط کی محفل میں لیڈر آف شاہین گروپ کی غیر حاضری شاق گزری لیڈ جی ذرا خیال کریں۔ آپی کشور کرن جی اسلام علیکم امید ہے ٹھیک ہی ہوں گی ہمارے گروپ کی تعریف کرنے کا بہت شکریہ آپ ماشاء اللہ اچھا لکھتی ہیں دستر خوان بہت عمدہ سلسلہ ہے ذرا وسعت دیں۔ ننھے منھے کیوٹ بھائی نادر شاہ ہمیں یاد کرنے کا شکریہ تمہاری سٹوری پڑھے عرصہ ہو گیا ہے نیشاء اینڈ صائمہ کیسی ہیں آپ۔ راشدہ میواتی ہنجرائے کلاں۔ ماریہ مسعود۔ ایمان فاطمہ۔ اچھے خط تھے ایمان سدھر جاؤ کہاں ہے تمہاری سٹوری

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

۔آپی قم قم نشاء اللہ تعالیٰ آپ کی جوڑی کو چار چاند لگائے سدا مسکراتی رہیں بٹ پلیز جلدی سے اچھی سی سٹوری لائیں کوئی ہے کوئی سٹوری نہیں ہے حسین چڑیل۔ بھائی احسان سحر بہت اچھا لکھتے ہیں شاہین گروپ کی طرف سے مبارکاں۔ عاشق پری۔ چڑیل کا بدلہ۔ بہت اچھی سٹوریاں تھیں سبز موتی رابعہ ارشد کچھ بین بین تھی۔ روح کا انتقام۔ اور قید بھی اچھی تھیں غزلیں اور اشعار اور اولڈ ہی شائع ہو رہے ہیں ابو ہریرہ بلوچ کدھر گم ہو۔ آپی سلمٰی کریم اینڈ مصباح کریم۔ کو سلام اینڈ خوفناک میں انٹری کی پر زور اپیل۔ بشرطیہ زندگی مارچ میں ملاقات ہوگی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انعم شہزادی۔ گجرات۔

لاہور سے باہر بکسٹال والوں کے لیے خوشخبری

ہم نے جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ کو پورے ملک میں ہر کسی قاری کو پڑھنے کے لیے ایک اہم کام کیا ہے جو قارئین نئے رسالے خریدنے کی سکت نہیں رکھتے ہیں یا پھر جن کو پرانے رسالوں کی تلاش ہوتی ہے اور وہ ان کو مل نہیں پاتا ہے ان کے لیے خوشخبری ہے کہ وہ اب ہر شہر میں کسی بھی اولڈ بک ڈپو سے جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ طلب فرما سکتے ہیں۔ لاہور سے باہر اولڈ بک ڈپو اور دوسرے چھوٹے چھوٹے بک سٹال ہم سے پرانے رسالے حاصل کرنے کے لیے فوری رابطہ کریں اب آپ کو لاہور سے رسالہ لانے کی مشکل پیش نہیں آئے گی ہم آپ کو آپ کے آڈر کے مطابق آپ کے دیئے ہوئے ایڈریس پر پرانے جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ مہیا کریں گے آج ہی ہمیں اپنے آڈرز ایک کال کر کے بک کروا سکتے ہیں۔ ہم آپ کی کال کے منتظر رہیں گے۔

آفس مینجر۔ ریاض احمد۔ فون نمبر۔ 0341.4178875

سرکولیشن مینجر۔ جمال الدین۔ فون نمبر۔ 0333.4302601

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

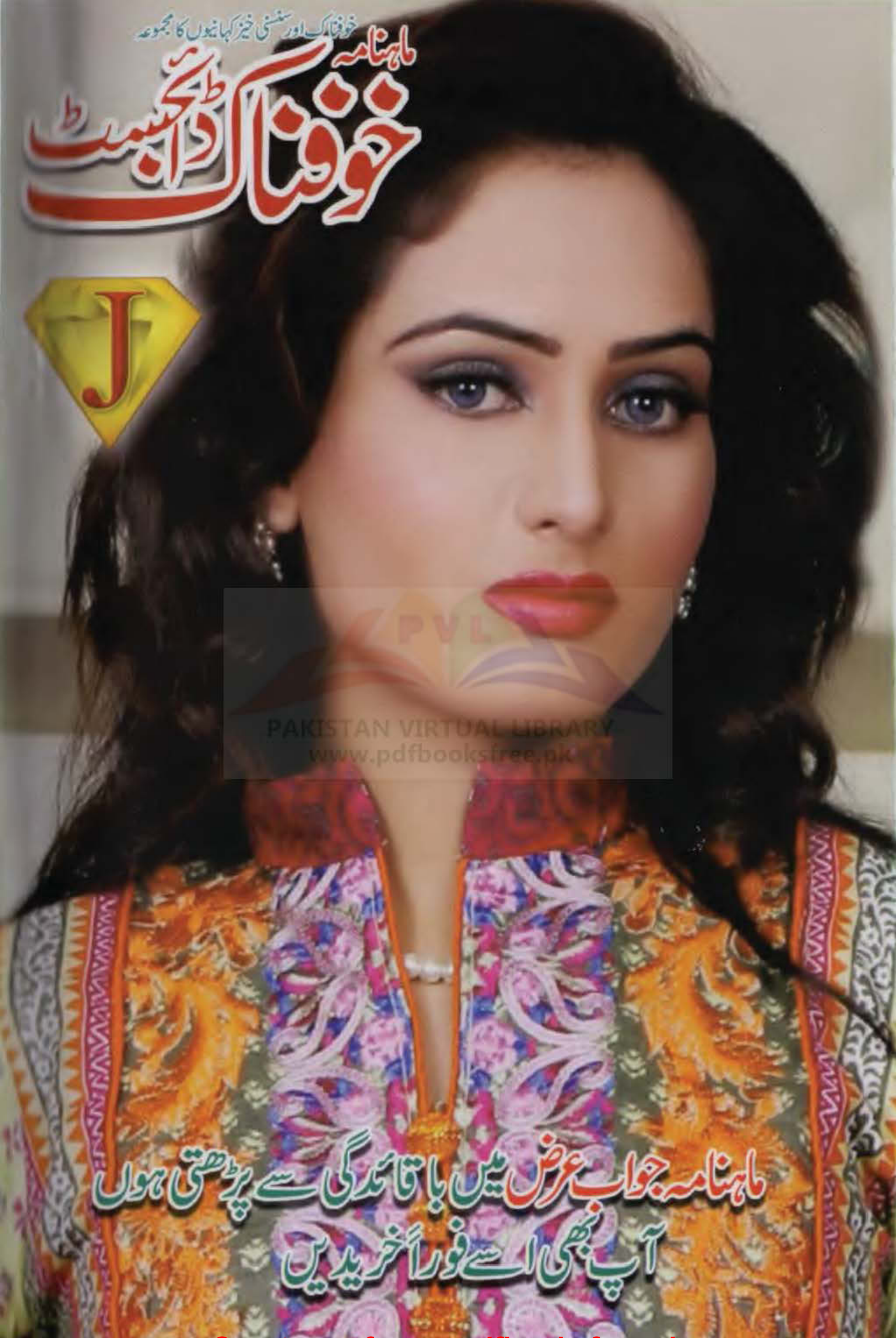

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk